Presented by: Rana Jabir Abbas

بیاد : ضیغمِ اسلام علاّمہ مرزا احمد علی اعلیٰ اللہ مقامہٗ

بانی : مُفکرِ اسلام ڈاکٹر حسن عسکری مرزا

مجلسِ ادارت

چیف ایڈیٹر	:	سید علی عمران رضوی، ایڈووکیٹ
مینجنگ ایڈیٹرز	:	عمار مہدی مرزا
		مسز اوج آمنہ رضوی
ایڈیٹرز	:	علامہ سید احسن عمرانی
		مسز تحسین عمار مرزا
کنسلٹنٹ ایڈیٹرز	:	علامہ سید ظلِ صادق زیدی الحسینی
		سید جمیل احمد رضوی
		ڈاکٹر آغا سلمان باقر
ایسوسی ایٹ ایڈیٹرز	:	ڈاکٹر سید سلمان رضا جعفری
		ابوالولا سید کاظم علی نقوی
مینیجر پروڈکشن	:	سید محمد محسن رضا کاظمی
بیورو چیف (کراچی)	:	سید ظلِ ثقلین زیدی
ڈائریکٹر پبلیکیشنز	:	حاجی شیخ نیر رضا
ڈائریکٹر مارکیٹنگ	:	سید اختر عباس کاظمی
سرکولیشن مینیجر	:	سید حسن علی نقوی

بدلِ اشتراک

اندرونِ ملک	۵۰۰ روپے سالانہ
عرب اور عرب امارات	۳۰۰۰ روپے سالانہ
یورپ	۵۰۰۰ روپے سالانہ

زیرِ سرپرستی: قائمِ آلِ محمد حضرت امام محمد مہدی عجل اللہ فرجہٗ

ماہنامہ

خیر العمل

لاہور

جلد 33 اپریل/مئی 2011ء شمارہ 8-9

علماء کے قلموں کی سیاھی شھداء کے خون سے افضل ھے

قَالَ اِذَا کَانَ یَومَ القِیمَۃِ جَمَعَ اللہُ عَزَّوَجَلَّ النَّاسَ فِی صَعِیدٍ وَّاحِدٍ وَ وُضِعَتِ المَوَازِینُ فَتُوزَنُ دِمَاءُ الشُّھَدَاءِ مَعَ مَدَادِ العُلَمَاءِ فَیَرجَحُ مِدَادُ العُلَمَاءِ عَلٰی دِمَاءِ الشُّھَدَاءِ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے: قیامت کے دن خداوند کریم تمام مخلوق کو ایک زمین پر جمع کرے گا اور پھر میزان کو نصب کرے گا اور اس ترازو پر خونِ شہداء اور علماء کے قلموں کی سیاہی کا وزن کرے گا تو علماء کے قلموں کی سیاہی شہداء کے خون سے وزنی ہوگی۔

[امالی، شیخ صدوقؒ، جلد ا، صفحہ 322]

اطلاعِ عام

اس پرچے میں شامل رشحاتِ قلم مکتبِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی تعلیمات کے مطابق ہوتے ہیں۔ اس مکتب سے ذہنی ہم آہنگی نہ رکھنے والے حضرات یہ پرچہ پڑھنے سے گریز کریں۔ بصورتِ دیگر دل آزاری کی شکایت بجا نہ ہوگی۔

سید علی عمران رضوی، پبلشر نے امتیاز فیاض پرنٹنگ پریس، چوک اردو بازار، لاہور سے چھپوا کر حلقۂ اربابِ فکر و نظر پاکستان کے دفتر واقع تھرڈ فلور، اسحاق ٹیلرز بلڈنگ، 186-نیو انارکلی، لاہور سے شائع کیا۔ فون: 37320114، فیکس: 37324378، ای میل: info@fikronazar.org، ویب سائٹ: www.fikronazar.org

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

Knowledge for All
SABIL-E-SAKINA

یا عباسؑ

۷۸۶
۱۱۰-۹۲
یا صاحب الزماں ادرکنیؑ

DvD Version

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

www.ziaraat.com

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

NOT FOR COMMERCIAL

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آئینہ

حضرت ساحرؔ لکھنوی نمبر

اداریہ

☆ حضرت ساحرؔ لکھنوی کی سحر انگیزیاں — سیّد علی عمران رضوی — 9

شخصیت

☆ حضرت ساحرؔ لکھنوی کا سوانحی خاکہ — پروفیسر حاجی سیّد محمد رضا زیدی — 11
☆ خانوادۂ حضرت ساحرؔ لکھنوی — کیمرے کی آنکھ سے — سیّد محمد مہدی نقوی دانش — 17
☆ ساحرؔ لکھنوی — عہدِ جدید کا نوجوان بزرگ — ڈاکٹر آغا سلمان باقر — 25
☆ جناب ساحرؔ لکھنوی کی زندگی کے چند اہم واقعات — سیّدہ سائرہ بتول زیدی — 31
☆ رویائے صادقہ — پروفیسر حاجی سیّد محمد رضا زیدی — 37
☆ حضرت ساحرؔ لکھنوی — از دیدگاہِ دانشوراں — سیّد محمد محسن رضا کاظمی — 40

نقد و نظر بر فنِ ساحرؔ

☆ ساحرؔ اور اُن کا شاعرانہ مرتبہ — مولانا سیّد محمد باقر شمس — 49
☆ منقبت گوئی کے سلطاں، مرثیے کے بادشاہ — حسین انجم — 90
☆ ساحرؔ لکھنوی کی قصیدہ نگاری — پروفیسر سیّد زوار حسین شاہ — 92
☆ حضرت ساحرؔ لکھنوی کی معرکہ آراء تصنیف — پروفیسر ڈاکٹر اکبر حیدری کشمیری — 104
"خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو — ماہر سے ساحر تک" — پروفیسر ڈاکٹر سیّد انیس اشفاق — 110
— اہلِ فکر و فن کی نظر میں — پروفیسر سیّد شرافت عباس — 112
پروفیسر ڈاکٹر سیّد طاہر حسین کاظمی — 116
پروفیسر سیّد حسن عسکری کاظمی — 119

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

	ڈاکٹر شکیل نوازش رضا	122
☆ حضرت ساحر لکھنوی ــــ شاعرِ دوآتشہ	علامہ سیّد احسن عمرانی	124
☆ ساحر لکھنوی ــــ ایک ماہرِ لسانیات	پروفیسر سیّد ضمیر حیدر نقوی	130

ساحر لکھنوی کی باقیات الصالحات

☆ تحفظِ خزائنِ علومِ قدسیہ ــــ نگارشات کے گرد قدر افزائی و پذیرائی کا حصار ــــ آثار و افکار اکادمی (پاکستان) کراچی	علامہ سیّد اخلاق حسین متقی الحسنی	133

مکالمہ

☆ جدید مرثیہ، قدیم مرثیے کی عظمت کو چھو بھی نہیں سکتا	جناب اختر سعیدی	166

منظوم خراجِ عقیدت

☆ آبروئے دبستانِ لکھنؤ	حضرت شاداں دہلوی	177
☆ مرثیہ کے امام	حسین انجم	178
☆ اپنے اِک مہرباں کے لیے نظم	حضرت نیساں اکبرآبادی	179
☆ جناب ساحر لکھنوی کی جانب سے کتابوں کا تحفہ ملنے پر	پروفیسر شرافت عباس	180
☆ سخن میں سخی	پروفیسر سیّد گلزار بخاری	189
☆ سخن کے تاجور	علامہ سیّد احسن عمرانی	182
☆ نگہبانِ سخن	سیّد طاہر ناصر علی	182

مضامینِ ساحر

☆ مظلوم امامؑ کا مظلوم شاعر	183
☆ خدارا اردو زبان کو بگڑنے سے بچایا جائے	196
☆ جدیدیت اور زبان و ادب	200
☆ لفظوں کی ہجرت	206
☆ تشیُّع ــــ قربانیوں کا مذہب	216

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کلامِ حضرت ساحر لکھنوی

قصائد

☆ جادۂ حمد 226

☆ درمدحِ حضرت ابراہیمؑ وحضرت اسماعیلؑ 228

☆ درمدحِ حضرت ابوطالبؑ 233

☆ نقشِ اوّل ـــــ درمدحِ مقصودِ کائنات 234

☆ جشنِ غدیر 239

☆ درمدحِ سیّدۃ نساء العالمینؑ 241

☆ درمدحِ تاجدارِ امن وصلح 242

☆ موت وحیات ـــــ درمدحِ سیّدالشہداء امام حسینؑ 243

☆ درمدحِ شہنشاہِ اقلیم وفا حضرت ابوالفضل العباسؑ 245

☆ مرد و زن ـــــ درمدحِ ثانیِ زہراؑ جنابِ زینب کبریٰؑ 247

☆ درمدحِ صاحبِ غیبتِ کبریٰؑ 249

☆ فصلِ گل 251

مراثی

☆ طلب ـــــ مدح حضرت ابوطالبؑ، شہادت حضرت عباسؑ 252

☆ سفر 264

سلام

☆ مظلوم سے اُلفت ہے عزاداریٔ شبیرؑ 276

☆ کیوں اہلِ دیں میں ایک کا دشمن ہوا ہے ایک 277

☆ نظر میں نور جو آٹھوں پہر حسینؑ کا ہے 278

www.ziaraat.com jabir.abbas@yahoo.com Sabeel-e-Sakina

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

☆ کربلا اس زمیں پہ جنت ہے	279
☆ اے عزادارو، غمِ شہؑ میں بکا ہوتی رہے	280
☆ جہاں کہیں بھی تذکرے وفا کے چلے	281
☆ پوچھ لو بے شیر کی ہمت سے، کیا ہے کربلا	282
☆ جزا سلام کی لوں گا شہِؑ ہُدا سے الگ	283
☆ کیے ہیں فطرت نے نذرِ زہراؑ یہ اشکِ ماتم سجا سجا کے	284
☆ دولتِ اشک میسر ہے عزاداروں کو	285
☆ جب بھی ضوِ اشکِ غمِ شبیرؑ کی مل جائے گی	286
☆ غمِ حسینؑ کو بے اعتبار کون کرے	287
☆ رہتی دنیا تک رہے گا تذکرہ عباسؑ کا	288
☆ عزمِ شہؑ نے ظالموں کے دل ہلا کر رکھ دیے	289
☆ پانی اعداء سے کہیں اہلِ وفا مانگتے ہیں	290
☆ چلو حق کی طرف حق سے پیمبرؐ کے ادا ہو کر	291
☆ ثبوتِ امرِ مودّت غمِ حسینؑ سے ہے	292
☆ بے تولاّ ذوقِ عشقِ مصطفٰےؐ ملتا نہیں	293
☆ نزولِ رحمتِ حق کا وہاں نشاں نہ رہا	294
☆ خلد لے لیجئے شبیہِ قبرِ سرورؑ چوم کر	295
☆ رونے والو، غمِ سرورؑ میں سبھی روتے ہیں	296
☆ جب بھی لے کر کوئی عباسؑ کا پرچم نکلے	297
☆ جو پیروِ دینِ شہِؑ ابرار رہیں گے	298
☆ لذتِ غم تو غمِ اولادِ پیغمبرؐ میں ہے	299
☆ جس گھڑی بھی چاہنے والوں کو یاد آئے حسینؑ	300
☆ حرؑ کو کیا کیا بہ طفیلِ شہِؑ صفدر نہ ملا	301
☆ کوئی جہاں میں علیؑ کا جواب کیا ہوگا	302

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

علومِ آلِ محمدؐ کی اشاعت کرنے والے کا مقام

مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي الْقَاسِمِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اَبِي عُمَرَ الْعَدْنِيِّ بِمَكَّةَ عَنْ اَبِي الْعَبَّاسِ بْنِ حَمْزَةَ عَنْ اَحْمَدَ بْنِ سَوَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَاصِمٍ عَنْ سَلْمَهِ بْنِ وَرْدَانِ عَنْ اِنْسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الْمُؤْمِنُ اِذَا مَاتَ وَ تَرَكَ وَرَقَةً وَاحِدَةً عَلَيْهَا عِلْمٌ تَكُوْنُ تِلْكَ الْوَرَقَةُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ سِتْرًا فِيْمَا بَيْنَهُ وَ بَيْنَ النَّارِ وَ اَعْطَاهُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى بِكُلِّ حَرْفٍ مَكْتُوْبٍ عَلَيْهَا مَدِيْنَةٌ اَوْسَعُ مِنَ الدُّنْيَا سَبْعَ مَرَّاتٍ وَ مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يَقْعُدُ سَاعَةً عِنْدَ الْعَالِمِ اِلَّا نَادَاهُ رَبُّهُ عَزَّ وَ جَلَّ جَلَسْتَ اِلٰى حَبِيْبِيْ وَ عِزَّتِيْ وَ جَلَالِيْ لَاَسْكَنَنَّكَ الْجَنَّةَ مَعَهُ وَ لَا اُبَالِيْ۔

انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: جب مومن مرجائے اور اپنے پیچھے ایک ورقہ چھوڑ کر جائے کہ جس پر علم تحریر ہو تو وہ ورقہ قیامت کے دن اس کے اور جہنم کے درمیان پردہ بن جائے گا اور خداوندِ متعال اس کو اس ورقہ میں لکھے ہوئے ہر حرف کے بدلے جنت میں ایک شہر عطاء فرمائے گا جو اس دنیا سے سات گناہ وسیع ہوگا اور جب کوئی مومن کسی عالم کے پاس ایک گھنٹہ بیٹھتا ہے تو خدا اس کو آواز دیتا ہے کہ اے میرے بندے! تو میرے دوست کے پاس بیٹھا اور مجھے اپنی عزت وجلالت کی قسم میں ضرور برضرور تجھے اس کے ساتھ جنت میں سکونت دوں گا اور مجھے اس میں کوئی پروا نہیں ہے۔

[امالی، شیخ صدوقؒ، جلد ا، صفحہ 118]

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جب سے دُعائے ذکرِ شہؑ دیں ہوئی قبول
اُس دن سے دل میں اور کوئی مدعا نہیں

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

روز و شب نوحے، قصیدے، مرثیے کہتا ہوں میں
میری اس خدمت سے اچھی کوئی خدمت اور ہے؟

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

جہاں کہیں بھی کبھی تذکرے وفا کے چلے
قلم کو ہم بھی مثالِ علَم اٹھا کے چلے

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

بر سرِ قرطاس ساحؔر، بہرِ نذرِ شاہؑ دیں
ہم نے فکر و فن کے گُل بوٹے سجا کر رکھ دیئے

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

نہ ہو جو بہرِ ثنائے علیؑ و ذکرِ حسینؑ
تو شاعری پہ بھلا افتخار کون کرے

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت ساحر لکھنوی کی سحر انگیزیاں

عوام کالانعام سحر (جادو) کو برحق اور ساحر (جادوگر) کو کافر جانتے ہیں۔ جادو کو برحق شاید اس لیے جانتے ہیں کہ وہ ''سر چڑھ کر بولتا ہے'' اور جادوگر کو کافر اس لیے کہتے ہیں کہ وہ شاذ ہی نظر آتا ہے، اکثر پوشیدہ (چھپا ہوا) ہوتا ہے۔

حضرت ساحر لکھنوی بھی ایسے ساحر ہیں، جن کا سحر تو اُن کے چاہنے والوں کے سر چڑھ کے بولتا ہے، مگر وہ اپنے لاتعداد 'سحر زدگان' کو نظر نہیں آتے، چونکہ ان کا 'کلام' ہی خوب چلتا ہے، اس لیے حضرت ساحر کو کسی کو مسحور کرنے کے لیے سامنے نہیں آنا پڑتا۔ بس ان کا کلام بندے تک پہنچا اور وہ ان کے چرنوں میں۔ جب حضرت ساحر کے سحر میں ایسی طاقت ہو، تو کون کافر ہوگا جو ان کا منکر ہو؟

حضرت ساحر سے بڑے بڑے ادباء، شعراء اور دانشوروں کی خوب یاد اللہ ہے، مگر ''غائبانہ'' یا ''فونانہ''۔ ان حضرات سے حضرت ساحر کے بارے میں پوچھیے، وہ آپ کو ان کے بارے میں سیر حاصل معلومات فراہم کریں گے، اور آپ ایسا محسوس کریں گے کہ یہ سب حضرت ساحر کے لنگوٹیے نہیں، تو ان سے بکثرت ملنے والے ضرور ہیں، مگر جب پوچھیں گے تو معلوم ہوگا کہ وہ تو آج تک حضرت ساحر سے ملے ہی نہیں، یہ تو محض ان کی ادبی سحر انگیزیوں کے باعث ان کے سحر کا شکار ہیں۔ یقین نہ آئے تو ڈاکٹر اکبر حیدری کشمیری، سیّد انیس اشفاق، پروفیسر شرافت عباس وغیرہ سے پوچھ لیجیے۔

ارے صاحب! دور نہ جایئے، ہم سے ملیے، ہم بھی حضرت ساحر سے آج تک ملے نہیں، مگر ان کا سحر ہم پہ اسقدر اثر کر گیا کہ ہم ان کی خواہش کے بغیر، بلکہ برخلاف، اُن تک ان کا سحر پھیلانے چل نکلے ہیں، جو کسی وجہ سے اَب تک بچے ہوئے ہیں۔

حضرت ساحر کوئی اشتہاری، اخباری یا بازاری ساحر نہیں ہیں، جنہیں کسی اشتہار کی ضرورت ہو۔ ان کے ادب کدے سے جو ادبی سحر چلتا ہے، وہ ادب دانوں کو نہ جانے کس طرح انجانے میں مسحور کرتا جاتا ہے، اور ایک وقت وہ آتا ہے کہ وہ حضرت ساحر کو ملے اور دیکھے بنا ان کے گرویدہ بن چکے ہوتے ہیں۔ بس یہی فرق حضرت ساحر لکھنوی اور سفلی عملیات کرنے والے ساحر کے مابین ہے۔ حضرت ساحر بغیر کسی ہدف کو شکار کرنے کے ادبی سحر انگیزیوں میں مصروف رہتے ہیں، مگر سفلی عامل کا مطمع ہی کسی ہدف کو اپنے کلام کے ذریعے نقصان پہنچانا ہوتا ہے۔ اس لیے وہ کافر ہے اور بروئے حدیثِ ختمی مرتبتؐ وہ جہنمی ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں۔ مگر حضرت ساحر لکھنوی جو کلام پھیلاتے ہیں، وہ ایسا ہے جس

Contact :jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے ایک ایک بیت کے عوض جنت میں ایک ایک بیت (گھر) ملتا ہے، اور اس دنیا میں جب ان کا کلام پڑھا جائے تو ایسی مجلس میں باعثِ تخلیقِ ختمی مرتبتؐ سیّدۃ النساء العالمینؑ معہ دیگر معصومینؑ خود سننے آتی ہیں۔ اب بتایئے حضرت ساحرؔ لکھنوی کیسے ساحر ہیں — کافر — یا — دنیا میں ہی جنتی!

یہ الگ بات ہے کہ حضرت ساحرؔ ان مومنینِ خالص کی جماعت میں ہیں، جنہیں لوگ ''کافر، کافر'' کہتے ہیں۔ مگر یہ جماعت کبھی اس نعرے کا برا نہیں مناتی، کیونکہ یہ جانتی ہے کہ جن کے ساتھ یہ جماعت متمسّک ہے، وہ ''کُلِ ایمان'' ہیں، اور ان کو چھوڑ کر ایمان کا تصور ہی عبث ہے۔ ان کو چھوڑنے والوں کی جھولیاں کفر سے بھری ہیں، اس لیے وہ سوائے کفر کے اور بانٹ ہی کیا سکتے ہیں۔ جس کے چھابے میں جو ہوتا ہے، اُسی کی آواز لگاتا ہے۔ ''امرودوں'' کا چھابہ اٹھائے بھلا کوئی ''آموں'' کی آواز کیسے لگا سکتا ہے؟ اس لیے جو ''کُلِ ایمانؑ'' کو چھوڑ کر ''کُلِ کفر'' سے جڑے ہوئے ہوں، انہیں ہر کوئی کافر ہی نظر آتا ہے۔

'سود' اسلام میں حرام ہے، مگر لفظِ 'سود' ہمیشہ حرمت کے معنوں میں آئے، لازم تو نہیں۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ یہ کتاب پڑھیئے آپ کے لیے 'سودمند' ہے، تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ 'سودمند' میں لفظِ 'سود' آ جانے سے اُس کتاب کا پڑھنا حرام ہو گیا۔ ہرگز نہیں! ایسے ہی حضرت ساحرؔ لکھنوی کے تخلص ''ساحر'' میں سحر کی کفر خیزی نہیں، بلکہ ان میں ایمان و ادب کی ایسی ایسی سحر انگیزیاں ہیں کہ وہ بے ایمانوں کو ایمان کے دائرے میں لا کھڑا کرتے ہیں، اور بے ادبوں کو اپنے دبستان کی عندلیبِ خوش نوا بنا کے چھوڑتے ہیں۔

ہم زیادہ دیر آپ کے اور ساحرؔ صاحب کے مابین حائل نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کا طاقتور سحر اب آپ پر بھی اثر کر چکا ہے اور آپ اُن تک پہنچنے کے لیے بے چین ہیں۔

حضرت ساحرؔ کی شخصیت، فن اور چنیدہ کلام پر مشتمل ''خیرالعمل'' کا یہ خصوصی شمارہ موسومہ بہ ''ساحرؔ لکھنوی نمبر'' حضرت ساحرؔ کا ایک اجمالی تعارف ہے، جو ان کی قدر آور شخصیت کے شایانِ شان ہرگز نہیں کہا جا سکتا، محض سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

دعا ہے کہ احکم الحاکمین حضرت ساحرؔ کو صحتِ کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے تاکہ وہ تا قیامِ حضرتِ قائمؑ اسی طرح ایمان و ادب کی سحر انگیزیوں میں قائم دائم رہیں، کیونکہ ان کے اسمِ گرامی ''قائم مہدی'' کا یہی تقاضا ہے۔

سیّد علی عمران رضوی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت ساحرؔ لکھنوی کا سوانحی خاکہ

پروفیسر حاجی سیّد محمد رضا زیدی

نام:

سیّد قائم مہدی نقوی

عرفیت:

جمشید نواب جس کو بعد میں نوابیت کی زبوں حالی دیکھ کر والدِ ماجد کی نسبت سے جمشید اخترؔ رلیا۔

والدِ محترم:

نواب سیّد اختر حسین مصورؔ اعلیٰ اللہ مقامہٗ

تخلص:

ابتداً ''جمشید''، بعد میں ''ساحرؔ''۔ جب تک لکھنؤ میں رہے جدِ امجد استاذ الاساتذہ نواب سیّد اصغر حسین فاخرؔ اعلیٰ اللہ مقامہٗ کی نسبت سے ''ساحرؔ فاخری'' لکھتے رہے۔ پاکستان آنے کے بعد اپنی شناخت کے لیے ''ساحرؔ لکھنوی'' لکھنا شروع کیا۔ اسی لیے کہ ؎

معتبر ہے اس قدر نسبت مری اس شہر سے
میں دیارِ پاک میں ہوں ترجمانِ لکھنؤ

جناب ساحرؔ لکھنوی نے کراچی سے لکھنؤ تک اپنی زبان کے حوالے سے داد پائی ؎

کیوں نہ ہو تسنیم و کوثر میں دُھلی میری زباں
حق نے میرے منہ میں رکھ دی ہے زبانِ لکھنؤ

ولادت:

سرائے حاجی رحمت اللہ، کھارادر، کراچی میں، جہاں ساحرؔ صاحب کے والدین اور دوسرے افرادِ خاندان زیاراتِ مقاماتِ مقدسہ کے لیے جاتے ہوئے قیام پذیر تھے ـــــ ۶ ستمبر ۱۹۳۱ء بمطابق جمادی الاوّل ۱۳۵۰ھ

تعلیم:

ایم۔اے؛ ایل ایل بی؛ ڈی آئی ایل ایل۔

آخری ملازمت:

ایک بین الاقوامی صنعتی ادارے SIEMENS میں پرسانل اینڈ ایڈمنسٹریشن ڈیپارٹمنٹ کے سربراہ کی حیثیت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سے ـــــ ۱۹۹۳ء میں ریٹائر ہوئے۔

آغاز مشق سخن:

کم عمری میں

پہلی تخلیق:

سلام

اصنافِ سخن:

ابتدا سلام سے ہوئی۔ غزل ساتھ ساتھ چلتی رہی جس کو ترک کیے مدت گزر گئی۔ اب ایک عرصہ سے مرثیہ، قصیدہ ومنقبت، سلام ورباعیات اور تاریخ گوئی وغیرہ پر توجہ ہے۔

اہلیہ:

دخترِ جناب سیّد مختار احمد مرحوم رئیس ماہل ضلع اعظم گڑھ، یو۔ پی۔

اولاد:

چار بیٹیاں اور ایک بیٹا سیّد محمد مہدی عرف دانش سلمہٗ

سب سے بڑی بیٹی اور داماد سیّد حسن عسکری جعفری، ورجینیا، امریکہ میں مقیم؛ دوسری بیٹی اور داماد سیّد لیاقت رشید رضوی، گلشنِ اقبال، کراچی میں؛ تیسری بیٹی اور داماد سیّد حسین حیدر زیدی بھی گلشنِ اقبال، کراچی میں؛ چوتھی بیٹی اپنے شوہر سیّد افتخار حسین عابدی کے ہمراہ، ریاض، سعودی عرب میں مقیم ہیں؛ بیٹے سیّد محمد مہدی دانش نے لندن سے مارکیٹنگ میں ایم۔ بی۔ اے کیا ہے اور ذاتی کاروبار ہے۔ محترم رسالت حسین رضوی صاحب مرحوم کی دخترِ نیک اختر محمد مہدی سلمہٗ کے حبالۂ نکاح میں ہیں۔

جناب ساحرؔ لکھنوی پر اللہ کا کرم ہے کہ بیٹا، چاروں بیٹیاں اور داماد اور بہو یہ سب نہایت سعید اور محبت واحترام کرنے والے ہیں۔ اسی لیے بڑے فخر سے جناب ساحرؔ نے فرمایا ؎

قبضہ میں کوئی ملک نہیں ، راج نہیں
قدموں میں کوئی تخت نہیں ، تاج نہیں
رکھتا ہوں مگر دولتِ دین و دانش
درویشِ درِ علم ہوں ، محتاج نہیں

اخلاق و عادات:

انکساری وخاکساری اور بزرگوں کا ادب گھُٹی میں پڑا ہے۔ مراسم اور تعلقات کے حوالہ سے حافظؔ کا یہ شعر صادق آتا ہے ؎

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مباش در پئے آزار و ہرچہ خواہی کن
کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

شاعری کی ابتداء:

جناب ساحر لکھنوی کے گھر کا ماحول شعروسخن کی خوشبو سے بسا ہوا تھا۔ والدِ مرحوم، والدۂ ماجدہ جنت مکانی، دونوں عم محترم، پھوپھا اور گھر کی بعض خواتین سب شعر کہتے تھے۔ روزانہ ایک مختصر سی نشست ہوتی۔ ایسے میں ذوقِ شاعری پروان کیوں نہ چڑھتا؟ ابتداء سلام اور نوحہ سے کی۔ غزل بھی کہنا شروع کی۔ کراچی آئے تو کوئی دس سال شعروسخن کا ماحول نہ ملا۔ ۱۹۶۵ء میں والد مرحوم کے انتقال پر ایک تعزیتی نظم کہی۔ پروفیسر مولانا سیّد مظفرحسن ظفر جونپوری اور بعض دیگر حضرات کے اصرار پر نعت ومنقبت اور قصیدے کہنا شروع کیے۔

علالت:

اکتوبر ۱۹۹۸ء سے علالت کا سلسلہ شروع ہوا۔ پہلے چار ساڑھے چار مہینوں تک ٹی بی کا علاج ہوتا رہا، حالانکہ ٹی بی نہ تھی۔ اس غلط علاج نے زیادہ نقصان پہنچایا۔ پھر تشخیص ہوئی کہ ٹی بی نہیں، کینسر ہے۔ چنانچہ ڈیڑھ سال تک کینسر کا علاج رہا۔ پھر پھیپھڑوں کی خرابی کا علاج ہوا۔ طویل علالت (جس کا سلسلہ اور اثرات اب تک حاوی ہیں) نے ذہن کو بھی سُست کر دیا، اور دواؤں کے ردِعمل نے ہڈیوں کو بھی کمزور کر دیا جس کی وجہ سے چلنے پھرنے میں زحمت ہوتی ہے، لیکن الحمدللہ اب قدرے بہتر ہیں۔

قصیدہ گوئی:

جناب ساحر لکھنوی کی اہم ترین اور پسندیدہ ترین صنفِ سخن قصیدہ گوئی ہے۔ پُرشکوہ زبان اور شوکتِ الفاظ کی داد شمس الادباء مولانا سیّد محمد باقر شمس لکھنوی کے اس قطعۂ تاریخِ طبع ''صحیفۂ مدحت'' صفحہ نمبر ۳۰۵ پر ملاحظہ فرمائیے:

کمالِ فنِ سخن ہیں قصائدِ ساحر — جزالت ان میں ہے سودا کی، ذوق کی شوکت
منیر کی ہے سلاست، زبان مخلص کی — صفی کا اوجِ مضامین، عزیز کی جدّت
نظیر ان کا نہیں کوئی دورِ حاضر میں — خدا کی دین ہے ان کے کلام کی رفعت
لکھی یہ شمس نے تاریخ طبع برجستہ — ہے گل ریاضِ ہنر کا صحیفۂ مدحت

ساحر لکھنوی نے اردو قصیدہ نگاری کے مختصر ترین قصیدے اور مکمل قصیدے بھی کہے ہیں۔ ایک مختصر ترین قصیدہ حضرتِ عباس علیہ السلام کی مدح میں یہ ہے:

چمن کے لب پہ جو فصلِ بہار کی دُعا آئی
تو اِک غنچہ نے لی اِک شاخ کی گود میں انگڑائی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اسی مطلع کی ضو سے مطلعِ نو ہو گیا روشن
اسی تشبیب نے کی ذوقِ مدحت کی پذیرائی
جو تاریخِ وفا خونِ بنی ہاشم نے دہرائی
''ابوطالبؑ نے لی عباسؑ کے پیکر میں انگڑائی''
(مصرع طرح)

۱۹۹۷ء میں جناب ساحر لکھنوی کے اٹھارہ مشبّب قصیدوں کا ایک مجموعہ'' صحیفۂ مدحت'' چھپ چکا ہے۔

مرثیہ گوئی:

پہلا مرثیہ ''مرثیہ قطب شاہ سے ساحر تک'' ۱۹۷۵ء میں کہا اور پہلی مرتبہ ۲۴ جنوری ۱۹۷۶ء مطابق ۲۱ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ بروز شنبہ جامعۂ امامیہ، کراچی میں پیش کیا۔ پھر کراچی، خیر پور، راولپنڈی اور اسلام آباد کی متعدد مجالس میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ مولا کے کرم سے پہلے ہی مرثیہ کی اتنی زبردست پذیرائی ہوئی کہ وہیں سے حسد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ طرح طرح کی باتیں سن سن کے حضرت ساحر لکھنوی کے کان پک گئے۔ بڑی ہمت شکنی ہوئی۔ مگر بہر حال خدا کا شکر ہے کہ وہ دور گزر گیا اور مرثیہ گوئی کا سلسلہ جاری رہا۔

اکتوبر ۱۹۹۸ء سے کوئی مرثیہ نہیں کہا۔ دوسری طرف پھیپھڑوں کی خرابی کی وجہ سے سانس کی اتنی تکلیف ہو گئی تھی کہ مرثیہ پڑھنا بھی ترک ہو گیا تھا۔ بلکہ قصیدہ تک پڑھنا ممکن نہیں رہا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ سات سال کے بعد یہ سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔

مرثیہ گوئی کے سلسلہ میں پاکستان کے وہ کئی حضرات جو دانشور بھی سمجھے جاتے ہیں اور مرثیہ نگاروں پر اپنے نظریات مسلط کرنے اور ان پر تنقید و تبصرہ کا اپنے آپ کو سب سے زیادہ مجاز سمجھتے ہیں وہ حضرت ساحر کے مرثیوں میں کلاسیکی مرثیہ کے ہلکے سے اثرات کی وجہ سے ان کو مرثیہ گو تسلیم ہی نہیں کرتے اور احتیاط کرتے ہیں کہ مرثیہ نگاروں میں کہیں ان کا نام نہ آنے پائے:

خیر اچھا کہا جس نے وہ برا بھی تو کہے

بہر حال حضرت ساحر لکھنوی کی نظر میں اس دانشوری کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ''میں مرثیے کہوں یا قصیدے سب اپنے ذوقِ تخلیق کی تسکین کے لیے کہتا ہوں۔ بقول لسان الہند حضرت عزیز لکھنوی:

نہ ان کے لیے اور نہ ان کے لیے
کہ میں شعر کہتا ہوں اپنے لیے

اور ان ذواتِ مقدسہ کی بارگاہ میں ایک عاجزانہ، فقیرانہ اور غلامانہ ہدیہ نذر کرنے کے لیے کہتا ہوں کہ اگر اس بارگاہ میں ایک مصرع بھی شرفِ قبولیت حاصل کر لے تو میرے لیے حشر میں بخشش کا پروانہ بن جائے گا۔ بقول

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت مرزا دبیرؔ اعلیٰ اللہ مقامہٗ (ایک لفظ کے تصرف کے ساتھ):

ناقد (حاسد) سے صلہ بھی نہیں درکار ہے مجھ کو
سرکارِ حسینیؑ سے سروکار ہے مجھ کو

اوران باذوق اور مرثیہ شناس سامعین کے سامنے پیش کرتا ہوں جن کو میرے مرثیے سننے کا اشتیاق ہوتا ہے۔ ایسے سامعین خدا کے فضل سے ہر جگہ ہیں۔ کراچی سے لے کر ہندوستان تک کہیں ان کی کمی نہیں ہے۔ بلکہ ان کے مرثیے سعودی عرب میں بھی بہت مقبول ہیں اور بحرین وغیرہ میں بھی، جہاں ان کے ایک چاہنے والے آغا طالب حسین نے جن کا قیام بسلسلۂ ملازمت سعودی عرب میں تھا وہاں ان کے مرثیے اور قصیدے مختلف شہروں کی مجالس میں کئی سال تک پیش کیے اور وہاں مرثیہ گوئی اور مجالسِ مرثیہ کے ذوق کو فروغ دیا''۔

۱۹۷۹ء میں جب حضرت ساحرؔ لکھنوی گئے اور پہلی بار ناظم صاحب کی امام بارگاہ میں بزمِ مرثیہ خوانی کی طرف سے منعقد کی ہوئی مجلس میں مرثیہ پیش کیا تو تقریباً پچاس ساٹھ سامعین کا مجمع ہوگا۔ پھر رفتہ رفتہ مجلسوں میں مجمع بڑھنا شروع ہوا۔ اب خدا کے فضل سے مجمع سینکڑوں میں نہیں ہوتا، ہزاروں میں ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے امام بارگاہ غفراں مآب کو تعمیرِ نو کے بعد دیکھا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس کا وسیع وعریض ہال سامعین سے بھرا ہوتا ہے اور اس کے سامنے صحن میں بھی سامعین کا بڑا مجمع ہوتا ہے۔ منبر کے بائیں طرف زیریں اور بالائی صحنچیاں خواتین سے بھری ہوتی ہیں حتیٰ کہ کتنی ہی خواتین صحن میں زمین پر بیٹھی ہوتی ہیں۔ علماء، ادباء اور شعراء بھی خاصی تعداد میں شریکِ مجلس ہوتے ہیں۔ سامعین ہر سال منتظمین سے تقاضے کرتے ہیں کہ حضرت ساحرؔ لکھنوی کو مجالس کے لیے ضرور بلایا جائے۔

ہندوستان میں لکھنؤ کے علاوہ حضرت ساحرؔ لکھنوی نے دہلی، علی گڑھ اور الٰہ آباد میں بھی متعدد جگہوں پر مرثیے پیش کیے اور خدا کے فضل اور مولاؑ کے کرم سے ہر جگہ کے سامعین نے بے پناہ پسندیدگی کا اظہار کیا۔

دیگر اصنافِ سخن:

قصیدے اور مرثیے کے علاوہ نعت ومنقبت، سلام، نوحے، روایتیں، رباعیات، قطعات، تہنیتی اور تعزیتی نظموں وغیرہ کے علاوہ تاریخ گوئی بھی ان کی مشقِ سخن میں شامل ہے۔

نثر نگاری:

''خواب'' کے عنوان سے پہلا افسانہ اپنے وقت کے معروف اور مقبول ادبی رسالے ''بیسویں صدی'' میں شائع ہوا۔ بعد میں دو چار مزید افسانے لکھنے کے بعد یہ شغل ترک کر دیا۔ اس کے علاوہ اہم موضوعات پر مضامین، تبصرے اور تقریظیں، تحقیق وتنقید پر مبنی مقالے اور کتابیں تصنیف وتالیف کرنا بھی ان کے ادبی مشاغل میں شامل ہیں۔

شمس الادباء مولانا سیّد محمد باقر شمسؔ لکھنوی نے ''ساحرؔ اور اُن کا شاعرانہ مرتبہ'' ماہنامہ ''پنج

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آہنگ'' اور ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو'' کے صفحہ ۶۸۱ پر تحریر فرمایا:

''ساحرؔ صاحب نے ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ رباعی، قطعہ، غزل، تہنیتی نظمیں، منظوم تقریظیں، تاریخ گوئی، سجع گوئی، نوحہ، سلام، قصیدے اور مرثیے سب کچھ کہا ہے اور کہہ رہے ہیں۔ نثر نگاری میں بھی ان کو خاص سلیقہ ہے۔ مختلف رسائل اور اخبارات میں ان کے مطبوعہ مضامین ان کی انشاء پردازی کی خوبیوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔''

تلمذ:

سب سے پہلا سلام حضرت لسان الشعراء مولانا سیّد اولاد حسین عرف مولوی للّن صاحب قبلہ شاعرؔ اعلی اللہ مقامہٗ کی خدمت میں سے اصلاح کی غرض سے پیش کیا۔ اس طرح وہ استادِ اوّل قرار پائے۔ جناب ساحرؔ نے حسینی شاعر حضرت فضلؔ نقوی لکھنوی سے فیض حاصل کیا۔ کراچی آنے کے بعد شاعرِ آلِ محمدؐ حضرت نسیمؔ امروہوی سے مشورۂ سخن شروع کیا۔ نسیمؔ صاحب نے ایک مرتبہ قصیدہ سن کر، جو ان کا دیکھا ہوا نہیں تھا، بآوازِ بلند فرمایا کہ ساحرؔ صاحب آپ کو اصلاح کی ضرورت نہیں۔

مطبوعات:

۱۔ مرثیہ ''قطبؔ شاہ سے ساحرؔ تک'' مطبوعہ ۱۹۷۶ء، کراچی۔
۲۔ ''علم اور علماء'' (شخصی مرثیہ در حالِ سیّد العلماء علامہ علی نقیؒ)، ۱۹۹۰ء، دہلی (بھارت)۔
۳۔ ''علم اور علماء''، ۱۹۹۲ء، بار دوم، کراچی۔
۴۔ ''فقہ و شمشیر'' (مرثیہ)، ۱۹۹۲ء، دہلی (بھارت)۔
۵۔ ''آیاتِ درد'' (مجموعۂ مراثی)، ۱۹۹۴ء، کراچی۔
۶۔ ''صحیفۂ مدحت'' (مجموعۂ قصائد)، ۱۹۹۷ء، کراچی۔
۷۔ ''ایمانی شہ پارے'' (مرتب کردہ مذہبی مضامین)، ۱۹۹۸ء، کراچی۔
۸۔ ''فنِ تاریخ گوئی کا تنقیدی جائزہ''، ۱۹۹۹ء، کراچی۔
۹۔ ''یقینِ کامل'' (مذہبی موضوعات)، ۱۹۹۹ء، کراچی۔
۱۰۔ ''احساسِ غم'' (مرثیوں کا دوسرا مجموعہ)، ۲۰۰۱ء، کراچی۔
۱۱۔ ''لہو رنگ صحرا'' (سلام، نوحے، روایتیں)، ۲۰۰۴ء، کراچی۔
۱۲۔ ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو ــــ ماہر سے ساحرؔ تک''، ۲۰۰۳ء، کراچی۔
۱۳۔ ''باتیں ہماری رہ گئیں'' (حسین اعظمی مرحوم کے بارے میں مرتب کردہ)، کراچی۔
۱۴۔ ''مرثیہ پر اعتراضات کا تنقیدی جائزہ''، ۲۰۰۹ء، کراچی۔
۱۵۔ ''برِ صغیر میں تشیع اور اجتہاد'' ــــ تحقیقی و تنقیدی مقالہ (زیرِ قلم)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سید مہدی نقوی عرف دانش

غفراں مآب حضرت سیّد دلدار علی نقوی طاب ثراہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

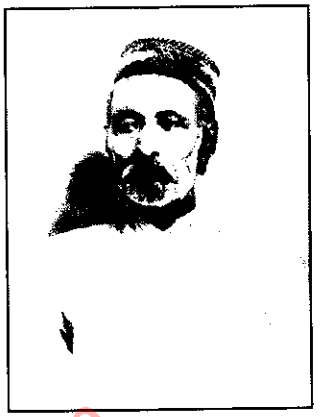

نواب میر مہدی حسین ماہرؔ

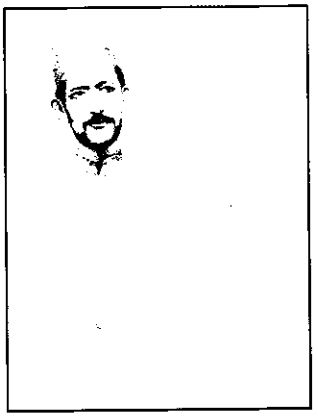

نواب مولوی سیّد محمد جعفر اُمیدؔ

نواب مولوی سیّد اصغر حسین فاخرؔ

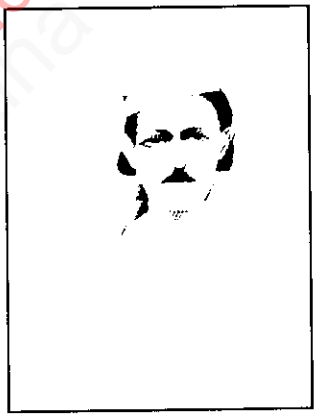

نواب مولوی سیّد محمد کاظم جاویدؔ

نواب سیّد فرزند حسین ذاخرؔ

نواب مولوی سیّد محمد اصطفیٰ خورشیدؔ

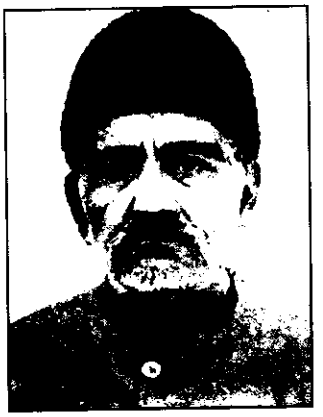

نواب مولوی سیّد اولاد حسین شاعرؔ

نواب سید ابن الحسن مہدی نظمیؔ

نواب سیّد محمد مہدی تاثیرؔ نقوی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نواب مولوی سید اختر حسین مصورؔ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ساحر لکھنوی اپنے برادر خرد جناب سید ثابت حسین صاحب ثابت لکھنوی
عرف حضور نواب صاحب سلمہ کے ساتھ لکھنؤ میں ۱۹۸۵ء میں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سید محمد مہدی نقوی عرف دانش

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱۔درمیان میں حضرت سید العلماء علامہ سید علی نقی صاحب عرف مولوی نقن صاحب قبلہ طاب ثراہ
۲۔بائیں طرف محسن الملت جناب مولانا سید محمد محسن صاحب قبلہ طاب ثراہ
۳۔دائیں طرف ساحر لکھنوی (زمانہ تقریباً ۸۲۔۱۹۸۱ء)

۱۔بائیں طرف حضرت سید العلماء علامہ سید علی نقی صاحب عرف مولوی نقن صاحب طاب ثراہ
۲۔دائیں طرف: صادق الملت جناب مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق صاحب مدظلہ العالی
۳۔درمیان میں: ساحر لکھنوی (زمانہ تقریباً ۸۳۔۱۹۸۲ء)

۱۔بائیں طرف سے دوسرے: سید العلماء علامہ سید علی نقی عرف مولوی نقن صاحب طاب ثراہ
۲۔دائیں طرف سے دوسرے: جناب سید ذوالفقار حیدر نقوی اجتہادی مرحوم
۳۔بائیں طرف سے پہلے: ساحر لکھنوی (زمانہ تقریباً ۸۰۔۱۹۷۹ء)

ساحر لکھنوی حضرت عماد العلماء علامہ ڈاکٹر سید علی محمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی خلف حضرت سید العلماء علامہ سید علی نقی صاحب عرف مولوی نقن صاحب طاب ثراہ کے ہمراہ لکھنؤ کی امام بارگاہ سید تقی صاحب جنت مآب میں جہاں حضرت سید العلماء طاب ثراہ کی آخری آرام گاہ ہے۔

۱۔درمیان میں: جناب محترم مولانا سید کلب جواد صاحب قبلہ مدظلہ العالی
خلف صفوۃ العلماء مولانا سید کلب عابد صاحب قبلہ طاب ثراہ
۲۔دائیں طرف سے پہلے: جناب آغا سید محمد حسین صاحب قبلہ مرحوم ومغفور جن کے دولت کدہ پر یہ تصویر کھینچی گئی تھی۔
۳۔بائیں طرف سے پہلے: ساحر لکھنوی (زمانہ تقریباً ۸۹۔۱۹۸۸ء)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خاکہ

ساحر لکھنوی ـــــ عہدِ جدید کا نوجوان بزرگ

ڈاکٹر آغا سلمان باقر

۲۴ اکتوبر ۲۰۰۹ء ـــــ کراچی ـــــ رات آٹھ بجے

خنکی پر مائل، گلابی سردی جو سمندری ہوا کے سبب بہار کی خوشگواری کے لطیف احساس کو روح و بدن میں بیدار کر رہی تھی۔ کراچی میں ایسا موسم کسی کسی شام میں سُوہانے پَن کا جواز پیدا کرتا ہے۔ میں اور میری بیٹی فریبا فاطمہ گلشنِ اقبال میں باب العلم امام بارگاہ کے باہر محفوظ سڑک پر کھڑے کراچی کی باتیں کر رہے تھے۔ ہم پہلے لوگ تھے جو یہاں دوسرے مندوبین اور شرکائے تقریب سے پہلے پہنچ گئے تھے۔ امام بارگاہ کے بلتستانی گارڈ ہماری اس چہل قدمی سے خاصے محتاط تھے۔ ایک نے پوچھا: کسی کا انتظار ہے۔ میں نے کہا: ہاں صاحبِ تقریب کا اور دیگر شرکاء کا۔ وہ مطمئن ہو گئے۔ چند منٹ گزرے ہونگے کہ امام بارگاہ کے مرکزی دروازے کی دائیں سڑک سے خاص طرح کی گھٹ گھٹ سنائی دینے لگی۔ مگر سیدھی سڑک بالکل خالی تھی۔ ابھی ہم اُس طرف دیکھ ہی رہے تھے کہ سامنے کونے والی ذیلی سڑک سے ایک مختصر قافلہ اس مرکزی سڑک پر ہماری جانب مڑ گیا۔ میں نے غور سے دیکھا۔

چار پانچ اُبھرتی عمر کے بچے، کرتے پاجامے میں ملبوس، اُن بچوں کے ساتھ نوجوان، بلکہ خوبصورت نوجوان، اور اس مختصر سے قافلے کی قیادت ایک نوجوان بزرگ کر رہے تھے کہ جو چُوپایہ چلنے کے اسٹینڈ کو بڑی نفاست سے ایک قدم بڑھا کر آگے رکھتے اور پھر اُس کے سہارے قدم بڑھاتے جاتے تھے۔ یہ ٹھک ٹھک کی آواز اُس چلنے بلکہ چلوانے والے چوکور اسٹینڈ کی تھی، جس کی وجہ سے ہم چونکے تھے اور متوجہ ہوئے تھے۔ اب وہ سب ہمارے سامنے تھے۔ میں حیران تھا کہ نوجوان بزرگ کی رفتار اور وقار، اُسی رفتار پر سُبک خرام تھا کہ جو اُن کے ساتھ نسلِ نوجوان کا تھا۔ مجھے یہ تیز تیز سفر کرتے نوجوان بزرگ اور جوان، بڑے بھلے سے لگے۔

نوجوان بزرگ کی بزرگی، وقار، معذوری کی نیم کیفیت اور رفتار نے خاصہ چونکا دیا، اور نوجوان بزرگ کی خوبصورتی اور بانکے پن سے بھری رفتار نے اپنی روحانی گرفت کا اسیر کر لیا۔ مجھے وہ اچھے لگے اور پیارے بھی۔ اُنہوں نے ایک نظر بے اعتنائی سے مجھے، میری بیٹی اور میرے دوست تنویر حیدر رضوی کو دیکھا اور اُسی وقار سے ہمارے پاس سے آگے گزر گئے۔ مگر میں اُن کے ہوا کے دوش پر اُڑے سراپے کے بانکپن میں الجھ گیا۔

درمیانہ سا قد، چھریرا اور نپا تُلا بدن، آنکھوں پر سیاہی مائل شیشوں والی نظر کی دور بین عینک، عینک کا فریم،

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

چہرے کے کتابی پن سے میل کھاتا ہوا، جواُن کے شتابی چہرے کے حسن میں اضافے کا سبب تھا۔ داڑھی زیادہ تر سفید مگر کہیں کہیں کوئی سیاہ بال اور وہ بال جو سیاہ تھا، اپنی خوبصورتی کی آپ مثال تھا۔ چھوٹی سی تکونی، مگر نفاست سے ترشی ہوئی داڑھی، جواُن کے چہرے کو نورانی حُسن و جمال سے مزید آراستہ کرتی جارہی تھی۔ بس اتنی چھوٹی کہ خوبصورت نظر آئے اور اتنی تابناک کہ دُور سے نور افشانی کرے۔ باریک مگر خمیدہ ہونٹ کہ جو پان کی سُرخی سے مسکراتے محسوس ہوں، اور اس کے ساتھ قوام کی بینی بینی خوشبو سے معطری کا دُور تک احساس۔

تیکھا ناک نقشہ، ناک ستواں، چہرہ نفاست و شرافت کی بے اختیار علامت؛ کمر اور گردن کے خَم میں تناسب کہ بوڑھا نوجوان نظر آئے اور اُس پر شیروانی کی خوبصورتی اور خوبصورتی سے ترشی ہوئی کمر، جواُن کے چھریرے بدن میں بلا کی طاقت کے احساس کو اجاگر کررہی تھی۔ پاجامہ کُھلا، قرینے کا سلا ہوا، سفید جو شیروانی کی خوبصورتی کو نکھار رہا تھا۔ پیروں میں مُکیشن کے چمکتے ہوئے براؤن جُوتے اور چال میں لکھنوی بانکپن ـــــ ایسے جیسے کوئی لکھنوی شہزادہ دھوم دھام سے روایت و تہذیب کا اُوڑھنا اُوڑھے، کسی چھیلی نار کے دیوان خانے کی زیارت کو سرِ شام آتا ہو اور لکھنوی تہذیب کے آخری بانکے کے دیدار کو ہم کھڑے دل ہی دل میں سلام کرتے ہوں اور کورنش بجالانے کو بے تاب ہوں کہ کیسے آگے بڑھ کر آداب کہیں ـــــ یہ حضرت ساحرؔ لکھنوی تھے کہ جن کے سحر نے جکڑ لیا تھا اور ہم اُس ساحر کے سحر میں سحر زدہ کھڑے کے کھڑے رہ گئے اور طلسم خانے میں پھر سے اکیلے رہ گئے۔ خنکی پر مائل گلابی سردی جو سمندری ہوا کے سبب بہار کی خوشگواری کے لطیف احساس کو روح و بدن میں بیدار کررہی تھی، ایک ساحر کے سحر میں لطف و انبساط کے بچکولوں کے نرم احساس سے معطر کررہی تھی۔ ساحرؔ لکھنوی نے عطرِ عنبر لگا رکھا تھا جس کی خوشبو کا لطیف احساس سحر بن کر اپنا جادو جگانے لگا۔

امام بارگاہ باب العلم کا ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ساحرؔ لکھنوی کی تقریر جاری تھی۔ اُن کی تقریر کے بعض نکتہ رس پہلو، اُن کی بیدار مغزی اور رکھ رکھاؤ کا ثبوت تھے۔ ہر بات نپی تُلی، ہر جملہ سجا سجایا اور بات کا ہر پہلو سچائی کا ثبوت۔ رکھ رکھاؤ کا یہ عالم تھا کہ لفظوں اور خیال کا نازک پن، لکھنؤ کے درخشاں و تاباں عہد سے لگا کھاتا تھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ ہم خوش نصیب ہیں کہ ایسی نابغۂ روزگار ہستیاں ہمارے درمیان موجود ہیں، جو ہمارے عصر و عہد کی تابناکی کی شمع کو روشن رکھے ہوئے ہیں۔ لکھنوی تہذیب کے قاعدے قرینے کا مجسمہ ساحرؔ لکھنوی، موجودہ نئے عہد میں اپنی مثال آپ ہے جس کی موجودگی ماضی کی گم گشتہ تہذیب کو اس قحط الرجال میں بھی لکھنوی آثار کے خوبصورت تمدن کی تابناکی میں جگمگا رہی ہے۔

میری یہ ساحرؔ لکھنوی سے پہلی ملاقات تھی۔ مگر ٹیلی فون پر بہر حال اکثر ملاقات ہے۔ ٹیلی فون پر خوبی یہ ہے کہ لفظ، خیال اور آواز کے زیر و بم سنائی دیتے ہیں جو ابلاغ کا سب سے آسان و سہل موجودہ ذریعہ ہے۔ اب تو وہ زمانہ ہے کہ ٹیلی فون کی بات چیت ہی نصف ملاقات کہلاتی ہے۔ پہلے خط کو نصف ملاقات کہا جاتا تھا۔ زمانے کی ترقی نے بہت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سے رموز کے مفاہیم تبدیل کر دیئے ہیں۔ مگر حضرت ساحر لکھنوی کو یہ استثناء حاصل ہے کہ جب بھی وہ فون پر بات کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جو نستعلیق اور یگانۂ روزگار شخصیت ہم کلام ہے، وہ ضرور بہ ضرور لکھنؤ کے کسی کوچے سے عہدِ پارینہ کی زندہ بازگشت ہے۔ اُن کا سلام و آداب کہنے کا طور طریقہ، لفظوں کی ادائیگی کا لوچ، تلفظ کی حرمت کا خیال، جملوں کی احترام و ادب سے ادائیگی کا انداز، لہجے کی شگفتہ شگفتہ نرماہٹ سب کچھ لازوال محبت کا زندۂ جاوید پرتو ہوتا ہے۔ ایسے لب و لہجے آج کے عہد میں نہ صرف ناپید ہیں — بلکہ نایاب ہیں۔

یہی لکھنوی بازگشت اُن کی تحریروں میں بھی نمایاں ہے اور اُن کی نایاب تاریخی کتاب ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو'' لکھنوی آثار و تہذیب میں موجودہ دور کی ایک لافانی مگر زندۂ جاوید دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔ اُنہوں نے اپنے خاندان کی ہزار سالہ تاریخ کے اہم ترین گوشے اس کتاب میں پہلی مرتبہ، آئینہ کیے ہیں، جس سے ان کے خانوادے کی علمی، مذہبی اور تاریخی حیثیت کے نایاب اور گم گشتہ پہلو سامنے آئے ہیں، اور میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ عہد میں اسلاف کی ایسی یادگار تحریروں کی اشد ضرورت ہے کہ عین جس وقت پاکستانی معاشرہ اپنی اقدار تیزی سے کھو رہا ہے اور چابک دستی کے ساتھ پائمال کر رہا ہے۔ یہ خاندانی داستان اور اُس کے بیان کا دلچسپ داستانی انداز، صرف انہی لوگوں میں ممکن ہے کہ جو مضبوط خاندانی روایات رکھتے ہوں۔ یہ تہذیب و قاعدے اور رکھ رکھاؤ اُن خاندانوں میں ہوتے ہی نہیں کہ جن کی جڑیں سطحی ہوتی ہے۔ مضبوط تہذیبی اقدار کے حامل گھرانے ہی اقدار کے تحفظ کے امین ہوتے ہیں۔ انہی میں تہذیب یا فنگی کے مضبوط قلعے اور خاندانی اقدار کے ستون جا بجا اپنی شان دکھاتے ملتے ہیں۔ ساحر لکھنوی کا گھرانہ آج بھی ایسے ہی ستونوں اور اقدار کی مضبوط بنیادوں پر مضبوطی سے کھڑا ہے، جس کی چکا چوند مثال اُن کی یہ تصنیف اور اُس کے مضامین و واقعات ہیں۔ لکھنوی تہذیب و روایت ابھی زندۂ جاوید ہے۔ ساحر لکھنوی کی اس کتاب کو دیکھ کر احساس ہوتا ہے کہ ابھی وہ اقدار باقی ہیں۔ نا اُمیدی کے آسیب کو ابھی تک اتنی مجال نہیں کہ وہ اس تاریخ ساز عہد کو پامال کر سکے۔ لکھنوی اقدار ساحر لکھنوی میں اپنے پورے جمال کی بازیافت کے ساتھ موجود ہیں۔ وہ جب اپنے بارے میں، جہاں کہیں بھی، اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں تو لکھنوی خاکساری اور انکساری پورے شباب کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ نمود و نمائش اور بے باکی کے سیاہ ترین عہد میں ساحر لکھنوی کی یہ منکسر المزاجی فقط انہی کو زیبا ہے۔ یقیناً انہوں نے اس انکساری سے پہنچنے والے نقصان کو اپنے اعصاب پر دلیری کے ساتھ ایک بڑے حوصلے میں برداشت کیا ہو گا۔ انکساری اور لکھنویت کے امتزاج سے آراستہ انہی کے تحریر کردہ دو حوالے اُن کی خوبصورت اور حوصلہ مند شخصیت کے آئینہ دار ہیں:

''..... میری ان محنتوں کا ثمر اب اس کتاب کی صورت میں رثائی ادب کے شائقین اور اہلِ نقد و نظر کے سامنے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہے۔اس کے متعلق وہ کیا رائے قائم کرتے ہیں، یہ تو مجھے معلوم نہیں، لیکن تمام کوششوں کے باوجود اس میں کچھ اسقام ہو سکتے ہیں۔اس لیے قارئینِ کرام مجھ کو میری کوتاہیوں سے مطلع فرمائیں تو شکر گزار رہوں گا۔''

ایک دوسری جگہ نہایت عجز وانکساری سے فرماتے ہیں:

''.....ہوسکتا ہے کہ میری یہ معروضات بعض قارئینِ کرام کے اذہانِ عالیہ پر بار ہوں۔۔۔۔۔۔اُمید ہے جن حضرات کو میری یہ تحریر ناگوار گزرے، وہ مجھے فراخ دلی سے کام لیتے ہوئے معاف فرمادیں گے۔''

(بحوالہ:''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو'' ــــ صفحہ ۱۲ تا ۳۶)

اپنی ذات کے حوالے سے جب وہ اپنا تذکرہ کرتے ہیں تو خاکساری اور انکساری میں کسرِ نفسی کی اُن حدوں کو دلیری کے ساتھ چھوتے ہیں، جو صرف ایک خاندانی لکھنوی یا پھر ساحؔر لکھنوی ہی کے حصے میں آنے کا امکان ہے۔ حالانکہ اُنہوں نے اعلیٰ ترین مروجہ تعلیم حاصل کی، مگر جب وہ یہ جملہ لکھتے ہیں کہ میں تو ایک ہیچ مندان بے علم و بے ہنر، کم سواد و کم نظر شخص ہوں، تو اس جملے کی بُنت اُن کی علمی معاملات میں اعلیٰ ظرفی، کمالِ علمی اور رفعتِ نظر کے بھید کھول دیتی ہے۔مگر حضرت ساحؔر لکھنوی ہیں کہ پھر بھی رکتے نہیں، اُن کی ذات کا شامیانہ، انکساری کے میدان میں سب سے نمایاں لگا نظر آتا ہے۔مثلاً جب وہ اپنی تعلیم کا ذکر کرتے ہیں تو پہلا جملہ اختصار میں صرف اتنا تحریر فرماتے ہیں کہ ''تعلیم واجبی ہے'' ــــ مگر جب اُن کی زبانی ان کی حاصل کردہ تعلیمی سرگرمیوں اور ڈگریوں کی تفصیل سامنے آتی ہے تو خواہ مخواہ زبان سے یہی نکلتا ہے کہ یا حضرت ساحؔر لکھنوی! اس کو واجبی کہتے ہیں؟ ذرا ملاحظہ کیجئے انکساری کے سمندر میں درخشاں و تاباں ساحؔر لکھنوی کی تعلیمی عظمت کا حال ــــ لکھتے ہیں:

''.....تعلیم واجبی ہے۔۔۔۔۔۔!

یو پی بورڈ سے میٹرک کا امتحان اوّل درجے میں پاس کیا؛ کراچی میں اسلامیہ کالج (کراچی یونی ورسٹی) سے گریجویشن (بی۔اے) کیا؛ اُردو ادب میں کراچی یونیورسٹی سے پرائیویٹ طالب علم کے طور ایم۔اے پر کیا؛ ایس۔ایم لاء کالج سے قانون میں گریجویشن (ایل۔ایل۔بی) کی ڈگری بھی اوّل درجہ میں حاصل کی؛ صنعتی و مزدور قوانین کا امتحان قانون کی تعلیم کے پرائیویٹ ادارے سے پاس کیا۔اس خاکسار نے اس امتحان میں پہلی پوزیشن حاصل کی اور پورے پاکستان میں اوّل آیا۔''

(بحوالہ:''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو'' ــــ صفحہ ۲۶۵)

حضرت ساحؔر لکھنوی نے یہ سب لکھ کر بھی انکساری کے گھوڑے کی باگ نہ چھوڑی۔میں نے انکساری کو گھوڑا اس لیے کہا کہ گھوڑا جب ہوتا ہے تو بے لگام ہی ہوتا ہے اور وہ پھر کسی کے قابو میں نہیں آتا اور دوسرے یہ کہ گھوڑے کا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

انکساری سے کیا تعلق؟ مگر حضرت ساحرؔ لکھنوی نے عجب کمال کیا کہ وہ تو باگ چھڑاتا تھا مگر وہ تھے کہ انکساری، وہ بھی لکھنویت بھری، کسی طرح نہ الگ ہوتے تھے۔ اس کا عملی مظاہرہ ذرا یہاں ملاحظہ کیجئے کہ جب وہ اپنی علمی استعداد کو بیان فرماتے ہیں تو عاجزی کی حدوں کو پھلانگ جاتے ہیں۔ بتایئے ایسے نفیس طبع اور صاحبِ علم ہمیں آج کہاں ملتے ہیں۔ ساحرؔ لکھنوی جیسے صاحبِ علم و کمال یقیناً نادرِ روزگار اور یکتا و یگانہ ہی ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''ـــــ میں کیا اور میری علمی استعداد کیا ـــــ جاہلِ محض ہوں ـــــ جو کچھ شُد بُد ہے وہ گھر کے ماحول، خاندان کے اثرات، بزرگوں کی میراث اور ماں باپ کی نیک خواہشات اور تمناؤں کا ثمر ہے۔ جب کسی صاحبِ علم کو دیکھتا ہوں تو اپنے آپ سے اس طرح خجل ہو جاتا ہوں جس طرح مور اپنے پاؤں دیکھ کر شرما جاتا ہے۔ اکثر خیال آتا ہے کہ کاش کچھ علم حاصل کر لیا ہوتا۔''

حضرت ساحرؔ لکھنوی اپنی ذات کے بارے میں، اپنے حلیئے کے بارے میں، کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہیں۔ اسی لیے تو میں کہتا ہوں کہ یہ نوجوان بزرگ کمال ہی کمال ہے۔ کہتے ہیں:

''...... معمولی شکل و صورت اور اوسط قد و قامت کا شخص ہوں۔ میری کتابوں پر میری تصویروں سے خود اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔''

بُزدلی کا اعتراف کرتے ہیں تو خالص لکھنووالے لگتے ہیں بلکہ یوں کہیئے کہ اپنی میراث کو خوش دلی سے سنبھالے بیٹھے ہیں جیسے کوئی حسین کنواری دوشیزہ، آنچل سے تاباں چہرہ چھپا کر سکھیوں سے کہتی ہو کہ مجھ سے بدصورت تو رُوئے زمین پر کوئی نہ ہوگا، نہ ہے:

''...... اخلاقی اعتبار سے بزدل ہوں۔ کسی کے منفی رویوں اور جھوٹی اور بے بنیاد باتوں کا جواب بھی نہیں دے سکتا کہ اُس کو تکلیف نہ پہنچے ــــــ ریاکاری سے نفرت ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ نہ منافق ہوں، نہ ریاکار۔''

جدید مرثیہ گوئی میں حضرت ساحرؔ لکھنوی کا یقیناً بڑا مقام ہے۔ رثائی شاعری ہو یا غزل کا میدان ان حضرت کا مصرع قواعدِ عروض کی پوری کلاسیکل اور جدید خصوصیات کے ساتھ نظر آتا ہے۔ ہم اُن کی شعری توانائی کو ہر جگہ خیال اور قوتِ نمو کے ساتھ محسوس کر سکتے ہیں۔ اسی لیے اُن کے حاسد بھی پیدا ہو گئے جو اس امر کی واضح دلیل اور ساحرؔ لکھنوی کے لیے یک گونہ سکون کا سبب ہیں کہ وہ اپنے شعری میدان میں اپنا مزاج اور اپنا منفرد اسلوب رکھتے ہیں۔ نثر نگاری اُن کا مرکزی میدانِ سخن طرازی نہیں ہے مگر پھر بھی اُن کی نثری تحریریں، سادگی اور خوش اسلوبی کے پیرہن سے اُسی روائتی لکھنوی انداز میں بنی سنوری نظر آتی ہیں۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ساحر لکھنوی کو اپنے ''خاندانِ اجتہاد'' کی مرثیہ گوئی پر فخر ہے۔ محسوس ہوتا ہے کہ وہ اسی عظمت کے سائے تلے جی رہے ہیں اور کینسر جیسے موذی مرض سے اس حال میں بھی کامیابی سے جنگ کر رہے ہیں۔ آثار و افکار اکادمی کی سالانہ تقریبات اس امر کا منہ بولتا ثبوت ہیں، جو ان کے زیرِ سایہ پھل پھول رہی ہے، اور وہ اپنے خونِ جگر سے اُس کی آبیاری کر رہے ہیں۔

ساحر لکھنوی نہ تو کینسر سے خوف زدہ ہوئے ہیں اور نہ ہی حاسدوں کے حسد سے دل برداشتہ۔ مگر جس شے سے وہ دلبرداشتہ ہوئے وہ اُن کے خاندان میں روائتی مرثیے کی تخلیق کا زوال ہے، جس نے اُن کے دل و دماغ پر اچھے اثرات مرتب نہیں کیئے۔ اُن کی اولاد میں اُنہیں کوئی مزید مرثیہ نگار شاعر نہیں نظر آیا جو خاندانِ اجتہاد کی صدیوں سے چلی آئی مرثیہ گوئی کی تخلیق کاری کی روایت کو آگے بڑھاتا محسوس ہو۔ اُن کا یہ دکھ شاید اُن کے ساتھ ہی جائے گا۔ مگر دعا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بتصدقِ چہاردہ معصومینؑ اُن کے اس دکھ کو سکھ میں بدل دے۔ ساحر لکھنوی صاحب! یقین مانیئے کہ ایسی کایا کلپ ہو جایا کرتی ہے۔

وہ اپنے خاندان کو موجودہ عہد میں روبہ زوال دیکھتے ہیں۔ جگہ جگہ نا امیدی کے سائے میں بَر ملا لکھتے ہیں:

''..... بدقسمتی سے میں خاندانِ اجتہاد کا آخری مرثیہ گو ہوں۔ افسوس کہ تقریباً سوا سو سال پر محیط اس عظیم خاندان کی مرثیہ گوئی کی روایت میرے ساتھ ختم ہو جائے گی۔ ہر عہد اور ہر دور کو ایک نہ ایک دن ختم ہونا ہوتا ہے..... میں اپنے آپ کو اس عظیم خانوادہ کا آخری مرثیہ گو سمجھتا ہوں۔ یہ حقیقت ہے کہ شاعری تو خاندان سے ختم نہیں ہوئی ہے مگر میری چشمِ تصور میں دُور دور تک خاندان میں کوئی ایسا شاعر اَب نہیں ہے، جس سے مرثیہ گوئی کی توقع کی جا سکے، اس لیے اس چراغ کو روشن رکھنے والا میں آخری اور واحد شخص ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میرے بعد ''کوئی چراغ جلے گا نہ روشنی ہوگی۔''

مجھے ساحر لکھنوی کی مذکورہ بالا تحریر سے صرف ایک جملے کی بناء پر اختلاف ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ حقیقت ہے کہ شاعری تو خاندان سے ختم نہیں ہوئی۔ اسی جملے نے میری سوچ کے دھارے کو بدلا ہے۔ وہ یہ کہ اگر خاندانِ اجتہاد کے موجودہ ولی عہد شاعری کر رہے ہیں تو کل مرثیہ بھی کہیں گے۔ یقیناً کہیں گے۔ ساحر لکھنوی صاحب! آپ غور کیجئے کہ موجودہ عہد میں آپ اس خاندان میں سورج کا سا لافانی مقام رکھتے ہیں۔ بھلا آپ کے ہوتے ہوئے آپ کے گھرانے کا کوئی نوجوان جو آپ کی محبت میں لکھنوی تہذیب سے آراستہ اور لحاظِ ادب رکھتا ہے وہ کیسے اور کس طرح آپ کے سامنے مرثیہ کہنے، پڑھنے اور لکھنے کی جرأت کر سکتا ہے — ایک وقت آئے گا کہ انہی کے مرثیے سربلند ہوں گے — انشاءاللہ بتائیدِ چہاردہ معصومینؑ!

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جنابِ ساحرؔ لکھنوی کی زندگی کے چند اہم واقعات

سیّدہ سائرہ بتول زیدی

۞ جناب ساحرؔ لکھنوی کے والدِ گرامی قدر جنت مکانی ۱۹۶۰ء میں لاہور میں انتقال فرما چکے تھے، لیکن اُس وقت آپ کے بڑے چچا نواب سیّد افسر حسین ایڈووکیٹ اور اُن سے چھوٹے چچا نواب سیّد افخر حسین اور آپ کے پھوپھا کنور سیّد حسن عباس صاحب حیات تھے۔

تینوں بزرگ جنابِ ساحرؔ کے ساتھ مجالس میں تشریف لے جاتے تھے۔ جب ساحرؔ لکھنوی مرثیہ خوانی فرماتے، داد و تحسین کی صداؤں سے ان کے بزرگوں کے چہروں سے مسرت ظاہر ہوتی تھی، مگر خود داد نہیں دیتے تھے۔

۞ ''سیمنس'' (SIEMENS) جرمنی کا معروف ادارہ انجینئرنگ کے حوالے سے ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ کراچی میں انتظامیہ کا ایک شعبہ ہے ''Labour & Administration Department''، جس میں پرسانل مینجمنٹ اور ایڈمنسٹریشن کے سربراہ کی حیثیت سے جنابِ ساحرؔ لکھنوی نے تیس سال تک فرائضِ منصبی ادا کرتے ہوئے 1993ء میں ریٹائرمنٹ لی۔

۞ 1979ء میں چودہ سال کے بعد لکھنؤ گئے۔ اس وقت تک صرف چار مرثیے کہے تھے، لیکن خدا کے فضل سے وہ اتنے مقبول ہوئے کہ بہت مجلسیں پڑھیں۔

۞ 1979ء میں لکھنؤ میں جناب ساحرؔ لکھنوی کی آمد کی خبر پا کر دوردرشن لکھنؤ ٹی۔ وی نے اُن کے مرثیوں کی مقبولیت کے پیشِ نظر ''قدیم و جدید مرثیہ'' کے موضوع پر ٹی۔ وی مباحثہ ترتیب دیا۔ اس مباحثہ میں جنابِ جدید لکھنوی نے قدیم مرثیہ کی نمائندگی کی اور جنابِ ساحرؔ لکھنوی نے جدید مرثیہ پر اظہارِ خیال فرمایا۔ اس پروگرام کو بہت پسند کیا گیا۔

۞ 1983ء میں جناب ساحرؔ پھر لکھنؤ گئے تو دوردرشن لکھنؤ (ٹی۔ وی) نے پھر ایک پروگرام مرثیہ کے حوالے سے ترتیب دیا جس میں جناب ساحرؔ لکھنوی کو ہی مدعو کیا گیا۔

۞ 1998ء میں جب آخری بار ہندوستان گئے تو رجب المرجب کا مہینہ تھا۔ دوردرشن دہلی کے پروڈیوسر جناب ساحرؔ لکھنوی کی قیام گاہ پر تشریف لائے اور کہا کہ مولا علیؑ کے میلادِ مبارک کے حوالے سے ایک محفلِ منقبت منعقد کرنا چاہتے ہیں، جو دوردرشن دہلی کی انٹرنیشنل نشریات میں شامل کیا جائے گا۔ ان دنوں جناب ساحرؔ لکھنوی بہت بیمار تھے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ان کے چھوٹے بھائی اور بھاوج نے بھی محفل میں شرکت سے منع کیا کہ طبیعت کی اتنی خرابی میں مناسب نہیں ہے۔ لیکن ان پروڈیوسر صاحب نے کہا کہ دیکھئے آپ پاکستانی ہیں ہم نے جناب کو مدعو کرنے کے لیے افسرانِ مجاز سے خصوصی اجازت حاصل کی ہے۔ اب اگر آپ نے شرکت نہ کی تو ہمارے لیے بڑی مشکل ہو جائے گی۔ جناب ساحر نے شرکت کا وعدہ کر لیا اور بیماری کے باوجود ٹی۔ وی اسٹیشن جا کر محفل کا پروگرام ریکارڈ کروایا۔ اگرچہ پروڈیوسر صاحب نے محفل کی صدارت کا اعلان نہیں کیا تھا لیکن جناب ساحر لکھنوی کو اسٹیج پر صدر نشین کیا گیا اور سب سے آخر میں پڑھوایا گیا۔

- علی گڑھ میں بھی مرثیہ پیش کیا۔ دہلی میں متعدد مجالس میں درگاہِ شاہِ مرداںؑ، دہلی اور دہلی شیعہ جامع مسجد نیز سفینۃ الہدایۃ ٹرسٹ خدیجی، دہلی اور بعض گھروں کی مجالس میں بھی مرثیے پیش کئے۔
- 2005ء تک مرثیہ فاؤنڈیشن، کراچی کے صدر رہے۔
- 1997ء میں ماہنامہ ''خیر العمل'' لاہور میں گرامی مرتبت جناب محترم ڈاکٹر عسکری بن احمد مدظلہ العالی کے ایک اداریہ سے یہ اطلاع ملی کہ حکومتِ پاکستان کی وزارتِ مذہبی اُمور نے سالانہ مقابلۂ کتب بسلسلۂ سیرت النبیؐ میں جناب علامہ طالب حسین کرپالوی شہید کی پچیس جلدوں پر مشتمل ''سیرت النبیؐ'' کی کتابیں یہ کہہ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ اس میں حضرت ابو طالبؑ کے ساتھ ''علیہ السلام'' لکھا گیا ہے، اس لیے یہ کتابیں شریکِ مقابلہ نہیں ہو سکتیں۔ اس خبر نے جناب ساحر لکھنوی کو شدید دھچکا پہنچایا۔ چنانچہ اپنے چند ساتھیوں کو جمع کر کے صورتِ حال بتائی اور کہا کہ بدقسمتی سے خود قوم کے پاس ایسا کوئی ادارہ نہیں ہے جو اپنے اہلِ علم و قلم کی قدر افزائی اور پذیرائی کرتا ہو، اس لیے ضروری ہے کہ ایسا ایک ادارہ قائم کیا جائے جس کے اراکین مخلص اور بے غرض ہوں، اور جن کا کوئی ذاتی مفاد ادارہ سے وابستہ نہ ہو۔

جناب ساحر لکھنوی کی یہ بات ''مولائے علمؑ'' کو پسند آئی اور اپنی تائیدِ غیبی سے سب حضرات کو ادارہ قائم کرنے پر آمادہ کر لیا، حالانکہ ان حضرات میں سے کوئی بھی انجمن ساز اور عادی انجمن باز نہیں تھا نہ ان میں سے کوئی ایسا تھا جس کی مصروفیات بہت نہ ہوں۔ مولائے علمؑ کی تائید کا دوسرا ثبوت یہ تھا کہ جس بے سروسامانی اور ناتجربہ کاری کے ساتھ یہ ادارہ قائم کیا تھا، اس کے باوصف پہلے سال ہی انجمن کا پہلا سالانہ جلسہ منعقد کر کے مقابلۂ کتب اور جرائد و اخبارات کے ایوارڈ پیش کر دیئے۔ اللہ کے کرم سے آثار و افکار اکادمی، پاکستان نے اُس سال بھی تین کتابوں اور ایک جریدہ کو ایوارڈ پیش کیے۔ اب مولائے علمؑ کے کرم اور عنایت سے اکادمی ہر سال پچیس، تیس ایوارڈ پیش کرتی ہے۔ اکادمی کے قیام کو تیرہ سال ہو گئے ہیں اور ہر سال اکادمی کامیابیوں کی طرف قدم بڑھاتی جا رہی ہے۔

- 2002ء میں جامعہ سندھ کے ایک ریسرچ سکالر جناب سیّد ضمیر حیدر نقوی ساکن میر پور خاص (سندھ) نے جناب ساحر لکھنوی کی حیات و خدمات کے حوالے سے تقریباً پونے تین سو صفحات پر مشتمل مقالہ لکھ کر ایم۔ اے کی ڈگری حاصل کی۔ یہ مقالہ چار ابواب پر مشتمل ہے:

۱۔ حیات مع خاندانی پسِ منظر اور شعری ماحول وغیرہ، نیز عادات و خصائل اور زندگی کے اہم واقعات؛

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۲۔ شعری خدمات؛

۳۔ نثری خدمات؛ اور

۴۔ اعترافات یعنی شخصیت اور فن پر اہلِ نقد و نظر اور صاحبانِ علم و فن کی آراء نیز دانشوروں، محققین، علماء اور ادب شناس حضرات کے خطوط سے اقتباسات اور منظوم خراجِ تحسین وغیرہ شامل ہیں۔

۞ 2007ء کے ایم۔فل کے حوالے سے اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور کے ایک طالبِ علم جناب غلام یٰسین نے جناب ساحر لکھنوی کے بارے میں ایک مقالہ:

''سیّد قائم مہدی ساحر لکھنوی کی شعری خدمات'' لکھ کر ایم۔فل کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے ابواب ہیں:

۱۔ سوانح و شخصیت

۲۔ ساحر لکھنوی کی تصانیف کا سرسری جائزہ۔

۳۔ ساحر بحیثیت مرثیہ گو۔

۴۔ ساحر بحیثیت قصیدہ گو۔

۵۔ ساحر بحیثیت تاریخ گو۔

۶۔ متفرقات۔

۷۔ محاکمہ

اس مقالہ میں تمام اصنافِ سخن پر معقول حد تک سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

۞ ۷ فروری 2007ء کے روزنامہ ''جنگ'' کراچی میگزین میں جناب اختر سعیدی نے جناب ساحر لکھنوی سے ملاقات کو ایک انٹرویو کی صورت میں بڑے اہتمام کے ساتھ مع تصاویر (جناب ساحر لکھنوی کا خاص انداز کا فوٹو؛ ساحر لکھنوی اپنے خاندان کے علماء ڈاکٹر کلب صادق اور علامہ سیّد علی نقی اور مولانا سیّد محمد محسن کے ساتھ؛ ساحر لکھنوی اور علامہ سیّد علی نقی، آقائی محمد ایرانی، ساحر لکھنوی، آقائی بہاء الدین اور آیۃ اللہ العظمیٰ، ایرانی قونصل جنرل آقائی موسیٰ، علامہ سیّد حسن ظفر نقوی، ساحر لکھنوی اور دیگر احباب) صفحات نمبر ۶، ۷ اور ۹ پر شائع کیا۔

۞ اس سے پہلے روزنامہ ''جنگ'' کراچی میں کمپیوٹر کے حوالے سے اردو کے حروفِ تہجی پر ایک بحث میں ساحر لکھنوی نے بھی ایک خط کے ذریعے ایک مضمون بھیجا جسے شاملِ اشاعت کیا گیا تو ایڈیٹر نے اس پر یہ نوٹ لکھا تھا کہ:

''ساحر لکھنوی نے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے اور ہم اپنے قارئین کے لیے ان کا نکتۂ نظر پیش کر رہے ہیں''۔

۞ 16 ستمبر 1992ء کو اردو اکادمی، دہلی نے جناب ساحر لکھنوی کی قدر افزائی کے لیے ایک جلسہ کا اہتمام کیا

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جس کی صدارت ناطق الاثر خطیب، صدق بیاں مبلغ، رئیسِ تکلّم، تفسیر و حدیث میں بے مثل نکتہ رس، شعر و ادب کے نکتہ داں جناب علاّمہ عقیل الغروی قبلہ مدظلہ العالی نے فرمائی۔ ممتاز دانشور اور محقق جناب ڈاکٹر شارب ردولوی، جناب شریف الحسن (سابق جنرل سیکریٹری اردو اکادمی)، ممتاز نقاد جناب ڈاکٹر تقی عابدی (نئے جنرل سیکرٹری) نیز دہلی کے معروف شعراء جن میں جناب محمود سعیدی اور دیگر شعراء اور ادبی شخصیات بھی رونقِ جلسہ تھے۔ اس تقریب میں جناب ساحرؔ لکھنوی نے ایک سلام اور ایک مرثیہ ''عروسیٔ کربلا'' کے چہرے کے بند پیش کیے۔ سامعین نے داد و تحسین سے نوازا۔

جناب علاّمہ عقیل الغروی، ڈاکٹر شارب ردولوی اور جناب شریف الحسن نے اختتامی کلمات میں جناب ساحرؔ لکھنوی کی شعری صلاحیتوں پر بھرپور اظہارِ خیال فرمایا۔ اکادمی کی طرف سے کتابوں کا تحفہ پیش کیا گیا۔

❁ اسی سال (1992ء) الٰہ آباد (بھارت) میں جناب علاّمہ ڈاکٹر رضوان حیدر صاحب قبلہ نے الٰہ آباد کی مشہور ''قاضی کی مسجد'' میں منعقدہ مجلس میں ''مرثیہ خوانی'' کے لیے دعوت دی، جس میں الٰہ آباد یونیورسٹی کے پروفیسر حضرات اور شہر کے شعرائے کرام بالخصوص جناب پیامؔ اعظمی نے بھی شرکت فرمائی۔ مجلس کے بعد کچھ حضرات نے ''دریا آباد'' میں بھی مرثیہ پیش کرنے کے لیے جناب ساحرؔ لکھنوی سے درخواست کی چنانچہ اُن حضرات کی فرمائش کی تعمیل کی۔ دونوں مجالس میں سامعین نے جناب ساحرؔ لکھنوی کی مرثیہ خوانی کی تعریف کی۔

❁ الٰہ آباد یونیورسٹی کے صدر نشین شعبۂ اردو جناب ڈاکٹر محمد رضا نے یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں ایک جلسہ منعقد کیا جس میں ڈاکٹر فضل امام رضوی صاحب، اور کئی خواتین و مرد پروفیسر حضرات کے علاوہ یونیورسٹی کے طلباء کی بڑی تعداد شریک ہوئی۔ پورا ہال سامعین سے بھرا ہوا تھا۔ جناب ساحرؔ لکھنوی نے وہاں مرثیہ ''فقہ و شمشیر'' کے چہرے کے بند جو علم کے متعلق تھے وہ پیش کیے، اور اساتذہ و طلباء نے خوب داد دی۔ بہت سے طلباء نے آٹو گراف لیے۔ ایک محترمہ پروفیسر صاحبہ نے تو وہ تمام بند لکھ لیے تھے، جو بعد میں جناب ساحرؔ لکھنوی کو اصلاح کے لیے پیش کیے۔ جناب ڈاکٹر فضل امام رضوی اور صدر شعبۂ اردو الٰہ آباد یونیورسٹی جناب ڈاکٹر محمد رضا نے جناب ساحرؔ لکھنوی کی مرثیہ گوئی کے حوالے سے تقریریں فرما کر اپنی داد و تحسین کا اظہار فرمایا، اور آئندہ بھی الٰہ آباد یونیورسٹی میں مرثیہ خوانی کے لیے آنے کی پیش کش فرمائی۔

❁ دہلی اور لکھنؤ کی دو مجالس کے اخباری اشتہارات اور پوسٹروں میں جناب ساحرؔ لکھنوی کو ''علاّمہ'' لکھ دیا گیا۔ جناب ساحرؔ لکھنوی نے احتجاج کیا۔ دہلی کی ایک مجلس میں اُس وقت کے جامع مسجد دہلی کے پیش نماز اور مسلمانانِ ہند کے مقبول رہنما جناب امام بخاری بھی تشریف لائے تھے۔ حضرت علاّمہ عقیل الغروی قبلہ ملنے دہلی میں ان کی قیام گاہ پر بھی تشریف لائے۔ لفظِ ''علاّمہ'' لکھے جانے پر جناب ساحرؔ لکھنوی نے اعتراض کیا تو علاّمہ عقیل الغروی قبلہ نے فرمایا کہ ''ہم جانتے ہیں کہ آپ عالمِ دین نہیں ہیں اور ہم ان معنوں میں آپ کو علاّمہ نہیں کہتے۔ ہم آپ کو علاّمہ ان معنوں میں کہتے ہیں جن میں ڈاکٹر علاّمہ اقبال، علاّمہ آرزوؔ لکھنوی اور علاّمہ جمیل مظہری کو ''علاّمہ'' کہتے ہیں۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس کے باوجود جناب ساحؔر لکھنوی اس لفظ کے ایسے استعمال کو جائز نہیں سمجھتے۔

۞ 1998ء میں جب دہلی میں معروف شاعر گوپی ناتھ امنؔ کی صدی منائی جارہی تھی تو سفینۃ الہدایت ٹرسٹ کی جانب سے بھی ایک جلسہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اس کی صدارت کے لیے بھی جناب ساحؔر لکھنوی کو منتخب کیا گیا۔

علاّمہ عقیل الغروی ان کے برادرِ محترم علاّمہ ذیشان ہدایتی، جناب خواجہ حسن نظامی ثانی، گوپی ناتھ امنؔ کے فرزند ڈاکٹر ستیندر ناتھ اور ڈاکٹر دھرمیندر ناتھ (جو بہت عمدہ قصیدے اور سلام وغیرہ کہتے ہیں غالباً مرثیہ بھی کہتے ہیں) تقریب کے مہمانانِ خصوصی تھے۔ سرکار سیّد العلماء علاّمہ سیّد علی نقی قبلہ طاب ثراہ کے خویش اور ماہنامہ ''حدیثِ دل'' دہلی کے مدیرِ اعلیٰ جناب سیّد محمود حیدر نقوی نے جنابِ ساحؔر لکھنوی کا تعارف خوبصورت الفاظ میں کرایا۔ یہ ایک یادگار تقریب تھی۔ مقامی شعراء نے گوپی ناتھ امنؔ کے بارے میں منظوم خراجِ تحسین پیش کیا۔ معروف ادبی شخصیات نے تقاریر کیں۔

شعری و ادبی مصروفیات:

جناب ساحؔر لکھنوی کے پاس اس قدر ضمنی کام آتا رہتا ہے کہ بعض اوقات یہ سوچتے رہتے ہیں کہ کیا کروں اور کیا چھوڑوں؟ مگر جناب ساحؔر لکھنوی خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس قابل کیا کہ لوگ ان سے اتنی خدمات لیتے ہیں۔ بلکہ اس وجہ سے اُن کا اہم کام تحقیق و تصنیف کا پسِ پشت چلا جاتا ہے۔ تقریباً دو سال سے زیادہ ہوگئے ہیں کہ ''برِ صغیر میں تشیع اور اجتہاد'' کے موضوع پر کام شروع کیا تھا مگر ان کی ان ضمنی مصروفیات کی وجہ سے اب تک کوئی آدھا کام بھی نہیں ہوسکا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب ساحؔر لکھنوی کو طولِ عمر عطا فرمائے تاکہ یہ تحقیقی اور علمی کام مکمل ہوجائے۔ آمین! ثم آمین!

ضمنی کام:

۱۔ مرنے والوں کے لیے قطعۂ تاریخ کہنے کی فرمائشیں پوری کرنا۔

۲۔ شادیوں کے لیے تہنیتی نظمیں (سہرا) لکھنے کی فرمائشیں پوری کرنا۔ اس سلسلے میں بیرونِ ملک خصوصاً امریکہ تک سے فرمائشیں آتی ہیں۔ جناب ساحؔر لکھنوی کی بڑی بیٹی ورجینیا (امریکہ) میں رہتی ہیں۔ ان سے ملنے والی خواتین اپنے بیٹوں کی شادی پر کہتی ہیں کہ اپنے پاپا سے سہرا لکھوا دیں۔ بعض اوقات جناب ساحؔر لکھنوی کی بیٹی اُن خواتین سے کہتی ہیں کہ میرے پاپا مرثیہ کے شاعر ہیں اور آپ لوگوں نے انہیں سہرے کا شاعر بنا دیا ہے۔ جناب ساحؔر لکھنوی اپنی بیٹی کی تمام ایسی فرمائشیں پوری کرتے رہتے ہیں۔

دل بدست آور کہ حجِ اکبر است

۳۔ شعری، ادبی شخصیات پر ان کے ارشاد کی تعمیل میں اُن کے بارے میں مضامین لکھنا پڑتے ہیں۔

۴۔ کتابوں پر تبصرے لکھنا۔ جناب ساحؔر لکھنوی اپنے جہل کا عُذر کرکے معذرت کرتے ہیں لیکن معذرت قبول نہیں ہوتی اور فرمائشیں پوری کرنا پڑتی ہیں۔ مشہدِ مقدس (ایران) کے ایک پاکستانی عالمِ دین نے ایران کے ایک عالمِ دین آقائی ناصر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حسینی میدی کی رباعیات کا ایک ضخیم مجموعہ ارسال فرمایا اور ساتھ یہ حکم بھی کہ اس پر تبصرہ یا تقریظ لکھ دیجیے۔ کتابت، طباعت اور ڈیزائینگ کے اعتبار سے نہایت نفیس و حسین و جمیل کتاب۔ ایران میں کتابت، مصوری اور طباعت اعلیٰ معیار کی ہوتی ہے۔ جناب ساحر لکھنوی نے تقریظ لکھ کر ارسال کر دی۔ وہاں سے جواب آیا کہ تقریظ نظم میں درکار تھی۔ چنانچہ منظوم تقریظ بھی لکھ کر بھجوا دی۔ اب انہی عالمِ دین آقائی ناصر حسینی میدی کی غزلوں کا ایک مجموعہ آیا۔ اس میں انہوں نے جناب ساحر لکھنوی کی نثری اور منظوم دونوں تقریظوں کو ملا کر ان کا نثری ترجمہ فارسی میں اپنی غزلوں کے اس مجموعہ میں شامل فرما لیا۔

۵۔ سب سے اہم مسئلہ اصلاحِ کلام کا ہے۔ لوگ پورے پورے دیوان پٹخ جاتے ہیں کہ اصلاح کر دیجیے۔ بیشتر حالات میں شاعری ایسی ہوتی ہے کہ ہر مصرع درست کرنا پڑتا ہے۔ اس کام میں کس قدر وقت صرف کرنا پڑتا ہے اور دماغ کتنا تھک جاتا ہے؟ یہ صرف ایک استاد شاعر ہی جانتا ہے۔

۶۔ اگرچہ تحقیق و تصنیف کا سلسلہ شروع ہونے کے بعد شاعری تقریباً ختم ہو گئی مگر پھر بھی ان سب محافلِ میلاد کے لیے جن کی صدارت جناب ساحر لکھنوی کو سونپی جاتی ہے، مُعینہ طرحوں میں نیا کلام کہنا لازمی ہوتا ہے۔ ماتمی انجمنوں کے لیے طرحی شب بیداریوں کے لیے کلام کہہ کے دینا ہوتا ہے۔

۷۔ جناب ساحر لکھنوی کی سب سے بڑی مشغولیت آثار و افکار اکادمی ہے۔ میری اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں کہ آثار و افکار اکادمی کا نام ساحر لکھنوی اور ساحر لکھنوی کا نام آثار و افکار اکادمی ہے۔ جب اکادمی کی بنیاد رکھی تو گیارہ افراد تھے جنہیں اکادمی کی مختلف ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں۔ مثلاً ۱۔صدر؛ ۲۔نائب صدر؛ ۳۔صدر مجلسِ انتظامیہ؛ ۴۔نائب صدر مجلسِ انتظامیہ؛ ۵۔صدر مجلسِ مشاورت؛ ۶۔نائب صدر مجلسِ مشاورت؛ ۷۔سیکریٹری مجلسِ انتظامیہ؛ ۸۔سیکریٹری مجلسِ مشاورت؛ ۹۔سیکریٹری نشر و اشاعت؛ ۱۰۔سیکریٹری اکادمی؛ ۱۱۔سیکریٹری مالیات۔

ان میں سے کچھ لوگ رحلت فرما گئے۔ کوئی ملک سے باہر چلا گیا۔ کسی نے کاروبار پر اکادمی کو قربان کر دیا۔ فی الحال جناب ساحر لکھنوی سمیت صرف چار آدمی اکادمی انتظامیہ میں شامل ہیں۔ جناب ساحر لکھنوی کو مقابلوں کے آغاز سے بے انتہا مصروف ہونا پڑتا ہے۔ جلسہ سے دو تین مہینہ پہلے سے شروع ہونے والی مصروفیت جلسہ کے ایک ماہ بعد تک جاری رہتی ہے۔ اس طرح تقریباً آدھا سال اکادمی کی نذر ہو جاتا ہے۔ دیکھنے والے جناب ساحر لکھنوی سے اظہارِ ہمدردی بھی کرتے ہیں اور ان کی ہمت کی داد بھی دیتے ہیں۔

جناب پروفیسر حسن عسکری کاظمی نے جناب ساحر لکھنوی کو فون کیا اور فرمایا کہ:

''اس پیری میں آپ اتنی محنت کرتے ہیں''۔

جناب ساحر لکھنوی کا جواب ملاحظہ فرمائیے اور جنابِ ساحر لکھنوی کی برجستہ گوئی کی داد دیجیے:

''ہم کہاں کے پیر ہیں، ہم تو آپ اہلِ علم و ادب کے مرید ہیں''۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رویائے صادقہ

معصومینؑ کی جنابِ ساحرؔ لکھنوی پر عنایاتِ بے پایاں

سیّدہ ماہین رضا زیدی

جنابِ ساحرؔ لکھنوی مدظلہ العالی بچپن ہی سے ایسے خواب دیکھتے رہے جو رویائے صادقہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان رویائے صادقہ میں اب تک دو مرتبہ مولائے کائنات، جنابِ امیر حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ؛ دو مرتبہ بنتِ رسولؐ اللہ، سیّدۃ نساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا؛ ایک مرتبہ ثانیٔ زہراؑ، شریکۃ الحسینؑ حضرت زینب عالیہ سلام اللہ علیہا؛ ایک مرتبہ فردِ خاندانِ اہلِ بیتؑ محسنہ و مقتدرہ حضرت فضہؑ؛ ایک مرتبہ نواسۂ رسولؐ جگر گوشۂ بتولؑ فرزندِ امیر المؤمنینؑ، سیّد الشہداؑ حضرت امام حسین علیہ السلام اور ایک مرتبہ ولیِ عصر، امامِ زمانہ عجل اللہ فرجہٗ کی زیارات سے مشرف ہو چکے ہیں۔

ایک خواب کی کیفیت ملاحظہ فرمائیے:

آج سے کوئی انیس، بیس سال پیشتر جنابِ ساحرؔ لکھنوی کو دل کا مرض ''انجائنا'' لاحق ہو گیا۔ نہایت معروف اور معتبر ماہرِ امراضِ قلب ڈاکٹر ایس۔ ایم رضا جو علاّمہ رشید ترابی اعلی اللہ مقامہٗ کے داماد اور محترمہ بتول ترابی کے شوہر تھے، وہ ان کا علاج کر رہے تھے۔ اسی دوران، وہ امریکہ گئے اور کافی دنوں تک اُن کی واپسی نہیں ہوئی۔

انہی دنوں جنابِ ساحرؔ نے خواب دیکھا (اُن کی تحریر حاضر ہے):

''جیسے میں بس میں سفر کر رہا ہوں۔ کھڑکی والی سیٹ پر بیٹھا ہوں۔ میرا داہنا ہاتھ کھڑکی سے باہر ہے جس میں، میں ایک لمبی سی چھڑ کا عَلَم پکڑے ہوئے ہوں۔ عَلَم بس کی لمبائی میں اس کی باڈی کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔ کچھ دیر کے بعد وہ منظر بدل گیا اور میں نے دیکھا کہ اب میں ایک چھوٹے سے مکان کے صحن میں اُس کے دالان کے پاس کھڑا ہوں۔ دالان صحن سے کوئی ایک بالشت اونچا تھا۔ دالان میں مولائے کائنات کھڑے ہیں میں ایک ہاتھ سے اپنے سر پر رکھی ہوئی کالی جلد کی ایک بڑے سائز کی کتاب تھامے ہوئے مولاؑ سے بار بار گزارش کر رہا ہوں کہ مولاؑ مجھے تھوڑا سا علم عطا فرما دیجئے، مگر مولاؑ خاموش ہیں۔ انؑ کی خاموشی دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ شاید تھوڑے سے علم سے میرے تحت الشعور میں قرآنِ مجید میں پروردگارِ عالم کا وہ ارشادِ گرامی ہے کہ:

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

''جس کے پاس تھوڑا سا علمِ کتاب تھا (یعنی جنابِ آصف بن برخیاؑ) وہ پلک جھپکنے میں جنابِ بلقیس کا تختِ حکومت یمن سے لے آیا''۔ یہ خیال میرے ذہن میں آیا تو میں نے سوچا کہ مولاؑ اسی لیے خاموش ہیں کہ وہ علم تو مجھے کیا، کسی بھی غیر معصوم کو نہیں مل سکتا۔ اتنے میں میرے کان میں ایک معظّمہ کی صدائے مبارک آئی۔ وہ مجھے طلب فرما رہی ہیں۔ چنانچہ میں ادھر متوجہ ہوا تو دیکھا کہ صحن میں ایک طرف برتن دھونے میں مصروف ہیں۔ مجھے خود بخود یہ معلوم ہو گیا کہ یہ مخدومۂ کونینؑ، میری شہزادی خاتونِ جنتؑ ہیں۔ میں اُن کے سامنے بیٹھ گیا، میری شہزادیؑ نے میرے بائیں ہاتھ کی کلائی پر اپنے دستِ مبارک سے قلم سے ایک دائرہ بنایا۔ پھر اس کے اندر ایک اور چھوٹا دائرہ بنایا اور فرمایا کہ دیکھو اب اپنا بلڈ پریشر ـــــ میری آنکھ کھل گئی ـــــ ایک دو روز کے بعد ڈاکٹر سجاد حسین نے جو میرے بہت اچھے دوست اور میری کمپنی کے میڈیکل آفیسر تھے، مجھ سے کہا کہ ڈاکٹر رضا تو معلوم نہیں کب امریکہ سے آئیں، آپ اپنا طبی معائنہ تو کراتے رہیں۔ اس کے لئے انہوں نے ایک اور معروف ماہرِ امراضِ قلب ڈاکٹر حامد شفقت کا نام تجویز کیا۔ میں اُن کے پاس گیا۔ انہوں نے تفصیل سے میرا معائنہ کیا حتیٰ کہ ECG کے علاوہ ETT ٹیسٹ بھی کیا۔ پھر مجھ سے کہا کہ میں آپ کو کس چیز کی دوا دوں؟ آپ کو تو دل کا کوئی مرض نہیں ہے۔ میری شہزادیؑ نے مجھے اپنے دستِ مبارک سے شفا بخشی۔ میں نے ایک قصیدہ ایک طرحی محفل کے لیے شہزادیؑ کونینؑ کی مدح میں کہا تھا، اُس کے آخر میں یہ واقعہ بھی نظم کیا تھا:

جلا دے مردہ دلہن کو جو بس دعا کر کے
تو اُس سے کیوں نہ امیدِ شفاء رکھیں بیمار

گواہ ان کی مسیحائی کا ہوں میں خود بھی
یہ واقعہ ہے جو کرتا ہوں نظم پہلی بار

ہے بات اب سے کوئی بیس سال پہلے کی
کہ اُس زمانہ میں دل کا ہوا مجھے آزار

علاج ہوتا رہا سال دو برس، لیکن
نظر نہ آئے شفایاب ہونے کے آثار

یہ معجزہ ہے مسیحائی کا کہ جب اِک شب
نصیبِ خفتہ مرا خواب میں ہوا بیدار

یہ میں نے دیکھا کہ چھوٹے سے اِک مکان میں ہوں
ہیں جلوہ گر مری نظروں میں حیدرِ کرارؑ

میں عرض کرتا تھا سر پر کتاب اِک رکھ کر
کہ علم تھوڑا سا مجھکو بھی ہو عطا سرکارؑ

ابھی تو مانگتا تھا علم بابِ علم سے میں
کہ آئی ایک صدا گوشِ ہوش میں یک بار

شرف یہ بنتِ نبیؐ نے عطا کیا مجھکو
طلب کیا مجھے اپنے حضور، میں ہوں نثار

کہاں وہ، اور کہاں یہ ذلیل و خوار و حقیر
وہ کائنات کی ملکہ، میں خاکِ پا کا غبار

کھلا جو مجھ پہ کہ بنتِ نبیؐ نے یاد کیا
پلک جھپکتے ہی حاضر یہ تابعدار ہوا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بٹھا کے سامنے مجھکو ، اٹھایا ایک قلم — بنایا میری کلائی پہ دائروں کا حصار
خود اپنے دستِ مبارک سے دائرے جو بنائے — کہا پھر آپؐ نے اب دیکھ اپنے خوں کا فشار
عجب شرف یہ نصیبوں سے مجھ کو ہاتھ آیا — اب اس کے بعد جو میں خواب سے ہوا بیدار
کیا جو مشورہ اب اِک طبیبِ حاذق سے — بتایا اُس کو مجھکو تھا قلب کا آزار
مرا معائنہ اچھی طرح وہ کر چکا جب — کہا، یہ کس نے بتایا کہ آپ ہیں بیمار
علاج میں کروں کس چیز کا ، دوا کیا دوں؟ — کہ ہرگز آپ کو دل کا نہیں کوئی آزار
میں زندہ معجزہ ہوں اپنی شاہزادیؑ کا — وہ دیکھیں جن کو نہ ہو اُن سے بغض کا آزار
شرف یہ میرے سوا اور کس کو ہاتھ آیا — کسے نصیب ہوئی یہ حضوریٔ سرکار

کروں نہ فخر جو اس پر تو کیا کروں ساحرؔ
سوائے اس کے کہ جاں اپنی کردوں ان پہ نثار

فاطمہؑ عالمِ نسواں کی پیمبر ہوتیں

کیوں نہ کردار کی معراج پہ ہوتیں زہراؑ — تربیت پائی کس آغوش میں، کس گھر میں پلیں
اُس کی بیٹی جسے کہتے ہیں عدو بھی صادق — اُس کی بیٹی جسے دشمن بھی سمجھتے ہیں امینؐ
ایسے اِک کامل الایماں کی بہو، جو بخدا — کُلِّ ایماں کا پدر ، بانیِ ایماں کا امیں
اُس کی زوجہ کہ نہیں جس کے فضائل کا جواب — زینتِ کعبہ ، درِ علمِ نبیؐ ، شہرِ یقیں
مادرِ سیّد و سردارِ جوانانِ جناں — دخترِ صاحبِ معراج شہِ عرش نشیں
ایسی مخدومۂ کونینؑ کہ خدمت کے لیے — کبھی فضہؓ، کبھی رضوانؑ، کبھی جبریلِ امیں
آپؑ ہی کے درِ دولت سے عطا ہوتی ہے — دولتِ علم و عمل ، دولتِ ایمان و یقیں
آئے ہیں در پہ مَلک یوں بہ تمنائے کرم — اِک یتیم ، ایک اسیر، ایک فقیرِ مسکیں
ان کی عیسیٰؑ نفسی پر یہ تعجب کیسا! — یہ دل و جانِ محمدؐ ہیں ، کوئی اور نہیں
باپ بیٹی میں ہے یہ فرق نبوت کے سوا — یہ امامت کی امینہ، وہ رسالت کے امیں
صنفِ نسواں میں یہ منصب جو کسی کو ملتا — فاطمہؑ عالمِ نسواں کی پیمبر ہوتیں
ماں ہوئیں گیارہ اماموںؑ کی، یہ کیا کم ہے شرف — کیا ہوا ازرہِ فطرت جو پیمبر نہ ہوئیں
جس کو آغوش میں پالا وہ ہر اِک رجس سے دور — جس کو فرزند کہا اُس کی وفا عینِ یقیں

حضرت ساحرؔ لکھنوی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت ساحؔر لکھنوی ــــ از دیدگاہِ دانشوراں

سیّد محمد محسن رضا کاظمی

☆ علاّمہ سیّد محمد رضی مجتھد

علاّمہ مرحوم نے اپنی کتاب ''شریعۃ الاسلام'' پر یہ تحریر فرما کر ساحؔر لکھنوی کو عطا فرمائی:

لـولدی و قلذۃ کبدی الادیب الاریب السید قائم مھدی نقوی متخلص به ساحؔر لکھنوی اطال اللہ عمرہ

[اپنے بیٹے اور جگر کے ٹکڑے ادیبِ اریب سیّد قائم مہدی نقوی متخلص بہ ساحؔر لکھنوی کے لیے۔ خدا ان کی عمر دراز کرے۔]

☆ مولانا سیّد محمد باقر شمسؔ

''ساحؔر صاحب نے ہر صنفِ سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ رباعی، قطعہ، غزل، تہنیتی نظمیں، تعزیتی نظمیں، منظوم تقریظیں، تاریخ گوئی، سجع گوئی، نوحہ، سلام، قصیدے اور مرثیے سب کچھ کہا ہے اور کہہ رہے ہیں۔ نثر نگاری میں بھی ان کو خاص سلیقہ ہے۔ مختلف رسائل اور اخبارات میں ان کے مطبوعہ مضامین ان کی انشاء پردازی کی خوبیوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔''

''ساحؔر صاحب کے قصیدوں کے اکثر و بیشتر اشعار پُر شکوہ الفاظ اور ان کی دلکش ترکیبوں سے آراستہ، حشو و زوائد سے پاک، برمحل، پُر لطف صنائع و بدائع سے مرصع، برجستہ محاوروں اور بے ساختہ روزمرہ کے استعمال سے بامزہ، جابجا تلمیحات اور نادر تشبیہات و استعارات سے مزین، ساتھ ہی شستہ و شائستہ زبان کی شیرینی و چاشنی باعثِ لطف و لذتِ سخن۔ پھر ایسے میں کیوں نہ یاد آنے لگیں میرزا سوداؔ ایسے استادانِ سخن اور عزیزؔ لکھنوی جیسے صاحبانِ فن۔''

[''ساحؔر اور اُن کا شاعرانہ مرتبہ''، ''پنج آہنگ''، کراچی]

☆ حضرت علاّمہ عقیل الغروی، دھلی

''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو (ساحؔر لکھنوی) کی تنقیدی بصیرت، زبان اور فن کے تہہ در تہہ مسائل پر استادانہ مہارت، تحقیقی و ثاقت و ثقاہت اور بحیثیت مجموعی بجائے خود ایک ''مکمل ثقافتی شخصیت'' اور اپنی ذات میں ایک ''دبستانِ فن'' ہونے پر دستاویزی ثبوت ہے۔''

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

☆ علاّمہ سیّد رضی جعفر نقوی

انہوں نے جناب ساحؔر کو ایک خط بھیجا تو لفافے پر ان القابات کے ساتھ نام تحریر فرمایا:

''بخدمتِ گرامی مرتبت وعالی وقار استادِ شعر وسخن، مسندِ ادب کے ورثہ دار جنابِ ساحؔر لکھنوی صاحب دام مجدہٗ''

☆ جناب حسین انجم ، مدیرِ اعلیٰ، ماھنامہ طلوعِ افکار، کراچی

گلزارِ ادب کی آبجو ہیں ساحؔر
گلہائے سخن کے رنگ و بو ہیں ساحؔر
ہیں منقبت و مرثیہ گوئی کے امام
سلمائے قلم کی آبرو ہیں ساحؔر

''لکھنؤ کی تہذیب میں شور بور، طبیعت میں بلا کی قوت وزور، بلاخوفِ ابطال عہدِ حاضر کے لاشریک لہٗ قصیدہ نگار اور اس فن میں عزیؔز و صفؔی کے ہم رتبہ وہم آثار، مرثیہ گویانِ خاندانِ اجتہاد کی تادمِ حاضر آخری یادگار، رثاء میں بلا احتمالِ تردید غضب کے جواہر رقم ومرصّع نگار، انیؔس ودبیؔر کے عصرِ حال میں جانشین اور رثاء کی اعلیٰ روایات کے پاسدار وامین، ان امتیازات وکمالات کے دوش بدوش زہد وتقوے میں اپنے اسلاف کے کردار کے امانتدار یعنی حضرت ساحؔر لکھنوی بلند مرتبہ وعالی وقار۔''

☆ ڈاکٹر سردار زیدی

''ساحؔر صاحب بعد از تقسیم برصغیر میں پروان چڑھنے والی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ مرثیہ ان کو وراثت میں ملا ہے۔ وہ علومِ حاضرہ سے باخبر ایک پڑھے لکھے اور قادرالکلام شاعر ہیں۔

ساحؔر لکھنوی کے ہاں قدیم وجدید رنگ کا امتزاج ملتا ہے۔ ساحؔر صاحب کا اندازِ مرثیہ گوئی اور طریقِ خواندگی میر انیؔس سے قریب ہے۔ مرثیہ خوانی میں وہ میر انیؔس کی طرح آنکھوں کی جنبش اور آواز کے زیر وبم سے کام لیتے ہیں، اور مفہوم کی وضاحت کے لیے حسبِ ضرورت ہاتھ کے اشاروں سے بھی بتاتے جاتے ہیں۔ البتہ ان کی آواز اور لہجہ میں ایک دھیما پن ہے جو ان کی نستعلیق اور مرنجاں مرنج شخصیت کا غماز ہے۔ جدید مرثیہ گویوں میں وہ ایک قادرالکلام مرثیہ گو ہیں۔ ان کی زبان اور محاورہ پر مکمل گرفت ہے۔ مرثیہ کی زبان کے سلسلہ میں وہ میر انیؔس کے قائم کردہ معیار پر پورے اترتے ہیں۔''

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

روزمرہ شرفاء کا ہو ، سلاست ہو وہی
لب و لہجہ وہی سارا ہو ، مقانت ہو وہی
سامعیں جلد سمجھ لیں جسے صفت ہو وہی
یعنی موقع ہو جہاں جس کا ، عبارت ہو وہی
لفظ بھی چست ہوں ، مضمون بھی عالی ہوئے
مرثیہ درد کی باتوں سے نہ خالی ہوئے

[مضمون ''اردو شاعری میں رثائی ادب کا مرتبہ و مقام''، مطبوعہ ماہنامہ ''طلوعِ افکار'' کراچی، شمارہ بابت مئی ۱۹۹۸ء]

''ساحرؔ صاحب کا مرثیہ کلاسیکی روایت سے ہم آہنگ ہے۔ ساتھ ہی ساتھ بحیثیت ایک جدید مرثیہ گو ان کے مرثیوں میں موضوعاتی تسلسل، اخلاقی، مابعد الطبیعاتی، عصری اور سیاسی مضامین اور ایک فکر آمیز حزن کا اظہار بھی ملتا ہے۔''

''ان کے مرثیوں کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ اور اصنافِ سخن کی طرح ان کا ایسا مرثیہ گو بھی برصغیر میں نہیں ہے۔''

☆ جناب سبطِ حسن انجمؔ

اپنے دور کے مقبول ترین مرثیہ خواں تھے اور شاعر بھی تھے مگر مرثیہ نہیں کہتے تھے۔ حضرت ساحرؔ لکھنوی سے بہت محبت فرماتے اور ان کے اندازِ مرثیہ خوانی کے بہت مداح تھے۔ اپنی کتاب ''صراطِ مودّت'' ساحرؔ لکھنوی کو پیش کی تو یہ تحریر فرمایا:

''بشرفِ ملاحظہ!

خاندانِ اجتہاد کے چشم و چراغ، نابغۂ عصر، قدیم و جدید رنگ کے خوبصورت امتزاج کے ساتھ صاحبِ طرز مرثیہ گو شاعر، عزیز محترم جناب ساحرؔ لکھنوی جنہیں دیکھ کر جوشؔ کا یہ مصرع بے ساختہ یاد آجاتا ہے ع

''ابھی اگلی شرافت کے نمونے پائے جاتے ہیں''

[دعا گو — سبطِ حسن انجمؔ، ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۶ء]

☆ جناب سیّد علی احمد دانشؔ

جناب سیّد علی احمد دانشؔ نبیرۂ میر انیسؔ علیہ الرحمہ، جناب علی محمد عارفؔ کے پوتے اور میر ہادی لائقؔ کے بیٹے لکھنؤ کی معروف ادبی شخصیات میں شامل ہیں۔ انہوں نے ستمبر ۱۹۹۶ء کو لکھنؤ سے اپنی شائع ہونے والی کتاب

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

''ادبی میراث'' عنایت فرمائی تو ساحر لکھنوی کے متعلق نہایت مختصر مگر جامع اور نہایت اہم الفاظ اس طرح درج کیے:

''آبروئے مرثیہ محترم جناب ساحر فاخری کے لیے''

☆ محمد حسین بهشتی، مدرسۂ آیت اللہ خونی، مشهدِ مقدس

''آپ کی جلائی ہوئی علم کی شمع کی روشنی مشہد تک پہنچ گئی ہے۔ انعامی مقابلے کے لیے کتب روانہ کر رہا ہوں، جن مشکلوں سے گزر رہا ہوں، آپ بہتر جانتے ہیں۔ وطن سے دور رہ کر بھی ملت کی خدمت کی کوشش کر رہا ہوں۔ سجاد شبیر صاحب کو اپنا تمام اختیار دے رہا ہوں۔ امید ہے میری اس کتاب کو انعامی مقابلے میں شامل کریں گے۔ مشکور ہوں گا۔''

☆ ڈاکٹر عسکری بن احمد، بانی، ماهنامه ''خیرالعمل''، لاهور

آپ کی صحیح لائن میں سعی کی داد دیتے ہیں۔ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ اہلِ قلم کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ اسے سعیِ مشکور فرمائے!

آپ کی اکادمی نے جس کارِ خیر کا آغاز کیا ہے، وہ قابلِ صد تحسین ہے۔ ان ایوارڈز سے دینی لکھاریوں، مقالہ نگاروں، مضمون نگاروں کی حوصلہ افزائی ہوگی، شیعہ لٹریچر کو فروغ ملے گا اور ہم میں جو علمی جمود پایا جاتا ہے وہ ٹوٹ جائے گا۔ میرا پیغام یہ بھی ہے کہ امتِ محمدیہ شیعہ اثنا عشریہ کو چاہیے کہ گورنمنٹ آف پاکستان سے بے نیاز ہو کر خود اپنے معاشرتی ادارہ جات چلائیں اور خدمتِ خلق اور خدمتِ دین حق کریں۔ ہمارا پیغام یہ بھی ہے کہ دینی مدارس میں صحیفہ نویسی (Thesis) کو بھی رواج دیا جائے اور محض ذاکرین و واعظین ہی پیدا نہ کیے جائیں، بلکہ اہلِ قلم بھی تیار ہوں۔

اہلِ قلم حضرات اور کارکنانِ آثار و افکار اکادمی کو مبارک باد دیتا ہوں اور ان کی خدمت میں سلامِ مسنون اور تحفۂ یا علیؑ مدد بحق اللہ الصمد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ بطفیلِ معصومینؑ آپ کو بھی سلامت رکھے اور اکادمی کو بھی صحت مند و سلامت رکھے۔ قحط الرّجال اور اہلِ قلم کی ناقدری کے اس عہد میں اس اکادمی کی بڑی ضرورت ہے کہ قلم قبیلہ کی کچھ تو پذیرائی اور حوصلہ افزائی ہوتی رہے۔ یقین مانئے کہ ہماری ساری ہمدردیاں آپ کے اور اکادمی کے ساتھ ہیں اور ہم ہر قسم کے تعاون کے لیے ہمہ تن تیار ہیں۔

☆ ڈاکٹر سیّد تقی عابدی

عہدِ حاضر میں رثائی ادب کے نامور محقق جناب ڈاکٹر تقی عابدی مدظلہ العالی نے جنابِ ساحر لکھنوی کو اپنی چند کتابیں عنایت فرمائیں تو اُن کتابوں پر تحریر فرمایا:

''عاشقِ میر و میرزا و عشق، رونقِ یادِ یود ماہر اور امیدِ قوم، جاویدِ زماں، شاعر منفرد لہجہ حضرت ساحر لکھنوی کے ذوقِ مطالعہ کے لیے''۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

[''مجتہدِ نظم مرزا دبیر'']

''رونق و آبروئے سخن، شاعرِ منفرد لہجہ حضرت ساحر لکھنوی کے ذوقِ مطالعہ کے لیے''

[''طالع مہر'']

☆ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، کراچی

''(خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو ـــ) ماہر سے ساحر تک'' محض کتاب نہیں اپنے موضوع پر دستاویزی صحیفہ ہے۔ اردو شاعری خصوصاً اور مرثیہ نگاری کی تاریخ میں یہ ایک نشانِ ابدی ہے جو ساحر لکھنوی کے نام اور کام کو ہمیشہ زندہ رکھے گا''۔

☆ علّامہ الحاج ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

''ساحر لکھنوی نے پہلا مرثیہ لکھتے ہی کراچی کے مرثیہ نگاروں کی صف میں ممتاز درجہ حاصل کرلیا ہے۔ مرثیہ کو سننے اور دیکھنے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ عرصے سے مرثیہ کہہ رہے ہیں۔ یہ ان کا پہلا مرثیہ ہے اور نہایت کامیاب مرثیہ ہے۔''

[''اُردو مرثیہ پاکستان میں'' صفحہ ۴۱۱]

☆ ڈاکٹر سیّد ہلال نقوی

''ساحر لکھنوی کے تمام کلام کو بیک نظر دیکھ جایئے صاف اندازہ ہوجاتا ہے کہ یہ اشعار کسی باشعور اور سُلجھے ہوئے ذہن کی تخلیق ہیں۔ پیچیدگی اور آورد کا شائبہ تک نہیں۔ آپ منقبت، سلام، قصیدے، اور مرثیے کے مانے ہوئے شاعر ہیں۔ ان کی آواز میں نیا جوش اور کلام میں نئی تاثیر ہے۔ ان کے سلاموں میں نئی زمینیں، نئی ردیفیں اور نئے قافیے ملتے ہیں، جو ان کی اپج کا ثبوت ہیں۔''

[عرفانِ نسیم، ناشر انجمن ساداتِ امروہہ، کراچی]

☆ ڈاکٹر اکبر حیدری کشمیری، لکھنؤ

''اگر حضرت ساحر کا یہ تحقیقی مقالہ (خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو ـــ ماہر سے ساحر تک) کسی بھی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں سب سے اعلیٰ ڈگری (ڈی لٹ) کے لیے پیش کیا جاتا تو فخر سے اس شعبہ کا سر بلند ہوجاتا اور ایسے مایہ ناز ریسرچ اسکالر کو ایوارڈ سے نوازا جاتا۔ میں اس کو سال ۲۰۰۳ء کا عظیم ادبی شاہکار سمجھتا ہوں''۔

☆ پروفیسر گوپی چند نارنگ، صدر ساھتیہ اکادمی، دھلی

''یہ (خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو ـــ ماہر سے ساحر تک) بہت ہی وقیع کام ہے جس کی داد زمانہ دے گا۔ تحقیقی مطالعات

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں جو ایک کڑی چھوٹی ہوئی تھی آپ نے اس کو بھی جوڑ دیا ہے۔ یہ ایک اہم خدمت ہے۔ مبارک باد قبول فرمائیے''۔

☆ **ڈاکٹر انیس اشفاق، صدر شعبۂ اردو، لکھنؤ یونیورسٹی**

''ایسے کام (خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو — ماہر سے ساحر تک) تو دانش گاہوں کی خالص علمی فضا میں بھی کم کم دیکھنے میں آتے ہیں''۔

☆ **ڈاکٹر عراق رضا زیدی، صدر شعبۂ فارسی، جامعہ ملیہ، دھلی**

''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو (ماہر سے ساحر تک) تحقیق و تنقید کا قران السعدین ہے۔ گذشتہ صدی کے تحقیقی کارناموں میں یہ مقالہ ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور گذشتہ پچیس تیس برسوں کے تحقیقی عمل میں یہ مقالہ اپنا جواب آپ ہے''۔

☆ **پروفیسر شرافت عباس، صدر شعبۂ فارسی، بلوچستان یونیورسٹی**

''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو'' کے عنوان سے منصۂ شہود پر نمودار ہونے والی یہ حقیقتاً معرکہ آرا اور تاریخ ساز کتاب ہے۔ اردو ادب بالخصوص اردو کے رثائی ادب میں اس گراں بہا اضافہ پر جناب ساحر لکھنوی کی خدمت میں ہدیۂ تبریک و امتنان پیش کرتا ہوں''۔

☆ **ڈاکٹر طاہر حسین کاظمی، دھلی**

''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو (ماہر سے ساحر تک)'' متقاضی ہے کہ اس میں بکھرے ہوئے شعری پیکر اور ادب پاروں سے جوہر شناس افراد اپنے ذوق و استطاعت کے بموجب لطف اندوز اور شاعرانہ محاسن کی کارفرمائی سے استفادہ کریں''۔

☆ **مولانا عبد الحسن مبین سرحدی، فیصل آباد**

''جناب ساحر نے آسمانِ خانوادۂ اجتہاد کے فروزاں ستاروں کی کہکشاں سے روشنی جذب کر کے آپ تک پہنچائی ہے۔ بالفاظِ دیگر خانوادۂ اجتہاد کے گلشن کے سوا سو سال کے فکری بہاروں کے چنیدہ پھولوں کے مہکتے ہوئے انباروں سے عطر کشید کر کے آپ تک ان کی خوشبو پہنچائی ہے''۔

☆ **جناب سبطِ محمد نقوی، مدیر اعلیٰ ''توحید میل''، لکھنؤ**

''یہ کام (خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو — ماہر سے ساحر تک) ہر اعتبار سے تاریخی ہوا ہے۔ اس اعتبار سے کہ یہ غریق طوفان گمنامی ابھر آئے اور تادیر یاد رکھے جائیں گے۔ ساتھ ہی ساتھ آپ کا یہ کارنامہ تاریخی بھی ہے۔ کس درجہ محنت و مشقت سے یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔ داد کے لیے لفظیں نہیں ملتیں۔ ادب کی تاریخ آپ کو یاد رکھے گی''۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

☆ جناب سیّد کلب ارتضٰی نقوی

جناب سیّد کلب ارتضٰی نقوی نے اپنے مضامین مطبوعہ اخبار ''جنگ'' کراچی کا مجموعہ ۲۰۰۱ء میں شائع کرایا جس کا نام ''افکارِ عقیدت'' رکھا۔ اس مجموعے کو ساحر لکھنوی کی خدمت میں پیش کیا تو یہ لکھا:

''ملک کے مشہور اور مایہ ناز مرثیہ نگار سیّد قائم مہدی صاحب متخلص بہ ساحر لکھنوی کے مطالعہ کے لیے''

☆ جناب پروفیسر مظفر حسن ظفرؔ جون پوری

معروف عالم و شاعر پروفیسر مظفر حسن ظفرؔ جون پوری نے اپنے خط ۱۲ اکتوبر کو ان القاب کے ساتھ تحریر کیا:

''فخرِ دودمانِ فاخر محترم ساحر لکھنوی زید مجدہٗ''

☆ جناب فاضل لکھنوی

وحید الحسن ہاشمی صاحب کے ایک خط کے جواب میں معروف شاعر، نوحہ نگار، مدیر ہفت روزہ ''نظارہ'' لکھنؤ جناب فضلؔ لکھنوی نے تحریر فرمایا:

''آپ نے پاکستان کی مرثیہ گوئی کو مایوسانہ نگاہ سے دیکھا ہے حالانکہ میں جانتا تھا کہ مرثیہ پاکستان میں ترقی کے راستے پر گامزن ہے اور میرے اس خیال کو تقویت اُس وقت حاصل ہوئی جب میں نے ساحر لکھنوی کے دو مرثیے سنے جو انہوں نے لکھنؤ آکر پڑھے تھے''۔

[مکتوب بنام وحید الحسن ہاشمی، ہفت روزہ ''نظارہ'' لکھنؤ بابت ۷ جولائی ۱۹۸۹ء]

☆ پروفیسر سیّد حسن عسکری کاظمی

''جناب ساحر لکھنوی نے ''علم اور علماء'' کے عنوان سے مرثیے میں نئے امکان کا در وا کیا ہے۔ شخصی مرثیے کو بنیاد قرار دے کے معجزۂ علم و ہنر کی حقیقت کا انکشاف بجائے خود ایسی شعری کاوش ہے کہ جس پر ان کی منفرد ادبی خدمات کا اعتراف کرنا خوش گوار فریضہ ہے۔''

[تعارفی مجلّہ ''علم اور علماء''، کراچی ۱۹۹۲ء، صفحہ ۲۳]

☆ سیّد طاہر ناصر علی

''حضرت ساحر لکھنوی کا شمار ہماری ملت کے باکمال کہنہ مشق شعرا میں ہوتا ہے۔ ان کا تعلق ہماری تہذیبی زندگی سے ہے۔ لکھنؤ کی سرزمین نے کیسے کیسے دُرِ نایاب بساطِ علم و ادب کو عطا کئے ہیں۔ حضرت ساحر بھی اُن میں سے ایک ہیں۔ میں نے بہت کوشش کی کہ باضابطہ طور پر نظم یا مضمون کی صورت میں اُن کے بارے میں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کچھ تحریر کروں مگر میں کامیاب نہ ہوسکا۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں کہ جن پر لکھنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ حضرت ساحرؔ لکھنوی صاحبِ فن شخصیت ہیں۔ جب میں نے آغا عمران صاحب سے سنا کہ وہ اُن کے بارے میں خیرالعمل کا خصوصی نمبر شائع کر رہے ہیں تو فرطِ مسرت سے میرے لیے اُن پر لکھنا اور بھی مشکل ہوگیا۔ ایسا لگا کہ میرے لفظ گونگے ہوگئے ہیں مجھ سے کچھ بھی ڈھنگ سے لکھا نہیں جا رہا۔ حضرت ساحرؔ لکھنوی ایک شجرِ سایہ دار ہیں۔ اُن جیسا مولّا کا سخنور اس دور میں مشکل سے ملت کو ملے گا۔

حضرت ساحرؔ تمام شعری اصناف پر اور اسلوبِ سخن پر مکمل دسترس رکھتے ہیں۔ علمِ عروض پر بھی انہیں مکمل کمانڈ حاصل ہے۔ بڑے ہی وضع دار آدمی ہیں۔ بہت رکھ رکھاؤ سے شعر کہتے ہیں اور پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ اُن کا تعلق خاندانِ اجتہاد کے شعراء سے ہے۔ انہوں نے کیسے کیسے بزرگوں کی رہنمائی میں اپنی سخنوری کا سفر شروع کیا۔ شاعرِ حسینی حضرت فضل لکھنوی مرحوم کے نام سے کون واقف نہیں ہے۔ ان کا تعلق بھی ساحرؔ صاحب کے ہی خانوادے سے تھا۔ انہوں نے بہت سے نوحے اور سلام کہے اور جنہیں پڑھ کر ہماری دو نسلیں جوان ہوئیں۔ میری والدہ مرحومہ فضل لکھنوی مرحوم کا یہ نوحہ بہت پڑھا کرتی تھیں۔

شمع روشن کر کے اشکوں کی روانی کے لیے
رات بھر ماں روئی اکبرؑ کی جوانی کے لیے

کاش حضرت ساحرؔ لکھنوی لاہور میں ہوتے تو بہت سے تشنگانِ علم و ادب اُن سے استفادہ کرتے۔

میں یہ ہی سمجھتا ہوں کہ اب ان جیسے لوگوں کا ہمارے ہاں شدت سے قحط پڑتا جا رہا ہے۔ ساحرؔ لکھنوی کا تعلق اُس دیارِ شعر و سخن کی اُس باکمال نسل سے ہے کہ جو ہم سے گم ہوگئی ہے۔ میں سلام کرتا ہوں اُن لوگوں کو کہ جو ہمارے گمشدہ ورثے کو پھر سے زندگی عطا کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔

☆ سیّد قائم عباس شیرازی، ماہنامہ خواجگان، لاہور

بے انتہا خوشی ہوئی کہ آپ ملتِ جعفریہ کے لیے جس قدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں، وہ واقعی قابلِ تعریف ہیں اور اس ادارہ کے قیام سے صاحبانِ قلم اچھے سے اچھا لکھ کر قوم سے پذیرائی حاصل کریں گے اور علم کو بے حد فروغ ملے گا، ساتھ ساتھ رسالوں اور اخباروں کی پذیرائی ہوتی رہی تو انشاءاللہ وہ دن دور نہیں جب ہر طرف ملتِ جعفریہ کا نعرہ بلند ہوگا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

☆ **سیّد اسد رضا بخاری، مدیرِ اعلیٰ ہفت روزہ "رضا کار"، لاہور**

آپ کا یہ سلسلہ نہایت حوصلہ افزا ہے کہ آپ ملتِ جعفریہ کی خدمت میں مصروف جریدوں کی حوصلہ افزائی فرما رہے ہیں۔

☆ **طالب حسین رضوی، ایڈوکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان، لاہور**

آپ کی محنت اور لگن سے اکادمی کو ایک ایسا ادارہ بنا دیا گیا ہے کہ اس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ آپ کی کوششیں بارگاہِ اہلِ بیتؑ میں قبول ہوں۔

☆ **مدیر، ماہنامہ "المھدی" لاہور**

ہماری تاریخ گواہ ہے کہ مکتبِ اہلِ بیتؑ سے وابستہ دانشور اور محققین ہی ظلمات سے پُر زمانوں اور معاشروں میں علم و ادب کے نور کی روشن کرنیں بکھیرتے رہے اور یہی ہمارا وہ طرۂ امتیاز ہے جس پر ہماری آنے والی نسلوں کو سدا فخر رہے گا۔

بقول محترم ساحر لکھنوی کہ: صاحبانِ علم مومنین باب مدینۃ العلم کے دربان اور شہرِ علم کے معزز شہری ہیں"۔

علم و ادب سے وابستہ افراد ہی ملت کا قیمتی سرمایہ اور گوہرِ نایاب ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ یہ بیان کرتی نظر آتی ہے کہ یہاں علم و ادب سدا مکتبِ اہلِ بیتؑ سے متمسک افراد کے زیرِ سایہ ہی پروان چڑھا ہے۔ لکھنؤ کی علمی اور ثقافتی بالادستی یہاں کے مکینوں کی فقط مکتبِ اہلِ بیتؑ سے تمسک رکھنے کی بنا پر تھی۔ اس حوالہ سے تقسیمِ ہند کے بعد تاریخ بھی کوئی مایوس کن نہیں ہے۔ بہر حال پاکستان کے اندر مخصوص دگرگوں سیاسی حالات کے بموجب دیگر اداروں کی طرح "شعبۂ علم و ادب" بھی مایوس کن حالات کا شکار رہا اور اسے صحیح معنوں میں پنپنے کا موقع نہیں دیا گیا۔ لیکن ان تمام پریشان کن حالات کے باوجود جن اہلِ علم کے سینے خزینۂ علومِ محمدؐ و آلِ محمدؐ سے کسبِ فیض کے بموجب روشن تھے انہوں نے ان مایوس کن حالات کے باوجود شمعِ علم کو گل نہیں ہونے دیا، اور اپنے محدود ترین وسائل کے باوجود اس حوالہ سے ایسے اقدامات کرتے رہے کہ شمع سے شمع جلنے کا یہ نورانی سفر جاری رہا، ایسے حالات میں جبکہ ملتِ جعفریہ پاکستان چاروں طرف سے سازشوں کی یلغار میں گھری ہوئی ہے۔ آثار و افکار اکادمی (پاکستان) بھی ملتِ جعفریہ کے لیے ایک نعمت سے کم نہیں۔ فروغِ علم و ادب کے حوالہ سے اکادمی کے تمام اراکین بالخصوص صدرِ اکادمی جناب ساحر لکھنوی کی کاوشیں لائقِ صد تحسین ہیں کہ جنہوں نے ملتِ جعفریہ میں فروغِ علم و ادب اور اہلِ علم و قلم کی پذیرائی اور قدر افزائی کے لیے اس شاندار ادارہ کی بنیاد رکھی، جس نے انتہائی کم عرصہ میں اپنے نصب العین کے حصول کی طرف تیزی سے پیش رفت کی ہے، جس پر ملت کا ہر طبقۂ فکر علماء، ادباء، محققین، صحافی، دانشور اور طلباء ان کے از حد ممنون و مشکور ہیں۔

[ماہنامہ "المھدیؑ"، لاہور، شمارہ مئی ۲۰۰۷ء]

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ساحرؔ اور اُن کا شاعرانہ مرتبہ

مولانا سیّد محمد باقر شمسؔ

جناب ساحرؔ (سیّد قائم مہدی) ۱۳۵۰ھ مطابق چھ ستمبر ۱۹۳۱ء کو سرائے رحمت اللہ، کھارادر، کراچی میں اس وقت پیدا ہوئے تھے جب ان کے محترم والدین زیاراتِ مقاماتِ مقدسہ کے سفر کے دوران کراچی میں رُکے تھے۔ ظریفؔ لکھنوی نے تاریخ کہی:

''سمندر کے کنارے بے بہا گوہر وہ ہاتھ آیا''

وہ لکھنؤ کے خاندانِ اجتہاد کی اس شاخ کے ثمر ہیں جو اپنی دولت مندی کی وجہ سے نواب کہا جاتا تھا۔ وہ لوگ نوابی کی شان پیدا کرنے پر تو روپیہ ضرور صرف کرتے تھے لیکن نوابوں کی طرح دوسرے لہو ولعب اور نامشروع باتوں پر ان کی دولت صرف نہیں ہوتی تھی۔ مجلسیں بہت اہتمام سے کرتے تھے جن میں پلاؤ، قورمہ اور روٹی رومال میں بندھی ہوئی تقسیم ہوتی تھی۔ مشاعرے کرتے تھے۔ بعدِ ختم مشاعرہ شعراء اور شرکاء کے لیے دسترخوان بچھتا تھا جس میں پُرتکلف کھانے پیش کیے جاتے تھے۔ جناب ساحرؔ کے جدِّ اعلیٰ نواب سیّد اصغر حسین صاحب فاخرؔ صورت شکل، شان وشوکت اور وجاہت میں تو نوابوں سے بھی آگے تھے لیکن خاندانی اثر سے طبعاً مولوی تھے۔ ان کی زبان سے کبھی جھوٹ نہیں سنا گیا۔ مجلسیں بھی اسی شان سے کرتے تھے جن میں حسبِ دستور پُرتکلف کھانا تقسیم ہوتا تھا۔ مشاعرے میں بھی اسی طرح دسترخوان بچھتا تھا۔ نادار شعراء، ادباء اور اہلِ علم کے وظائف مقرر تھے۔ خطیبِ اعظم مولانا سبطِ حسن صاحب اعلی اللہ مقامہٗ کی علمی زندگی انہیں کے سایۂ عاطفت میں پروان چڑھی۔ علمی اور ادبی کتابوں کی اشاعت میں بھی ان کو بڑی دلچسپی تھی۔ میرے والد کی کتاب ''غضب اللہ المسقول فی ردالسیف المسلول'' انہیں کے روپیہ سے چھپی۔ شاعرانہ حیثیت سے ان کا شمار لکھنؤ کے اساتذہ میں تھا۔ سینکڑوں شاگرد تھے۔ غزلوں کے کئی دیوان ہیں۔ مرثیوں کا بڑا ذخیرہ تھا۔ ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انہوں نے سلام اتنے کہے تھے کہ ایک ضخیم دیوان مرتب ہوکر شائع ہوگیا تھا۔ بعض اور شاعروں کے بھی سلاموں کے دیوان ہیں، مگر بہت کم۔

حضرت فاخرؔ کے صاحبزادے نواب انور حسین صاحب شاعر تو نہ تھے لیکن سخن فہمی اور نکتہ سنجی ان کی مشہور تھی۔ ان کے صاحبزادے نواب اختر حسین صاحب مصورؔ جو ساحرؔ صاحب کے والد تھے، شاعر تھے۔ میں نے ان کا اور کلام تو نہیں دیکھا، لیکن نوحہ کی بیاضیں دیکھی ہیں۔ کلام استادانہ ہے۔

ساحرؔ صاحب کے نانا نواب سیّد محمد ذکی علی صاحب ہاتفؔ کا شمار لکھنؤ کے اساتذہ میں تھا، مگر ان کا سارا کلام تلف ہوگیا اور یہ حادثہ انہیں کے ساتھ پیش نہیں آیا، بلکہ اکثر اساتذۂ لکھنؤ کا کلام مفقود ہے۔ جناب ساحرؔ کو ننھیال اور ددھیال دونوں طرف سے شاعری میراث میں ملی ہے اس لیے اگر یہ کہوں کہ ان کی شاعری دو آتشہ ہے تو بے جا نہیں ہوگا۔ وہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سید محمد مہدی نقوی عرف دانش

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱۔ درمیان میں حضرت سید العلماء علامہ سید علی نقی صاحب عرف مولوی نقن صاحب قبلہ طاب ثراہ
۲۔ بائیں طرف محسن الملت جناب مولانا سید محمد محسن صاحب قبلہ طاب ثراہ
۳۔ دائیں طرف ساحرؔ لکھنوی (زمانہ تقریباً ۸۲۔۱۹۸۱ء)

۱۔ بائیں طرف حضرت سید العلماء علامہ سید علی نقی صاحب عرف مولوی نقن صاحب طاب ثراہ
۲۔ دائیں طرف: صادق الملت جناب مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق صاحب مدظلہ العالی
۳۔ درمیان میں: ساحرؔ لکھنوی (زمانہ تقریباً ۸۳۔۱۹۸۲ء)

۱۔ بائیں طرف سے دوسرے: سید العلماء علامہ سید علی نقی عرف مولوی نقن صاحب طاب ثراہ
۲۔ دائیں طرف سے دوسرے: جناب سید ذوالفقار حیدر نقوی اجتہادی مرحوم
۳۔ بائیں طرف سے پہلے: ساحرؔ لکھنوی (زمانہ تقریباً ۸۰۔۱۹۷۹ء)

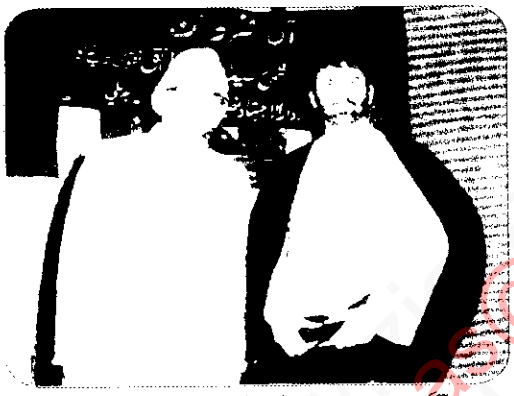

ساحرؔ لکھنوی حضرت عماد العلماء علامہ ڈاکٹر سید علی محمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی خلف حضرت سید العلماء علامہ سید علی نقی صاحب عرف مولوی نقن صاحب طاب ثراہ کے ہمراہ لکھنؤ کی امام بارگاہ سید تقی صاحب جنت مآب میں جہاں حضرت سید العلماء طاب ثراہ کی آخری آرام گاہ ہے۔

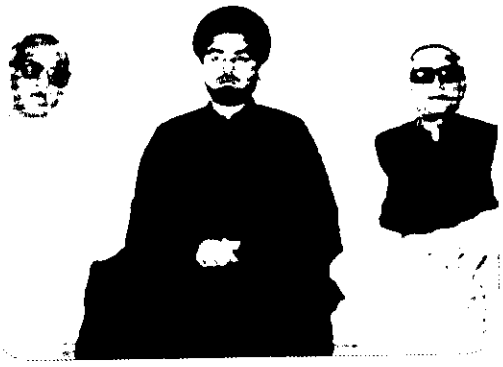

۱۔ درمیان میں: جناب محترم مولانا سید کلب جواد صاحب قبلہ مدظلہ العالی
خلف صفوۃ العلماء مولانا سید کلب عابد صاحب قبلہ طاب ثراہ
۲۔ دائیں طرف سے پہلے: جناب آغا سید محمد حسین صاحب قبلہ مرحوم و مغفور جن کے دولت کدہ پر یہ تصویر کھینچی گئی تھی۔
۳۔ بائیں طرف سے پہلے: ساحرؔ لکھنوی (زمانہ تقریباً ۸۹۔۱۹۸۸ء)

سیّد افتخار حسین عابدی مدظلہ
(سب سے چھوٹے داماد)

سیّد حسن حیدر زیدی سلمہ
(تیسری دختر کے شوہر)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سید محمد مہدی نقوی عرف دانش

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بڑے داماد سیّد حسن عسکری جعفری سلمہ
اپنے فرزند سیّد اسد جعفری عرف علی سلمہ

سیّد لیاقت رشید رضوی سلمہ
(دوسری بیٹی کے شوہر)

سیّد حسن حیدر زیدی سلمہ
(تیسری دختر کے شوہر)

سیّد افتخار حسین عابدی سلمہ
(سب سے چھوٹے داماد)

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دائیں سے بائیں:۔ ۱۔ باقر مہدی عرف یاسر سلمہ (بڑے) ۲۔ حسن مہدی سلمہ (چھوٹے) ۳۔ کاظم مہدی سلمہ (منجھلے)
فرزندانِ سیّد محمد مہدی عرف دانش

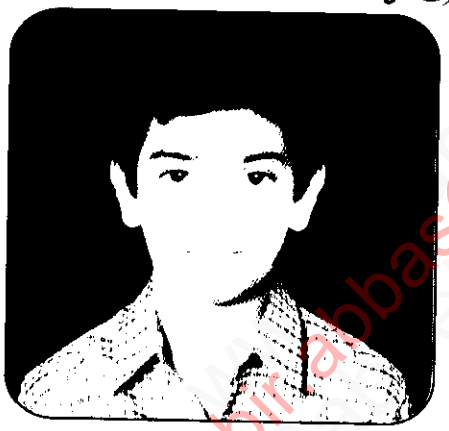

سیّد عمار حیدر زیدی سلمہ
ابنِ حسین حیدر زیدی سلمہ

سیّد رضا افتخار حسین عابدی سلمہ
ابن سیّد افتخار حسین عابدی

سیّد ارسلان عباس رضوی سلمہ
ابنِ لیاقت رشید رضوی سلمہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱۔ درمیان میں حضرت سید العلماء علامہ سید علی نقی صاحب عرف مولوی نقن صاحب قبلہ طاب ثراہ
۲۔ بائیں طرف محسن الملت جناب مولانا سید محمد محسن صاحب قبلہ طاب ثراہ
۳۔ دائیں طرف ساحر لکھنوی (زمانہ تقریباً ۸۲۔۱۹۸۱ء)

۱۔ بائیں طرف حضرت سید العلماء علامہ سید علی نقی صاحب عرف مولوی نقن صاحب طاب ثراہ
۲۔ دائیں طرف: صادق الملت جناب مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق صاحب مدظلہ العالی
۳۔ درمیان میں: ساحر لکھنوی (زمانہ تقریباً ۸۳۔۱۹۸۲ء)

۱۔ بائیں طرف سے دوسرے: سید العلماء علامہ سید علی نقی عرف مولوی نقن صاحب طاب ثراہ
۲۔ دائیں طرف سے دوسرے: جناب سید ذوالفقار حیدر نقوی اجتہادی مرحوم
۳۔ بائیں طرف سے پہلے: ساحر لکھنوی (زمانہ تقریباً ۸۰۔۱۹۷۹ء)

ساحر لکھنوی حضرت عماد العلماء علامہ ڈاکٹر سید علی محمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی خلف حضرت سید العلماء علامہ سید علی نقی صاحب عرف مولوی نقن صاحب طاب ثراہ کے ہمراہ لکھنؤ کی امام بارگاہ سید تقی صاحب جنت مآب میں جہاں حضرت سید العلماء طاب ثراہ کی آخری آرام گاہ ہے۔

۱۔ درمیان میں: جناب محترم مولانا سید کلب جواد صاحب قبلہ مدظلہ العالی خلف صفوۃ العلماء مولانا سید کلب عابد صاحب قبلہ طاب ثراہ
۲۔ دائیں طرف سے پہلے: جناب آغا سید محمد حسین صاحب قبلہ مرحوم و مغفور جن کے دولت کدہ پر یہ تصویر کھینچی گئی تھی۔
۳۔ بائیں طرف سے پہلے: ساحر لکھنوی (زمانہ تقریباً ۸۹۔۱۹۸۸ء)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تھے اور اس کا اعتراف بھی کرتے تھے کہ ان کے مرثیے مرثیہ کے معیار پر پورے نہیں اترتے۔ اب جو جدید مرثیوں کو مسدس کا نام دیا گیا ہے جس پر جدید مرثیہ نگاروں اور ڈاکٹر سید محمد عقیل رضوی صاحب جیسے بعض جدیدیت پرست نقادوں کو شدید اعتراض ہے، یہ خود حضرت جوشؔ ملیح آبادی کا دیا ہوا نام ہے۔ ان کو جدید مرثیہ کا موجد اور جدید مرثیہ نگاروں کا میرِ کارواں تسلیم کرنا مگر جدید مرثیہ کو ان کے دیئے ہوئے نام ''مسدس'' پر چراغ پا ہونا جیسا کہ ڈاکٹر عقیل رضوی صاحب کے ایک مضمون مطبوعہ ماہنامہ ''طلوعِ افکار'' کراچی سے ظاہر ہے، عجب تضادِ فکر ہے۔

اس دور کے جتنے معروف مرثیہ نگار ہیں ان میں سے دو تین معتدل مزاج شعراء کو چھوڑ کر جن کے مرثیوں میں کربلا کے واقعات بیانِ مصائب کی حد تک ذرا کچھ تفصیل سے ملتے ہیں، دوسرے کچھ زیادہ جدیدیت کے مدعی شعراء کے مرثیے ان سے تقریباً خالی ہوتے ہیں۔ ساٹھ ستر بندوں کی تمہید کے بعد دو چار بند آخر میں کربلا کے متعلق بھی اشارۃً آجاتے ہیں جن کو مرثیہ نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ واقعۂ کربلا کی طرف کچھ اشارے مرثیہ نہیں بن سکتے، تفصیل مرثیہ ہے۔

جناب ساحرؔ لکھنوی کے مرثیے تمہید میں تو جدید مرثیوں کی طرح ہیں لیکن انہوں نے اپنے مرثیوں کو مرثیہ باقی رکھا ہے اور ان میں وہ تمام باتیں موجود ہیں جو واقعۂ کربلا کے متعلق ایک مرثیہ میں ہونا چاہیں، یعنی گھوڑے کی تعریف، تلوار کی تعریف، جنگ، شہادت اور بین۔ مرثیے کے یہ تمام اجزا پورے طور پر موجود ہیں۔ خاص طور پر بین جو اثر کے لحاظ سے رقت آفریں اور شاعری کے اعتبار سے وجد آفریں ہیں۔ ان کے مرثیوں کے بارے میں میری رائے یہ ہے کہ اوراصنافِ سخن کی طرح ان کا ایسا مرثیہ گو بھی برصغیر میں نہیں ہے۔ یہی بات میں اپنی کتاب ''تاریخِ لکھنؤ'' کے نظر ثانی شدہ ایڈیشن مطبوعہ ۱۹۹۱ء میں اور اس کے بعد ساحرؔ صاحب کے مجموعۂ مراثی ''آیاتِ درد'' میں شامل اپنے تبصرہ میں لکھ چکا ہوں جس پر بعض حضرات چیں بچیں بھی ہوئے، مگر میں اپنی رائے پر قائم ہوں۔ جناب حسین انجم، مدیرِ اعلیٰ، ماہنامہ ''طلوعِ افکار'' کراچی نے اپنے جریدہ کے شمارہ بابت مئی ۱۹۹۸ء میں جناب ڈاکٹر سردار زیدی کا ایک مضمون ''اردو شاعری میں رثائی ادب کا مرتبہ و مقام'' کے موضوع پر شائع کیا۔ ڈاکٹر سردار زیدی نے اس مضمون میں ساحرؔ صاحب کی مرثیہ نگاری پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ ٹھیک لکھا ہے کہ ''ساحرؔ صاحب بعد از تقسیم برصغیر میں پروان چڑھنے والی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ مرثیہ ان کو وراثت میں ملا ہے۔ وہ علومِ حاضرہ سے باخبر ایک پڑھے لکھے اور قادرالکلام شاعر ہیں (صفحہ ۱۳)۔ ساحرؔ لکھنوی کے ہاں قدیم و جدید رنگ کا امتزاج ملتا ہے (صفحہ ۷)۔ ساحرؔ صاحب کا اندازِ مرثیہ گوئی اور طریقِ خواندگی میر انیسؔ سے قریب ہے۔ مرثیہ خوانی میں وہ میر انیسؔ کی طرح آنکھوں کی جنبش اور آواز کے زیر و بم سے کام لیتے ہیں اور مفہوم کی وضاحت کے لیے حسبِ ضرورت ہاتھ کے اشاروں سے بھی بتاتے جاتے ہیں، البتہ ان کی آواز اور لہجہ میں ایک دھیما پن ہے جو ان کی نستعلیق اور مرنجاں مرنج شخصیت کا غماز ہے۔ جدید مرثیہ گویوں میں وہ ایک قادرالکلام مرثیہ گو ہیں۔ ان کی زبان اور محاورہ پر مکمل گرفت ہے۔ مرثیہ کی زبان کے سلسلہ میں وہ میر انیسؔ کے قائم کردہ معیار پر پورے اترتے ہیں:

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

روزمرہ شرفا کا ہو ، سلاست ہو وہی لب و لہجہ وہی سارا ہو ، متانت ہو وہی
سامعیں جلد سمجھ لیں جسے صنعت ہو وہی یعنی موقع ہو جہاں جس کا ، عبارت ہو وہی
لفظ بھی چست ہوں ، مضمون بھی عالی ہوئے
مرثیہ درد کی باتوں سے نہ خالی ہوئے

کولرج نے مرثیہ (Elegy) کو شاعری کی ایسی صنف قرار دیا ہے جو ایک تفکر کرنے والے ذہن کے لیے فطری عمل ہے۔ یونانیوں میں بھی اس صنف کا مقبول استعمال مرنے والے کے لیے پُر وقار حزن کا اظہار تھا۔ اسی طرح رومی اور انگریزی ادب میں بھی مرثیہ سنجیدہ شاعری کا قابلِ قدر حصہ ہے۔ اردو شاعری میں سب سے پہلے سوداؔ نے مرثیہ کے مرتبے، حرمت اور شاعرانہ اہمیت پر اصرار کیا اور کہا کہ مرثیہ محض عوام کے بین و بکا کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ شاعر کو اپنے ممدوح کے ارفع مرتبے کو نظر میں رکھنا چاہیے۔ ان حوالوں سے بھی ساحرؔ صاحب کا مرثیہ کلاسیکی روایت سے ہم آہنگ ہے۔ ساتھ ہی ساتھ بحیثیت ایک جدید مرثیہ گو ان کے مرثیوں میں موضوعاتی تسلسل، اخلاقی، مابعد الطبیعاتی، عصری اور سیاسی مضامین اور ایک فکر آمیز حزن کا اظہار بھی ملتا ہے (صفحہ ۹، ۱۰)۔

ساحرؔ صاحب کے مرثیوں کے مختلف مقامات سے کچھ مثالیں ملاحظہ کیجیے:

منظر نگاری:

قدیم مرثیوں کے چہرے میں مناظرِ فطرت کا بیان ہوتا تھا۔ مثلاً صبح کا سماں، رات کی تاریکی اور گرمی کی شدت وغیرہ۔ جدید مرثیوں میں منظر نگاری ختم ہو چکی ہے۔ ساحرؔ صاحب نے اس کمی کو میدانِ جنگ کی منظر نگاری سے پورا کیا اور اپنے زورِ سخن سے ایسے مناظر آنکھوں سے دکھا دیے۔

اجتماعی جنگ کے منظر دیکھیے۔ شہزادۂ علی اکبرؑ کی اجتماعی جنگ کے ان تین بندوں میں تیسرے بند کی بیت کا نیا پن خاص طور سے توجہ طلب ہے۔ جنابِ علی اکبرؑ فوجِ یزید پر حملے کر رہے ہیں۔ حملوں کی شدت سے:

ہلچل یہ تھی کہ تیغ کہیں تھی سپر کہیں رہرو کہیں تھے ، راہ کہیں ، راہبر کہیں
بھائی کہیں تھا ، باپ کہیں اور پسر کہیں بھگدڑ مچی تھی ، پاؤں کہیں تھے نظر کہیں
پیدل تو کیا ، سوار گرے اضطراب میں
سر خاک پر تھے ، پاؤں معلق رکاب میں

محشر سے ہم کنار تھا میدانِ کارزار نقارہ و دہل کی گرج ، شورِ گیر و دار
چیخیں وہ زخمیوں کی ، وہ کڑکیت کی پکار گھوڑوں کی جست و خیز سے اڑتا ہوا غبار
لاشے نظر کی آخری حد تک پڑے ہوئے
اکبرؑ کی تیغِ تیز کے جھنڈے گڑے ہوئے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بکھرے پڑے تھے دشتِ وغا میں اِدھر اُدھر ہتھیار ، چار آئینے ، زرہیں ، جھلم ، سپر
دل ، ہاتھ ، پاؤں ، سینہ ، جگر ، سب تتر بتر گھوڑوں کی ٹھوکروں میں تھے خیرہ سروں کے سر
جھکتے نہ تھے جو کبر سے اِک آن کے لیے
گیندیں بنے تھے موت کی چوگان کے لیے

[مرثیہ: مرثیہ قطب شاہ سے ساحرؔ تک]

مرثیہ میں حمد:

ایک مرثیہ سے حمدِ خدا کے چند بند ملاحظہ ہوں:

خدا کی حمد ہے سرنامۂ کتابِ سخن یہی ہے مطلعِ دیوانِ انتخابِ سخن
یہ حرف وہ ہے ، زباں جس سے کامیابِ سخن اس ایک حرف سے کھلتے ہیں لاکھ بابِ سخن
وہ جس کے لب پہ یہ حرفِ جلیل ہوتا ہے
وہ شخص ہم سخنِ جبرئیلؑ ہوتا ہے

خدا کی حمد یمِ معرفت کا موتی ہے یہ تہہ کی چیز ہے ، گہرائیوں میں ہوتی ہے
اسی کی چاہ میں فکر آبرو بھی کھوتی ہے بڑے منجھے ہوئے پیراک کو ڈبوتی ہے
جو ہچکچائے وہ کب اس گہر کو پاتا ہے
جو ڈوب جائے ، یہ بس اس کے ہاتھ آتا ہے

یہ بحرِ معرفتِ حق ہے وہ خدا کی قسم کہ جس کی تھاہ نہ پائیں کبھی خیال و قلم
اکھڑنے لگتا ہے اس کے عمق کو دیکھ کے دم بڑے بڑوں کا یہاں کھل گیا ہے مان بھرم
وہ پار کیا ہو جو حق کا ولی نہیں ہوتا
ہر اِک ولی بھی جہاں میں علیؑ نہیں ہوتا

یہ وہ ہے جس کا لقب ذوالجلالِ و الاکرام وہ حیّ و مومن و قیوم و مستعان و سلام
ودود و باری و معبود سب اسی کے ہیں نام اسی کی ذات کو کُل کائنات میں ہے دوام
اسی سے عالمِ ایجاد ہے ، بدیع ہے وہ
تمام رفعتیں ہیں پست ، بس رفیع ہے وہ

وہی ہے مدرک و ہادی ، وہی وکیل و کفیل بصیر و عادل و فرد و احد ، مقیل و نبیل
شکور و محسن و ذی عزت و منیل و دلیل لطیف و نور و خبیر و قوی ، جلیل و جمیل
بعید و مقتدر و قادر و حسیب ہے وہ
نظر سے دور ، رگِ جاں سے بھی قریب ہے وہ

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وہ علیؑ علم نے جس ذات سے عزت پائی علم کی شمع نے جس نور سے طلعت پائی
علم نے جس کی جبیں چوم کے رفعت پائی علم نے جس کے قدم چُھو کے فضیلت پائی
اس کی مدحت میں کوئی حرفِ جنوں خیز لکھوں
بات لکھوں تو کوئی ولولہ انگیز لکھوں

علم اِک رتبۂ عالی ہے اور اعلیٰ ہیں علیؑ علم اذہان کی صحت ہے ، مسیحا ہیں علیؑ
علم آباد ہے جس میں وہی دنیا ہیں علیؑ علم مولائی ہے اور علم کے مولا ہیں علیؑ
آپؑ کے دَر پہ ملک شاد بھی آباد بھی ہیں
آپؑ جبریلؑ کے مولا بھی ہیں ، اُستاد بھی ہیں

اوج مولاؑ کا شہنشاہِ اُمم سے پوچھو علم کی شان ہے کیا ، لوح و قلم سے پوچھو
علم و مولاؑ کا حشم ربطِ بہم سے پوچھو ابنِ عباسؓ پکاریں گے کہ ہم سے پوچھو
علم پھیلے تو یہ قرآنِ جلی ہوتا ہے
ایک نقطہ میں جو سمٹے تو علیؑ ہوتا ہے

علم اِک حرفِ جلی ، علم کا دفتر ہیں علیؑ علم اِک روح ہے جس روح کا پیکر ہیں علیؑ
علم آئینہ ہے جس کا وہ سکندر ہیں علیؑ علم اِک موج ہے جس کی وہ سمندر ہیں علیؑ
اس کی گہرائی میں اتریں نہ زمانے والے
ڈوب جاتے ہیں یہاں تھاہ لگانے والے

[مرثیہ:فقہ وشمشیر]

ایک اور مرثیہ سے جناب علیؑ کی مدح کے چند بند ملاحظہ ہوں:

علیؑ ، یہ نام حلاوت ہے قلب و جاں کے لیے یہی تو قند ہے نطقِ شکر فشاں کے لیے
یہی تو شہد ہے شیرینی بیاں کے لیے جبھی تو ''نطق نے بوسے مری زباں کے لیے''
مزے ذرا بھی جو اس کے زباں پہ رہ جائیں
لبوں سے شہدِ فصاحت کی ندیاں بہہ جائیں

علیؑ کہا تو نظر اٹھی آسماں کی طرف اٹھا کے ذروں نے سر دیکھا کہکشاں کی طرف
نگاہ مڑ گئی پھولوں کی باغباں کی طرف ہوائے فکر چلی اپنے گلستاں کی طرف
چمن میں مدح کے غنچے علی الحساب کھلے
نظر کی رحل پہ آیات کے گلاب کھلے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

علیؑ وہی ہیں ہوئے جو خدا کے گھر پیدا کہ جیسے برجِ سعادت سے ہو قمر پیدا
ہوا صدف سے جو کعبہ کے یہ گہر پیدا خدا کے جلووں کو انساں نے کی نظر پیدا
نگاہ والوں نے ان پر بتوں کو وار دیا
نصیریوں کو قصورِ نظر نے مار دیا

جری ہیں، شیر ہیں، کرّار ہیں، دلاور ہیں اسد ہیں، ببر ہیں، ضرغام ہیں، غضنفر ہیں
نبیؐ کی تیغ ہیں، تیغِ نبیؐ کا جوہر ہیں صنم شکار ہیں، اژدر فگن ہیں، حیدرؑ ہیں
نبیؐ کے قوتِ بازو ہیں یہ وغا کے لیے
خدا کا قہر ہیں اعدائے مصطفیٰؐ کے لیے

شبابِ دینِ محمدؐ کا بانکپن ہیں علیؑ جبینِ احمدؐ مختار کی شکن ہیں علیؑ
رسولِؐ پاک کا بازوئے تیغ زن ہیں علیؑ بتانِ کبر جو توڑے وہ بت شکن ہیں علیؑ
انہیں کے نام سے مرحب ابھی سے ڈرتا ہے
انہیں کے خوف سے خیبر کا در لرزتا ہے

[مرثیہ: عروسِ کربلا]

رخصت:

رخصت مرثیہ میں ایک بہت اہم مقام ہے۔ اپنے بیٹے، بھائی یا بھتیجے وغیرہ کو میدان میں جانے اور مرنے کی اجازت دیتے ہوئے اعزاء واقرباء کے دلوں پر کیا گزرتی ہے اور ان کا کیا حال ہوتا ہے، اس صورتِ حال کا پُر تاثیر بیان صرف اسی طرح ممکن ہے کہ شاعر خود اپنے اوپر وہ کیفیات طاری کر لے اور اس منظر کا خود ایک حصہ بن جائے۔ یہ آسان بات نہیں ہے مگر ساحر صاحب اس منزل سے بھی بڑی کامیابیوں سے گزرے ہیں۔ ایک مرثیہ سے چھ ماہ کے بچے جناب علی اصغرؑ کی رخصت کے مناظر ملاحظہ ہوں:

بس اب جہاں میں تازہ مصیبت کا وقت ہے مظلومیت کے حق میں قیامت کا وقت ہے
مولاؑ کے امتحان میں شدت کا وقت ہے بانوؑ کے نونہال کی رخصت کا وقت ہے
اس کی خبر ہوئی ہے جو ہر طفل و پیر کو
اہلِ حرمؑ نے گھیر لیا ہے صغیر کو

زینبؑ بلائیں لیتی ہیں، کلثومؑ ہیں نثار کرتی ہیں بھینچ بھینچ کے کبریٰؑ بھی ان کو پیار
بھائی کے واسطے جو سکینہؑ ہے بے قرار ضد کر رہی ہے گود میں لینے کو بار بار
شاید سبھی سمجھتے ہیں اب جو یہ جائیں گے
پھر تو پلٹ کے دشت سے گھر میں نہ آئیں گے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خیمے کے در تک آئے جو مظلومِ کربلا   اہلِ حرمؑ میں اور بھی شورِ بُکا ہوا
قرآن رکھ کے سر پہ جو رخصت انہیں کیا   اصغرؑ کو لے کے خیمہ سے نکلے شہِؑ ہُدا
جاتے ہی ان کے گھر کی فضا ہی بدل گئی
گلشن سے پھول ، پھول سے خوشبو نکل گئی

رخصت ہر اِک سے ہو کے جو شاہِؑ امم چلے   اصغرؑ زبانِ حال سے بولے کہ ہم چلے
بچے کو لے کے جیسے ہی اِک دو قدم چلے   ماں کے دلِ حزیں پہ وہ تیرِ ستم چلے
قرآن کو بھی ظلم کی یاد آ کے رہ گئی
لاشِ حسنؑ بھی قبر میں تھرا کے رہ گئی

[مرثیہ: قرآن اور وارثانِ قرآن]

آمد:

انہیں بندوں کے تسلسل میں میدان میں جنابِ علی اصغرؑ کی آمد ملاحظہ ہو:

بانوؑ کے مہ لقا کی سواری جو رن میں آئی   خوشبو کی ایک لہر فضا کی گھٹن میں آئی
موجِ تبسم ایک دیارِ محن میں آئی   گویا زباں ، کتابِ خدا کے دہن میں آئی
جھولے کا نور دشت کی زیبائی ہو گیا
گھر میں کِھلا جو پھول وہ صحرائی ہو گیا

اصغرؑ کو لے کے گھر سے بہ حسرت حسینؑ آئے   رن میں لیے بچی ہوئی دولت حسینؑ آئے
مقتل میں لے کے آخری حجت حسینؑ آئے   ہاتھوں پہ لے کے تاجِ شہادت حسینؑ آئے
بچے کو جو عبا میں شہِؑ دیں چھپائے ہیں
اعدائے دیں یہ سمجھے کہ قرآن لائے ہیں

روکے قدم جو اپنے شہِؑ خاص و عام نے   دامن عبا کا اپنی ہٹایا امامؑ نے
منظر عجیب دیکھا یہ افواجِ شام نے   قرآں نہیں ہے ، آیتِ قرآں ہے سامنے
بچہ ہے ، عام بچوں کا جس میں چلن نہیں
گو تشنہ لب ہے پھر بھی جبیں پر شکن نہیں

"والشمس" جس کی شان میں وہ روئے دلنشیں   "والفجر" جس کو چوم لے پُرنور وہ جبیں
"واللیل" جن کا حُسن ہے آنکھیں وہ سرمگیں   "والعصر" جس کی کھائے قسم وہ رُخِ حسیں
دیکھا تو غیر قائلِ قرآن ہو گئے
حیران اِک نظر میں مسلمان ہو گئے

[مرثیہ: قرآن اور وارثانِ قرآن]

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ایک مرثیہ سے جناب عونؑ و محمدؑ کی میدان میں آمد کے چند بند:

اُدھر یہ غل تھا کہ اب دو سوار آتے ہیں — عجب حسین ، عجب گل عذار آتے ہیں
بسانِ جعفرِؑ ضیغم شکار آتے ہیں — علیؑ کی طرح سے مردانہ وار آتے ہیں
ہیں تیغیں قد میں تو چھوٹی مگر چمک دیکھو
زمین ہلتی ہے ، ٹاپوں کی یہ دھمک دیکھو

وہ ہٹ کے گرد نے جلوے عجب دکھائے دو — اُفق تھا ایک مگر چاند جگمگائے دو
اُڑے دو اسپ وہ یا تیر سنسنائے دو — وہ حبس ٹوٹا ، وہ جھونکے ہوا کے آئے دو
چلے جو دشت میں جھونکے ہواؤں کے سن سے
سب اڑ گئے خس و خاشاک کی طرح رن سے

عدو یہ دیکھ کے حیراں ہوئے ہٹا جو غبار — عیاں تھا یہ کہ ہیں دو شیر مرکبوں پہ سوار
یہ غل تھا آ گئے میداں میں حیدرِؑ کرّار — کوئی پکارا کہ جعفرؑ ہیں جنگ کو تیار
غضب میں آئے ہوئے ، تیوریاں چڑھائے ہوئے
کھڑے ہیں دشتِ وغا میں قدم جمائے ہوئے

رکے ہوا کے یہ جھونکے جو دشت میں آ کر — حواس کرنے لگا جمع شام کا لشکر
بکھر گئے تھے جو تنکوں کی طرح بانیِ شر — سمٹ کے آ گئے پھر اپنی اپنی منزل پر
تتر بتر جو صفیں تھیں ، درست ہونے لگیں
وہ جوش تھا ، زرہیں تن پہ چست ہونے لگیں

[مرثیہ: کعبہ سے کربلا تک]

رجز:

آمد کے بعد ایک مرثیہ سے امام حسینؑ کے رجز کے بند دیکھئے:

پہنچا قریبِ لشکرِ اعداء جو شہسوار — دیکھا نگاہِ غور سے دشمن کو ایک بار
پھر یوں کیا خطاب بصد جاہ و افتخار — اے دشمنانِ آدم و انسانیت شکار
پہلے تعارفِ نسبی فرضِ عین ہے
سب جانتے ہیں نام ہمارا حسینؑ ہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ساقیا دے آج وہ جامِ تولّائے حسینؑ جس میں دھو دھو کر پیوں نقشِ کفِ پائے حسینؑ
پی کے جو مدحت کرے گا مجھ سا شیدائے حسینؑ میکدہ بن جائے گا طورِ تجلائے حسینؑ
ہاتھ منبر پر جو اِک جامِ وِلا آ جائے گا
مرثیہ میں بھی قصیدہ کا مزا آ جائے گا

ہاں پلا، جو تیرے ساغر میں مچلتی ہے وہ مَے دل کے خُم سے جوش کھا کر جو ابلتی ہے وہ مَے
کوزۂ چشمِ تمنا میں جو ڈھلتی ہے وہ مَے محتسب کو جس کی بوئے خوش بھی کھلتی ہے وہ مَے
دے سرورِ بادۂ غم جوشِ ایمانی کے ساتھ
دل کا خوں آنکھوں سے ٹپکے اشک افشانی کے ساتھ

ساقیا دے مجھ کو دُردِ جامِ عرفانِ حسینؑ آج میں دل کھول کر پی لوں بہ فیضانِ حسینؑ
ڈوب جاؤں جب میں اس میں ہو کے قربانِ حسینؑ پھر حدِ امکاں میں لکھوں مدح شایانِ حسینؑ
پی کے اِک اِک گھونٹ پر ان کی صفت لکھتا رہوں
میں حسینؑ ابنِ علیؑ کی منقبت لکھتا رہوں

[مرثیہ: کردارِ حسینؑ کی تشکیل اور اسلاف]

ایک اور مرثیہ سے ساقی نامہ کے دو بند ملاحظہ ہوں:

بس اب وہ ذکر چھڑے، دل کہے شراب شراب ہوں تشنہ لب تو دکھاتا ہے ہر سراب سراب
ملے جو ساقیِ کوثر سے تو ہر آب شراب ہٹا لے پیرِ مغاں اپنی یہ خراب شراب
پیوں گا میں نہ کسی سفلہ و رذیل کے ساتھ
چھنے گی آج مصلے پہ جبرئیلؑ کے ساتھ

یہ وہ شراب ہے صہبائے الفتِ حیدرؑ لئے جو بیٹھا ہے رضوان بابِ جنت پر
کیئے ہیں اس سے فرشتوں نے اپنے دامن تر یہ مجھ سے کہتا ہے واعظ کہ اس سے توبہ کر!
مئے ولائے علیؑ سے عدو کرے توبہ
میں اس شراب سے توبہ کروں، ارے توبہ

[مرثیہ: مداحی اور پیروی]

رزمیہ:

تلوار کی تعریف:

اب رزمیہ کے حوالہ سے تلوار کی تعریف کے مختلف بند ملاحظہ کیجیے:

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

امام حسینؑ کی تلوار (ذوالفقار)

کہتے ہیں اس کو تیغ فقط نام کے لیے نشتر ہے یہ تو شہ رگِ اوہام کے لیے
برقِ فنا ہے تیرگیِ شام کے لیے جوئے بقا ہے جانِ بلب اسلام کے لیے
والفتح صاف صاف نمایاں ہے شان سے
اتری ہے مثلِ وحی کے یہ آسمان سے

جب یہ ہوئی طلوع افق سے نیام کے قبضہ میں آ کے چوم لیے ہاتھ امامؑ کے
نکلی ہلال بن کے جو بادل سے شام کے جلوے تھے شرق و غرب میں برقِ حسام کے
چمکی اگر یہاں تو کڑک کر وہاں گری
اِک اِک سے پوچھتا تھا کہ بجلی کہاں گری؟

سن سن سے تیغِ تیز کی یوں سنسنائے دل گردش لہو کی رکنے لگی، جھنجھنائے دل
سہمے، ڈرے، لرزنے لگے، تھرتھرائے دل کوشش کے باوجود نہ قابو میں آئے دل
ڈر ڈر کے دل نکل گئے پہلو کو چھوڑ کے
گویا پرند اُڑ گئے پنجروں کو توڑ کے

[مرثیہ: واپسی]

خیبر میں جب یہ میان سے نکلی پئے سفر پہلے پڑاؤ کے لیے مرحب کی تھی سپر
پھر خود و فرق و گردن و سینہ، دل و جگر پھر زین و زیر بند کے ساتھ اسپ کی کمر
یہ اسپ پر رکی نہ کسی فیل پر رکی
اب جو چلی تو شہپرِ جبریلؑ پر رکی

[مرثیہ: سفر]

جب یوں کیا کلام امامِؑ انام نے حملہ کیا حضورؑ پہ افواجِ شام نے
کھینچی کمر سے تیغ شہِؑ تشنہ کام نے اب کس میں ہے یہ تاب کہ آ جائے سامنے
سن کر ملوکیت یہ خبر، تھرتھرا گئی
مظلومیت کے ہاتھ میں تلوار آ گئی

دستِ امامِؑ وقت میں جو ذوالفقار ہے انسانیت نواز و عدالت شعار ہے
حق بیں ہے، حق پناہ ہے، باطل شکار ہے اس پر خدا کے دین کا دارومدار ہے
آئی ہے حفظِ حق کو شہِؑ انس و جاں کے پاس
رہتی ہے رات دن یہ امامِؑ زماں کے پاس

[مرثیہ: انسانیت اور حسینیت]

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مثال میں درج کیے گئے تلوار کی تعریف کے مندرجہ بالا بندوں سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ ساحرؔ نے کہیں تو متقدمین کے انداز میں تلوار کی تعریف کی ہے مگر وہاں بھی بعض نئی تشبیہیں، استعارے اور نئے مضامین پیدا کیے ہیں اور کہیں جدید انداز سے تلوار کی تعریف کر کے عصرِ حاضر کے رجحانات کی بھی ترجمانی کی ہے۔ میرے خیال کی تائید میں درج ذیل مصرعے دوبارہ ملاحظہ کیجئے۔ پہلے قدیم انداز میں نئی تشبیہیں اور مضامین:

کھنچ کر مقابلے پہ جو باطل کے تن گئی — چینِ جبینِ حیدرِ کرّار بن گئی
(حضرت علی اکبرؑ کی تلوار)

فلک کی گردشیں کیا انقلاب لاتی ہیں — زمیں سے بجلیاں اب آسماں پہ آتی ہیں
(جناب عونؑ و محمدؑ کی تلواریں)

مزاج میں تھی بڑی ہٹ، بلا کی تھی ضدن — یہ اس کی عمر تھی یا ذوالفقار کا بچپن
(جنابِ قاسمؑ کی تلوار)

اس کے دم سے تھا قوی قلبِ جنابِ زینبؑ — اسی تلوار کا سایہ تھا نقابِ زینبؑ
(حضرتِ عباسؑ کی تلوار)

اور وہ بند جس میں تلوار کی جنبشوں کی نماز کے ارکان سے تشبیہیں دی ہیں:

نیام میں تھی تو مشغول یہ درود میں تھی — کھنچی جو رن میں، عبادات کے حدود میں تھی
عدو کے سر پہ جو بیٹھی تو یہ قعود میں تھی — جو سر سے آئی زمیں پر تو پھر سجود میں تھی
سجود اس کا نہ کیوں وجہِ امتیاز بنے
نماز کو پڑھ جبرئیلؑ جانماز بنے

یہ بیت بھی ملاحظہ ہو:

پھل سر کے جو تنوں سے گرانے پہ ڈٹ گئی — اِک دم کے دم میں ساری کھڑی فصل کٹ گئی

تلوار کی تعریف میں یہ ساری باتیں متقدمین کے رنگ میں ہونے کے باوجود بالکل نئی ہیں اور گذشتہ مرثیہ نگاروں کے کلام میں کہیں نہیں ملیں گی۔ یہ بات عام طور پر کہی جاتی ہے کہ انیسؔ و دبیرؔ اور دیگر اساتذۂ قدیم نے رزمیہ میں کوئی نئی بات کہنے کی گنجائش چھوڑی ہی نہیں۔ یہ بات بڑی حد تک درست بھی ہے، مگر ساحرؔ نے اس میں بھی نئی راہیں نکال لیں۔

اسی تلوار کی تعریف میں جدید رجحانات کے مطابق تشبیہات و مضامین کے لیے مندرجہ ذیل مصرعے ملاحظہ کیجئے:

کہتے ہیں اس کو تیغ فقط نام کے لیے — نشتر ہے یہ تو شہ رگِ اوہام کے لیے
برقِ فنا ہے تیرگیِ شام کے لیے — جوئے بقا ہے جاں بلبِ اسلام کے لیے

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by Rana Jabir Abbas

یہ بیت بھی ملاحظہ کیجئے:

ہوئی تھی خانۂ حرؑ میں جو پرورش اس کی — وغا کے دشت میں آزاد تھی روش اس کی
امامِ عدل پہ دیکھا جو یوں فدا اس کو — خدا نے بخش دیا عہدۂ قضا اس کو
سن کر ملوکیت یہ خبر ، تھرتھرا گئی — مظلومیت کے ہاتھ میں تلوار آ گئی
دستِ امامِ وقت میں جو ذوالفقار ہے — انسانیت نواز و عدالت شعار ہے
جانتے ہو، اس کے وارث موت سے ڈرتے نہیں — جور و جبر و ظلم سے بیعت کبھی کرتے نہیں
مار دیتے ہیں ملوکیت کو ، خود مرتے نہیں — یہ لگا دے زخم جو وہ حشر تک بھرتے نہیں

سر پہ آتی ہے تو نسلوں تک اتر جاتی ہے یہ

ان چند مثالوں سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ کلاسیکی انداز کو جدید رجحانات اور خیالات سے ہم آہنگ کرنے اور مرثیہ کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے جدید فکر کو برتنے میں ساحرؔ کو خاص امتیاز حاصل ہے۔

گھوڑے کی تعریف:

گھوڑے کی تعریف میں ساحرؔ نے بہت کم بند کہے ہیں مگر قدیم و جدید رنگ کی ایسی ہی ہم آہنگی ان میں بھی پائی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر چند بند درج ذیل ہیں۔ پہلا بند امامؑ کے گھوڑے ذوالجناح کی تعریف میں ہے۔ اس بند کے چوتھے مصرع میں گھوڑے کی تیز رفتاری کی تصویر کشی بالکل نئے انداز میں کی گئی ہے:

یہ کہہ کے ایڑ جو گھوڑے کو دی بلا تاخیر — اڑا وہ سن سے کہ نکلا کڑی کمان سے تیر
نگاہ اس پہ تو کوئی جما سکا نہ شریر — نظر میں کھنچ گئی بس ایک روشنی کی لکیر

اڑا جو سن سے تو سن سن چلا ہوا کی طرح
صفوں پہ ٹوٹ پڑا قہرِ کبریا کی طرح

[مرثیہ: مداحی اور پیروی]

اب امام حسینؑ کے رہوار کی تعریف میں مختلف مرثیوں سے کچھ اور بند ملاحظہ کیجئے:

جیسے امامِ وقت کی تلوار معجزہ — تلوار کا وغا میں ہر اِک وار معجزہ
ویسے ہی یہ حسینؑ کا رہوار معجزہ — معجزہ کے اسپ کی رفتار معجزہ

وارث یہی براق کا دنیا میں آج ہے
فر فر یہ دوڑتا ہے کہ رف رف مزاج ہے

[مرثیہ: انسانیت اور حسینیت]

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جیسا سوار ویسا ہی رہوارِ خوش خصال — سرعت کو اس کی پائے ، تخیل کی کیا مجال
اسپِ فلک نورد کی رفتار کی مثال — رف رف ، براق ، برق ، تجلی ، نظر ، خیال
اِک جست میں زمیں سے خلا تک سفر کرے
اِک ثانیہ میں چاند کی منزل کو سر کرے

[مرثیہ: قطب شاہ سے ساحر تک]

اس بند کی بیت عصرِ حاضر میں چاند کی تسخیر کے حوالہ سے بالکل نئی بات ہے۔ رئیس امروہوی مرحوم نے بھی لکھا ہے کہ یہ بالکل عہدِ جدید کی بات ہے اور خلائی سفر کے اس دور میں ہی کہی جا سکتی تھی۔ ایک بند اور ملاحظہ کیجئے:

گرم رفتاری سے اس مرکب کی جلتی تھی ہوا — لاکھ تیزی پر بھی اس سے دب کے چلتی تھی ہوا
اس سے آگے جب نکلنے کو مچلتی تھی ہوا — ٹھوکریں کھاتی تھی ، گرتی تھی ، سنبھلتی تھی ہوا
وہ ہوا باندھی فرس نے رن میں اپنی چال کی
ایک کر دیں سرحدیں ماضی و استقبال کی

[مرثیہ: کردارِ حسینؑ کی تشکیل اور اسلاف]

مصائب:

اب مصائب کے چند بند پیش کیے جاتے ہیں۔ مندرجہ ذیل بندوں میں امام حسینؑ کی شہادت کے بعد شاعر ان کی خدمت میں سلام پیش کرتا ہے۔ ان میں بین نظم نہیں کیے گئے ہیں مگر اثر آفرینی کے اعتبار سے بے حد مبکی اور گریہ خیز بند ہیں:

اے سرِ فوکِ سناں مظلوم کے سر السلام — اے محمدؐ کے پسر ، اے جانِ حیدرؑ السلام
عظمتِ اسلاف کے مہرِ منور السلام — کہہ رہی ہے روحِ اسماعیلؑ جھک کر السلام
جس نے زیرِ تیغ بھی سجدہ کیا اس پر سلام
جس نے مقتل کو مصلا کر دیا اس پر سلام

وارثِ آدمؑ ، تجھے کل آدمیت کا سلام — وارثِ کلِ انبیاؑ ، تجھ کو نبوت کا سلام
وارثِ پیغمبرِ اسلامؐ ، امت کا سلام — والیِ زین العبادؑ ، روحِ عبادت کا سلام
سجدہ و سجدہ گزارِ ارضِ مقتل السلام
السلام اے کشتۂ جورِ مسلسل السلام

کارواں سالارِ حق سجادؑ مضطر کا سلام — کشتۂ غم کشتگانِ تیغ و خنجر کا سلام
حاملِ شانِ حرم جلتے ہوئے گھر کا سلام — غیرتِ اسلاف ، زینبؑ کے کھلے سر کا سلام
ظلم کے دربار سے اہلِ مدینہ کا سلام
شام کے زندان سے قبرِ سکینہؑ کا سلام

[مرثیہ: کردارِ حسینؑ کی تشکیل اور اسلاف]

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جنابِ قاسمؑ کی شہادت پر مصائب کے یہ دو بند اپنی اثر آفرینی میں بے مثال ہیں:

پکاری مادرِ قاسمؑ ، خدا کا شکر کہ آج — حسنؑ کے شیر نے رکھ لی ہمارے شیر کی لاج
بتاؤ جلد ، ہے کیسا مرے جری کا مزاج — دعائیں دے گی تمہیں تا حیات یہ محتاج
کہاں ہے چاند مرا کچھ تو اب بتاؤ مجھے
خدا کے واسطے صورت تو اب دکھاؤ مجھے

یہ کس نے آمدِ قاسمؑ کی مجھ کو دی تھی خبر — کہاں ہے وہ مرا دولہا ، وہ میرا لختِ جگر
یہ کیا ہوا ، مجھے آتا نہیں ہے کچھ بھی نظر — تڑپ کے بولیں یہ بھاوج سے زینبؑ مضطر
وہ جو عبا میں تنِ پاش پاش ہے بھابھی
وہ تو آپؑ کے بیٹے کی لاش ہے بھابھی

[مرثیہ:عروسِ کربلا]

کربلا سے واپسی پر جناب زینبؑ قبرِ رسولؐ اور مرقدِ زہراؑ پر آ کر فریاد کر رہی ہیں:

فریاد کر رہی تھیں یہ دونوں کی قبر پر — آئے ہیں چھٹ کے قید سے ہم سوختہ جگر
آتے ہیں جب پلٹ کے مسافر خود اپنے گھر — تحفے بھی ساتھ لاتے ہیں اپنی بساط بھر
نانا ، میں خالی ہاتھ سفر سے کب آئی ہوں
اماں ، یہ تحفے دیکھئے کیا کیا میں لائی ہوں

یہ دیکھئے ، چھنی تھی مرے سر سے جو ردا — بازو پہ نیل ، پشت پہ دُروں کی ابتلا
دامن پہ خاک قبرِ سکینہؑ کی جا بجا — صغراؑ کے ننھے بھائی کا جھولا جلا ہوا
نانا ، یہ خوں بھرا ہوا کرتا قبول ہو
اماں ، تمہیں حسینؑ کا پُرسہ قبول ہو

[مرثیہ:واپسی]

جناب عونؑ و محمدؑ کی شہادت کے بعد مصائب کے چار بند جن میں جناب زینبؑ کے صبر و استقلال کی تصویر کشی بھی ہے اور دلخراش مصائب بھی:

جب آئے خیمے میں لاشے تو اِک قیامت تھی — تمام اہلِ حرمؑ میں بپا تھی سینہ زنی
مگر جو ماں کا تھا عالم وہ کیا کہے کوئی — جنابِ زینبؑ کبریٰ نے آہ بھی تو نہ کی
خدا کا شکر کیا سر جھکا کے سجدے میں
تھے اشک آنکھوں میں اور سر خدا کے سجدے میں

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جب آئے پُرسہ کو زینبؑ کے پاس اہلِ حرمؑ ہوا کچھ اور بھی شدت کا گریہ و ماتم
کہا یہ ثانیِ زہراؑ نے ضبط کر کے الم نہ اتنا غم کرو تم سب ، مجھے نہیں کوئی غم
بلا حسینؑ سے رد ہو گئی ، الم کیسا
یہ میرے بھائی پہ صدقے ہوئے ہیں ، غم کیسا

کہا حسینؑ سے پھر ، آپ خوب ہیں آگاہ بتائیں کس طرح دونوں نے جنگ کی ، واللہ
کہا حسینؑ نے ، کیا خوب یہ لڑے ہیں ، واہ عدو بھی دیکھ کے کہتے تھے ، اے جزاک اللہ
یہ دونوں جعفرؑ و حیدرؑ کے شیر تھے ، زینبؑ
تمہارے لعل بہت ہی دلیر تھے ، زینبؑ

یہ سن کے ماں نے کیے پھر سے شکر کے سجدے پھر آ کے بیٹوں کے سر اپنی گود میں رکھے
جبینیں چوم کے کہنے لگیں یہ خوش ہو کے کہاں یہ عمر اور اس پر وِغا کے یہ چرچے
خموش کیوں ہو ، اٹھو ، فخر سے کلام کرو
امامِ وقت نے تعریف کی ، سلام کرو

[مرثیہ: کعبہ سے کربلا تک]

حضرتِ عباسؑ کی شہادت کے بعد بیانِ مصائب۔ آخری بند کی بیت تو قیامت خیز ہے:

دیکھو ، جلتے ہوئے خیمہ میں وہ بیمار کے پاس پوچھنے آئی ہیں زینبؑ یہ بصد حسرت و یاس
اے مرے لعل ، امامِ دوجہاں ، شرع اساس فقہ کی رو سے ہے کیا حکم کہ ہے وقتِ ہراس
پردہ رکھنے کو انہیں خیموں میں جل جائیں ہم
یا کھلے سر یونہی بلوہ میں نکل جائیں ہم

لو وہ خیمہ سے نکل آئے سب از حکمِ امامؑ بے ردا زینبؑ و کلثومؑ ہیں اور مجمعِ عام
اس مصیبت سے ہے آفاق میں ہر سو کہرام کوئی دیتا ہے صدا لے کے یہ عباسؑ کا نام
آگ پانی کو لگاؤ ، یہاں آؤ عباسؑ
شمر آتا ہے ، سکینہؑ کو بچاؤ عباسؑ

کیا کرے آہ جو فریاد پہ جا بھی نہ سکے تیغ کو دستِ بریدہ سے اٹھا بھی نہ سکے
پنجۂ ظلم سے بچی کو چھڑا بھی نہ سکے سیلیوں سے جو سکینہؑ کو بچا بھی نہ سکے
تھی عجب کرب میں اس پیکرِ احساس کی لاش
ہر طمانچہ پہ تڑپ جاتی تھی عباسؑ کی لاش

[مرثیہ: فقہ و شمشیر]

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جناب فاطمہ زہراؑ کی وفات کے بعد مصائب کا بیان:

اٹھ تو گئیں جہاں سے پدر کی یہ سوگوار — مرنے پہ بھی اٹھائیں گی لیکن ستم ہزار
جنت میں بھی ملے گا نہ دم بھر انہیں قرار — لاشِ علیؑ پہ خلد سے آئیں گی اشک بار
ٹکڑے دلِ حسنؑ کے چنیں گی یہ طشت سے
بکھرا ہوا حسینؑ سمیٹیں گی دشت سے

دنیا سے خلد کا یہ سفر آخری نہیں — آئیں گی کربلا میں یہ اِک بار بالیقیں
بالوں سے جھاڑ جھاڑ کے یہ دشت کی زمیں — بیٹے کی قتل گاہ سجائیں گی خود وہیں
ان کی بھی مہر ہے جو سرِ محضرِ حسینؑ
یہ وقتِ ذبح گود میں لیں گی سرِ حسینؑ

چن چن کے قتل گاہ سے کانٹے ہٹائیں گی — مقتل سے اپنے لعل کا لاشہ اٹھائیں گی
کلثومؑ قید ہوں گی تو ہمت بندھائیں گی — زینبؑ کو راہِ شام میں ڈھارس دلائیں گی
اس کو اماں ملے گی انہیں کی پناہ میں
ناقہ سے گر پڑے گی سکینہؑ جو راہ میں

ساحرؔ جہاں بھی ہو گی عزائے شہِ اُمم — اس مجلسِ حسینؑ میں ہوں گی شریکِ غم
آنسو گریں گے آنکھ سے شہؑ پر جو دم بدم — رومال میں سمیٹیں گی ان سب کو یہ بہم
لوگو ، یہاں بھی خلد سے تشریف لائی ہیں
پُرسہ تو دو ، حسینؑ کے پُرسے کو آئی ہیں

[مرثیہ: الزہراؑ]

مصائب کے یہ سارے بند جو درج کیے گئے ہیں ان سے یہ بات بہت وضاحت کے ساتھ سامنے آتی ہے کہ ساحرؔ صاحب اس طرح کے بین نظم نہیں کرتے جن سے شہداء کے ورثاء کی زبان سے ایسے الفاظ ادا ہوں جو ان کے وقار کے منافی اور صبر و شکر کی منزل سے گرے ہوئے ہوں یا کسی طرح ان سے خدا سے شکوہ کا پہلو نکلتا ہو جو حقیقتاً منافیِ صبر ہوتا ہے، ورنہ مصائب پر گریہ تو انسانی فطرت ہے۔ یہاں تک کہ پیغمبروں نے بھی مصائب پر گریہ کیا ہے۔ گریۂ یعقوبؑ مشہور ہے، جس کا ذکر قرآنِ مجید میں بھی ہے۔

ساحرؔ اور شخصی مرثیہ:

ساحرؔ صاحب نے شخصی مرثیے بھی کہے۔ ایک مرثیہ جو ''فقہ و شمشیر'' کے موضوع پر کہا اس میں آقائے شریعت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

صفوۃ العلماء مولانا سیّد کلب عابد صاحب اعلیٰ اللہ مقامہٗ کے اوصاف بھی نظم کیے اور ان کے انتقال پر حزن و ملال کے بند بھی کہے۔ مگر اس میں اس سلسلہ کے صرف گیارہ بند ہیں۔ یہ مرثیہ انہوں نے لکھنؤ میں آقائے شریعت کی پہلی برسی کے موقع پر پیش کیا جو بہت مقبول ہوا۔ اس کے علاوہ اس مرثیہ میں آقائے خمینی کے ذکر میں بھی چند بند شامل ہیں۔

ان کا دوسرا مرثیہ ''علم اور علماء'' ہے جس کا ذیلی عنوان ''رثاء سیّد العلماء'' ہے۔ یہ مرثیہ انہوں نے سیّد العلماء جناب مولانا سیّد علی نقی صاحب قبلہ عرف مولوی نقن صاحب کے انتقال پر کہا۔ یہ ایک بھرپور شخصی مرثیہ ہے۔ انہوں نے لکھنؤ میں یہ مرثیہ سیّد العلماء اعلیٰ اللہ مقامہٗ کی پہلی برسی پر پیش کیا۔ مجلس میں ڈاکٹر نیر مسعود، ڈاکٹر آفاق حسین اور دیگر علمی و ادبی شخصیتوں نے شرکت کی۔ مرثیہ بہت مقبول ہوا۔ ڈاکٹر شارب ردولوی (جواہر لعل یونیورسٹی، دہلی) نے ایک تبصرہ میں اس مرثیہ کو شخصی مرثیوں میں اضافہ قرار دیا ہے، اور ڈاکٹر نیر مسعود نے بھی اپنے مختصر تبصرہ میں جو مطبوعہ مرثیہ کے ساتھ شامل ہے اس کی تعریف کی ہے۔

سلام نگاری:

اس کی موجودہ شکل لکھنؤ کے مرثیہ گویوں کی ساختہ ہے، جس کا ہر شعر غزل کے شعر کی طرح مستقل ہے اور دوسرے شعر سے کوئی ربط نہیں رکھتا۔ مضامین کے لحاظ سے بھی کسی ایک مضمون کی پابندی نہیں ہے بلکہ پند و موعظت، اخلاق، تعلی، غم انگیز مضامین اور بعض میں تغزل تک موجود ہے۔ میر انیس کا سلام:

سدا ہے فکرِ ترقی بلند بینوں کو
ہم آسمان سے لائے ہیں ان زمینوں کو

ملاحظہ فرمایئے۔ اس میں آپ کو مضامین کا تنوع نظر آئے گا۔ جناب ساحر کے سلام بھی اسی طرح کے ہیں، جن میں اساتذۂ لکھنؤ کا تتبع کیا گیا ہے جو حسنِ کلام اور زورِ بیان میں اسی حد تک بلند پایہ ہیں جتنا ان کا اور کلام ہے۔ مثال میں چند شعر ملاحظہ کیجئے:

نظر میں نور جو آٹھوں پہر حسینؑ کا ہے — ہماری آنکھ کی پتلی میں گھر حسینؑ کا ہے
یہ حریت کا جو چرچا ہے آج دنیا میں — بشر کی فکر پہ یہ سب اثر حسینؑ کا ہے
کہے جو حاکمِ جابر کے منھ پہ کلمۂ حق — کسی بھی دین کا ہو، وہ مگر حسینؑ کا ہے
خدا کا ڈر بھی نہیں ہے یزیدِ بے دیں کو — جو ڈر کسی کا اسے ہے تو ڈر حسینؑ کا ہے
نہم کو جنگ پہ راضی ہو کیوں سپاہِ خدا — ابھی تو ایک سپاہی اُدھر حسینؑ کا ہے

نہ دیکھو ساحرِ بے علم کو حقارت سے
وہ بے ہنر سہی شاعر مگر حسینؑ کا ہے

☆☆☆☆☆

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ظلم کی فطرت کبھی درد آشنا ہوتی نہیں — آدمیت ظلمِ ظالم سے فنا ہوتی نہیں
زندگی صبر و رضا کے فرش پر خنجر تلے — صرف اِک کروٹ بدلتی ہے، فنا ہوتی نہیں

☆☆☆☆☆

تھا علومِ آلِ پیغمبرؐ کا سرچشمہ کبھی — اب تو دنیا نے بدل ڈالا ہے منبر کا مزاج
مسکراہٹ دیکھ کر اصغرؑ کی، روئے سنگ دل — یوں بدل دیتے ہیں آئینے بھی پتھر کا مزاج
کس قدر سوکھی ہوئی ہیں حلقِ سرورؑ کی رگیں — ورنہ یوں رک رک کے چلنا کب ہے خنجر کا مزاج

اے خدا مولاؑ کے صدقہ میں ہو ساحر کو عطا
حرؑ کی قسمت، جونؓ کی سیرت، ابوذرؓ کا مزاج

☆☆☆☆☆

سانس لینا تک یزیدیت کو اب دشوار ہے — پاؤں رکھے اس کے سینہ پر کھڑی ہے کربلا
یہ نہ ہوتی گر تو اردو شاعری بے جان تھی — جانِ اردو، آبروئے شاعری ہے کربلا

☆☆☆☆☆

ہو فقط نعتِ نبیؐ، مدحِ علیؑ، ذکرِ حسینؑ — یا خدا جتنی مری سانسوں کی مدت اور ہے

☆☆☆☆☆

کس قدر شوق ہے مرنے کا علی اکبرؑ کو — لوگ اس عمر میں جینے کی دعا مانگتے ہیں

☆☆☆☆☆

کیا کریں گے اتنا سونا جمع کر کے اہلِ زر — یہ وہ سکہ ہی نہیں ہے جو سرِ محشر چلے
کہہ رہا ہے یہ زمیں والوں سے جھک کر آسماں — جس قدر بھی جو بڑا ہو اس قدر جھک کر چلے

جب علیؑ نے بے نیازی سے اسے ٹھکرا دیا
ہم بھی اس دنیا کو ساحر مار کر ٹھوکر چلے

☆☆☆☆☆

میری نگاہِ شوق میں آٹھوں پہر حسینؑ ہے — حدِ نظر ہے کربلا، مدِ نظر حسینؑ ہے
خالقِ کائنات وہ، بندۂ رب ہے یہ، مگر — ہے نہ کوئی دگر خدا اور نہ دگر حسینؑ ہے
علم کا شہر ہیں نبیؐ، صلح و جہاد کا علیؑ — شہر کا ایک در حسنؑ، دوسرا در حسینؑ ہے
سمتِ سفر بھی ٹھیک ہے، عزمِ سفر بھی معتبر — حرؑ کا سفر ہے سوئے حق، حدِ سفر حسینؑ ہے

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اس کے شعور پر درود ، اس کی نگاہ کو سلام کتنی عظیم ہے وہ ماں جس کا پسر حسینؑ ہے

☆☆☆☆☆

اذنِ شہؑ سے گئے حرؑ خلد میں سب سے پہلے یہ تو بچپن کے رفیقوں سے مقدم نکلے
زندگی اس کے سوا اور بھی ہے کیا اے حرؑ زانوئے شہؑ پہ ہو سر اور ترا دم نکلے
زندگی کو ہے فنا ، سچ ہے یہ ساحرؔ لیکن
میں تو جی اٹھوں جو منبر پہ مرا دم نکلے

☆☆☆☆☆

ذکرِ شبیرؑ کو کاغذ پہ قلم رکھا ہے آسمانوں کی بلندی پہ قدم رکھا ہے
اس کے محبوب کی جب بن گئے تصویر اکبرؑ تب کہیں جا کے مصور نے قلم رکھا ہے
پہلے عباسؑ نے ہر رخ سے وفا کو پرکھا پھر کہیں گھاٹ پہ دریا کے قدم رکھا ہے

ساحرؔ کی قصیدہ نگاری:

تمام اصنافِ سخن میں قصیدہ سب سے مشکل صنف ہے۔ اساتذہ نے جو اس کے حدود و قیود معین کیے ہیں انہوں نے اس کو بڑا اسنگلاخ بنا دیا ہے۔ تخئیل کی بلندی، مضمون آفرینی، تشبیہات و استعارات کے ساتھ جدید الفاظ میں لکھنا اس کے مزاج کا تقاضہ ہے اور اس کا نباہنا بہت ہی مشکل ہے۔ یہ وجہ ہے کہ ایران میں بھی ایسے قصیدہ گو صرف چار پیدا ہوئے ہیں جو صحیح معنوں میں قصیدہ کہہ سکے ہیں۔ ان میں انوری و خاقانی، عرفی و قاآنی کے قصائد سب سے بہتر سمجھے جاتے ہیں۔ اردو میں تو کوئی بھی انوری و خاقانی جیسا قصیدہ نہ کہہ سکا۔ منشی اسمٰعیل حسین منیرؔ نے مولوی فضل حق خیر آبادی کی فرمائش سے ایک قصیدہ کہا جو اردو میں شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے مگر یہ ایک ہی قصیدہ ہے۔ اس کے علاوہ سوداؔ، ذوقؔ اور غالبؔ دہلی میں اور لکھنؤ میں منشی اسمٰعیل حسین منیرؔ، مولانا صفیؔ، عزیزؔ اور محشرؔ نے قصیدہ گوئی کا جو حق ادا کیا ہے وہ کوئی نہ کر سکا۔ ان کے بعد اگر قصیدے کہے ہیں تو جناب ساحرؔ نے کہے ہیں، لیکن ان کے بعد کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے قصیدے ان شعراء سے کمتر ہیں بلکہ ان کی ٹکر کے ہیں۔ بعد کی لفظ میں نے زمانہ کے اعتبار سے استعمال کی۔ میں نے ساحرؔ صاحب کے مجموعۂ قصائد ''صحیفۂ مدحت'' کی اشاعت پر قطعۂ تاریخ کہا تھا جو کتاب میں شامل ہے۔ میں نے اس میں ساحرؔ صاحب کی قصیدہ گوئی پر مختصر منظوم تبصرہ میں اس کی بعض خوبیوں کا ذکر کیا ہے جن میں کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ قطعہ درج ذیل ہے:

کمالِ فنِ سخن ہیں قصائدِ ساحرؔ جزالت ان میں ہے سودا کی ، ذوقؔ کی شوکت
منیرؔ کی ہے سلاست ، زبان محشرؔ کی صفیؔ کا اوجِ مضامیں ، عزیزؔ کی جدت
نظیر ان کا نہیں کوئی دورِ حاضر میں خدا کی دین ہے ان کے کلام کی رفعت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

لکھی یہ شمس نے تاریخ طبع برجستہ
''ہے گل ریاضِ ہنر کا صحیفۂ مدحت''

ساحر لکھنوی کے قصیدے اتنے بلند پایہ ہیں کہ طلوع افکار میں عنبر چغتائی صاحب کا ایک مراسلہ شائع ہوا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ ساحر صاحب کے ''شہر آشوب'' مطبوعہ طلوعِ افکار نے جو ایک قصیدہ کی تشبیب ہے، ذوق کی یاد تازہ کردی۔ خود جناب حسین انجم ایڈیٹر ''طلوعِ افکار'' نے یہ لکھا تھا کہ بعض حضرات کی یہ رائے ہے کہ ان کے قصیدے عزیز لکھنوی کے قصیدوں سے ٹکر لیتے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر حسین جعفر حلیم صاحب نے ساحر صاحب کے قصیدوں پر جو تبصرہ کیا ہے اس کا ایک اقتباس درج ذیل ہے:

''ساحر صاحب کے قصیدوں کے اکثر و بیشتر اشعار پر شکوہ الفاظ اور ان کی دلکش ترکیبوں سے آراستہ، حشو و زوائد سے پاک، برمحل پر لطف صنائع و بدائع سے مرصع، برجستہ محاوروں اور بے ساختہ روزمرہ کے استعمال سے بامزہ، جا بجا تلمیحات اور نادر تشبیہات و استعارات سے مزین، ساتھ ہی شستہ و شائستہ زبان کی شیرینی و چاشنی باعثِ لطف و لذتِ سخن۔ پھر ایسے میں کیوں نہ یاد آنے لگیں میرزا سودا ایسے استادانِ سخن اور عزیز لکھنوی جیسے صاحبانِ فن''۔

میں ان اقوال کی تائید میں ساحر صاحب کے مختلف قصیدوں سے قصائد کے اہم اجزا کا انتخاب ذیل میں پیش کرتا ہوں جس کے ملاحظہ سے آپ کو بھی ان اقوال سے اتفاق ہوگا، مگر پہلے یہاں یہ بات لکھنا ضروری ہے کہ قصیدوں پر عموماً اور اب ساحر صاحب کے قصیدوں پر خصوصاً یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ان کی زبان قدیم اور بہت مشکل ہوتی ہے۔ اس اعتراض کا سبب بظاہر صرف یہی ہے کہ آج کل علم کا معیار بہت پست ہوگیا ہے۔ لوگ نہ زبان سے واقف ہیں نہ اصنافِ سخن کے مزاج سے آشنا۔ حقیقت یہ ہے کہ قصیدہ کے مزاج کا بنیادی تقاضہ جزالت ہے جو پُر شکوہ عربی فارسی الفاظ و تراکیب ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بغیر قصیدہ، قصیدہ نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے قصیدے ہر دور میں صرف صاحبانِ ذوق اور اہلِ علم کے لیے دلچسپی کا باعث رہے ہیں۔ جن کی علمی سطح پست ہو ان کے لیے یقیناً قصیدہ کا سمجھنا اور اس سے لطف اندوز ہونا مشکل ہے۔ دیکھا جائے تو ساحر صاحب کے قصیدوں کی زبان متقدمین کے مقابلہ میں بہت آسان ہے۔

یہ بات لکھنا بھی ضروری ہے کہ ساحر لکھنوی ابتداً غزل گوئی سے زیادہ دلچسپی رکھتے تھے، مگر پھر قصیدہ و مرثیہ وغیرہ کی طرف توجہ زیادہ ہوگئی۔ اس کو وہ اپنے لیے ایک طرح سے اعزاز سمجھتے ہیں۔ ان کا یہ مطلع اسی فکر کا آئینہ دار ہے:

آئے ہم سوئے غزل، توفیقِ مدحت مل گئی
آگ لینے آئے گویا اور نبوت مل گئی

قصیدہ کے کم از کم اشعار کی تعداد پر علمائے ادب میں اختلاف ہے۔ صاحبِ ''منتخب اللغات'' کے نزدیک کم سے کم تین اشعار پر بھی قصیدہ کا اطلاق ہوجاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ تین اشعار میں قصیدہ کے تمام اجزائے ترکیبی کو برتا نہیں جا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سکتا۔ خطابیہ قصیدہ کی صورت میں صرف مدح میں تین اشعار کہے جا سکتے ہیں مگر ساحرؔ نے ان لوگوں کو جواب دینے کے لیے جو ان کے قصیدوں پر طولانی ہونے کا اعتراض کرتے ہیں صرف تین اشعار کا ایک مشبب قصیدہ کہا جس میں تشبیب بھی ہے، گریز بھی اور مدح بھی۔ ان کا خیال ہے کہ اردو قصیدہ نگاری کی تاریخ کا یہ مختصر ترین، مگر مکمل قصیدہ ہے۔ یہ خیال بظاہر غلط بھی نہیں ہے۔ قصیدہ ملاحظہ کیجئے جو حضرتِ عباسؑ کی مدح میں ہے:

چمن کے لب پہ جو فصلِ بہاراں کی دعا آئی — تو اِک غنچہ نے لی اِک شاخ کی گودی میں انگڑائی
اسی مطلع کی ضو سے مطلعِ نو ہو گیا روشن — اسی تشبیب نے کی ذوقِ مدحت کی پذیرائی
جو تاریخِ وفا خونِ بنی ہاشم نے دہرائی — ''ابوطالبؑ نے لی عباسؑ کے پیکر میں انگڑائی''

(مصرع طرح)

تین اشعار کا ایک اور مکمل قصیدہ:

دعا بلب تھے جو بادہ کشانِ خوش تدبیر — تو دشتِ خم کو چلا جھوم کر اِک ابرِ مطیر
دکھائی جو اسی تشبیب نے رہِ مدحت — ملا یہ مطلعِ ثانی بہ فیضِ ربِ قدیر
ہوئے ہیں آج سے مولائے کُل جنابِ امیرؑ — مبارک اہلِ تولاؔ کو جشنِ عیدِ غدیر

تین تین اشعار کے مندرجہ بالا مکمل مشبب قصیدے لکھ کر جناب ساحرؔ نے ثابت کر دیا ہے کہ اگر وہ مختصر قصیدہ کہنا چاہیں تو ان کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے، مگر قصیدہ وہ صنفِ سخن ہے جس کے سارے اجزائے ترکیبی کو برتنے اور طبیعت کا زور دکھانے کے لیے قصیدوں کو چند اشعار میں محدود نہیں کیا جا سکتا۔ سوداؔ سے عزیزؔ اور صفیؔ تک سارے اساتذہ نے اوسطاً سو سے ڈیڑھ سو تک اشعار کے قصیدے لکھے ہیں۔ قصیدہ نگار کی طبیعت گویا یہ تقاضہ کرتی ہے کہ ؎

کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے

جناب ساحرؔ کے قصیدے عموماً پچاس ساٹھ اشعار سے لے کر ڈیڑھ سو اشعار تک کے ہوتے ہیں۔ قصیدہ گوئی میں ان کا رنگِ سخن قدیم ہے مگر ان کے موضوعات جدید ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ نزاکت، خیال اور جدت مضامین ان کا امتیازِ خاص ہے۔ ان کی زبان قصیدہ کی کلاسیکی زبان ہے، لیکن تشبیہات، استعارات، تعبیریں یہ نئی ہیں۔ مضمون آفرینی میں بھی ان کو کمال حاصل ہے۔ انہوں نے اساتذہ کے مضامین کو دہرایا نہیں ہے بلکہ اپنی ذاتی ذہنی اختراع اور فکر انگیزی سے نئے نئے مضامین پیدا کیے ہیں۔ اب کچھ قصیدوں کے مختلف مقامات سے کچھ اشعار ملاحظہ کیجئے۔

کراچی کے خونیں واقعات سے متعلق ایک قصیدہ کی تشبیب ''شہرِ آشوب'' ہے اس کے چند اشعار درج ذیل ہیں:

عجب دکھائی ہے اب کی بہار نے تاثیر — ہوئے ہیں ہوش و خرد وحشت و جنوں کے اسیر
بڑھی ہوئی ہے مزاجوں میں اس قدر حدت — کہ جیسے آگ سے اٹھا ہو آدمی کا خمیر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by Rana Jabir Abbas

یہ ڈر ہے لکھوں جو شعلہ مزاجِ انساں ورق میں آگ لگا دے نہ گرمیِ تحریر
گریں قلم سے ٹپک کر شرر جو کاغذ پر وہ بن کے نقطے بنا دیں سریر کو بھی شریر
ہے شاہدانِ چمن کا مزاج یوں برہم نظر ہے تیر تو ابرو کھنچی ہوئی شمشیر
گھلی ہوئی ہیں مزاجوں میں تلخیاں اتنی کہ زہر ہو گئے قند و نبات و شکر و شیر
لہو لہو ہیں نہالانِ سبز پوشِ چمن مثالِ سرخ لباسانِ خطۂ کشمیر
ہیں شاخِ گل میں یہ کانٹے گڑے ہوئے، جیسے گلوئے غنچہ و دستِ شجر میں ظلم کے تیر
پہن لیے ہیں انہوں نے لباس شعلوں کے گراں تھی جن کو کبھی گرمیِ لباسِ حریر
بدن سے ان کے بھی جاری ہیں خوں کے فوارے کہ جن کی زیست میں پھوٹی نہ تھی کبھی تکسیر
لبِ چنار پہ ''یا نارُ کونی برداً'' ہے ہے برگِ گل پہ رگِ گل سے ''الاماں'' تحریر

یہ مختصر سا اقتباس تھا۔

ایک قصیدہ کی تشبیب گرانی کے موضوع پر ہے۔اس کے چند شعر ملاحظہ کیجئے ۔

لگی ہے آگ وہ بازار میں کہ اب پیہم زباں پہ ہے ''وقنا ربنا عذاب النار''
مجال کیا کہ کسی چیز کو لگائیں ہاتھ نگاہِ شوق ہے اور دور دور سے دیدار
ذرا جو برف کو چھو لیں تو ہاتھ جل جائیں حریر سے جو کریں مَس تو انگلیاں ہوں فگار
یہ دور وہ ہے کہ سردے کا بھی مزاج ہے گرم بدل گیا ہے کچھ ایسا مزاجِ لیل و نہار
مجال کیا کہ خریدار کو لگائیں منہ انار ہیں کہ لبِ سرخِ شاہدِ قندھار
کسے یہ تاب کہ ان کو نظر سے بھی چھو لے یہ سیب سیب ذقن ہیں کہ لالۂ رخسار
مثالِ لعل و گہر اب نظر میں تلتا ہے ہوا ہے دانۂ انگور بھی دُرِ شہوار
ہوئی لوازمِ مشاطگی سے یوں محروم اجڑ کے رہ گیا سامانِ زندگی کا سنگار
نہ چشمِ حسن میں کاجل نہ ہاتھ میں مہندی نہ سرخیِ لبِ لعلیں نہ غازۂ رخسار
یہ حال دیکھ لے گلشن کا موسمِ گل میں تو پھوٹ پھوٹ کے روئے چمن میں ابرِ بہار

عرفی کے مشہور لامیہ قصیدہ میں بہاریہ تشبیب کا ایک شعر ہے:

عرق از شبنمِ گل داغ شود بر رخِ حور اخگر از فیضِ ہوا سبز شود در منقل

ساحر کو منقل کے قافیہ میں یہ تخیل بہت پسند تھی۔ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ وہ بھی اس قافیہ سے بہاریہ تشبیب میں کوئی نیا مضمون پیدا کریں۔حضرت ابوالفضل العباسؑ کی مدح میں ایک لامیہ قصیدے میں انہوں نے اس قافیہ کو نظم کیا۔وہ شعر اور اس کے بعد کا شعر ملاحظہ کیجئے اور دیکھئے کہ وہ عرفی جیسے عظیم شاعر کے مقابلے میں کہاں تک کامیاب ہوئے ۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اثرِ بادِ بہاری سے ہے آتشِ گلزار
آگ پھولوں کی طرح رکھے ہے سر پر منقل
اس ترنم سے چٹختے ہیں انگیٹھی میں زغال
سامعہ کہتا ہے ، لو چھیڑ دی آتش نے غزل

اردو کے کسی لامیہ قصیدہ میں سودا سے لے کر عزیز، صفی، محشر اور محسن کاکوروی تک بشمولِ مصحفی کسی نے بھی منقل کا قافیہ بہار میں نظم نہیں کیا۔ سودا نے تو ''بقولِ عرفی'' کہہ کے پورا مصرع تضمین کر دیا۔ اس پسِ منظر میں بھی ساحر کا شعر داد طلب ہے۔ دوسرا شعر ان کے مشاہدہ کا کمال ہے۔ انہوں نے کبھی بچپن میں دیکھا تھا کہ انگیٹھی میں جب نئے کوئلے جلائے جاتے ہیں تو وہ چٹختے ہیں۔ ان سے چٹ چٹ کی آواز نکلتی ہے اور چنگاریاں اڑتی ہیں۔ حقہ پینے والے آج بھی یہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ کوئلوں کے چٹخنے کی اس آواز سے انہوں نے قصیدہ میں کیسا مضمون پیدا کیا ہے۔ پورا قصیدہ پڑھنے کے قابل ہے۔ تشبیب کے چند شعر اور۔

قوتِ نامیہ سے یوں ہیں شجر بارآور
پھول آنے نہیں پاتے کہ نکل آتے ہیں پھل
اس قدر جوشِ نمو ہے کہ عجب کیا جو ابھی
پھول ہوں سرو میں پیدا تو صنوبر میں ہوں پھل
بادِ گلشن میں ہے ایسا دمِ عیسیٰ کا اثر
نخلِ تصویر میں بھی پھوٹ رہی ہے کوپل
یوں معطر ہے فضائے چمنستانِ جہاں
بید بھی دیتا ہے خوشبوئے گلاب و صندل
یہ ہوائیں یہ فضائیں یہ گھٹائیں یہ سماں
عالمِ وجد میں ہے عالمِ اسباب و علل
ایسا لہراتا ہوا جھوم رہا ہے سبزہ
جیسے میخوار چلیں سیرِ چمن کو پیدل
عکسِ انجم ہے سرِ آبِ رواں یوں ، جیسے
لیلیٰ شب سے سمٹتا نہ ہو بھاری آنچل
بوجھ سے برگ و ثمر کے جو شجر ہو گئے خم
معذرت کے لیے قدموں میں گرے پڑتے ہیں پھل
دھوم ہے قاف سے تا قاف جو اس موسم کی
سیرِ گلشن کو چلے آتے ہیں اڑ کر بادل
ہو گئی فصلِ جنوں بھی خردافروز ایسی
نہ مزاجوں میں ہے سودا ، نہ دماغوں میں خلل
آبِ شمشیر میں بھی ہے اثرِ آبِ حیات
زندگی بخشِ وفا اب ہے فضائے مقتل

جناب ساحر کے قصیدوں سے مضمون آفرینی کی چند مثالیں۔ مولائے کائنات حضرت علیؑ کی مدح۔

نصیب ہو اسد اللہ کی مدد جس کو
تو منھ کو پھیر دے شیروں کے وہ نحیف و نزار
نظر جو مہر صفت تیرگی پہ یہ ڈالیں
حجابِ شب سے بھی پیدا ہوں صبح کے آثار
ہوں داد خواہ اگر ان سے یوسفانِ چمن
تو چاکِ دامنِ گل خود سیئے گی سوزنِ خار

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سنے جو آپ سے وہ حکم ''قم باذنی'' کا ۔ تو ابرِ مردہ ہو اٹھ کر چمن میں گوہر بار

جو بخش دے لبِ جاں بخش ان کا گویائی ۔ گلوں سے بلبلِ تصویر بھی کرے گفتار

جو پائے ان کی نگاہِ کرم سے شادابی ۔ تو عطر کھینچ لیں کاغذ کے پھول سے عطار

شفا کریں جو عطا آپؐ چشمِ نرگس کو ۔ تو پھر کوئی نہ کہے اس کو نرگسِ بیمار

جو حکم ''نہی عن المنکر'' آپؐ دیں اس کو ۔ صدائے قلقلِ مینا ہو حرفِ استغفار

جو ان کے نطق سے لے درسِ بے نیازی دہر ۔ تو اِک فقیر بھی شاہوں کا توڑ دے پندار

وہ رنگ بدلے کہ زنگی کا نام ہو کافور ۔ جواڑ کے رخ پہ جمے ان کی کفشِ پا کا غبار

رِہا کریں جیسے صدقہ اتار کر ان پر ۔ نہ شیر کر سکے اس آہوئے ختن کو شکار

جناب فاطمہ زہراؑ کی مدح میں ایک قصیدہ سے کچھ اشعار ایسے ملاحظہ کیجئے جن سے جناب ساحر کی مضمون آفرینی کی قوت کا پتہ چلتا ہے۔

سنی جو آمدِ زہراؑ کی اب نوید عظیم ۔ پئے سلام اٹھے خفتگانِ کہف و رقیم

چلی ہے بادِ نفس ان کی دہر میں جب سے ۔ ہیں وجد میں گل و گلزار ، جھومتی ہے نسیم

جو ڈالتی ہیں یہ آنچل ردا کا شانوں پر ۔ تو اس سے آتی ہے جنبش میں بادِ خلدِ نعیم

جو دیکھیں آسیا سائی سے ہاتھ پر چھالے ۔ عجب نہیں یدِ بیضا کو گر چھپائیں کلیمؑ

جبینِ پاک پہ دیکھے جو قطرہ ہائے عرق ۔ صدف میں شرم سے منھ کو چھپائے دُرِ یتیم

جو حکم دیں یہ اسے ''نارُ کونی برداً'' کا ۔ تو بجھ کے آتشِ سوزاں ہو باغِ ابراہیمؑ

اگر وہ آپؐ کے آبِ وضو سے سینچا جائے ۔ ثمر ہوں اس کے بھی شیریں اگرچہ نخل ہو نیم

مریض کو تپِ عصیاں جو ہو تو بہرِ شفا ۔ دعائے نور کا نسخہ لکھیں طبیب و حکیم

نہ پائے چشمِ مشیّت میں رتبۂ قنبرؓ ۔ نہ ہو گر ان کی غلامی میں شاہِ ہفت اقلیم

ہے ان کا لعل جو ذبحِ عظیم کا مصداق ۔ منیٰ سے کرتے ہیں ان کو سلام ابراہیمؑ

یقیں ہے ایک بھی عاصی رہے نہ دنیا میں ۔ جو ان کی ایک بھی نیکی جہاں پہ ہو تقسیم

جناب رسالت مآبؐ کے ایک قصیدہ سے مدح کے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں۔

خلق ، انصاف ، عطا ، علم ، عمل ، صدق ، کرم ۔ سارے اوصافِ حسن چومتے ہیں ان کے قدم

منبعِ جود و سخا ، مظہرِ افضالِ خدا ۔ ابرِ رحمت ، یمِ الطاف و عطا ، بحرِ کرم

زینتِ محفلِ ''کن'' شاہدِ اقرارِ ''الست'' ۔ کاشفِ سِرِّ نہاں ، محرمِ اسرارِ حرم

جلوۂ نورِ ازل ، پرتوِ انوارِ خدا ۔ شمعِ ایوانِ حدوث ، آئینہ بردارِ قدم

jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

خدا کے گھر میں ہے مہماں خدا کے فضل سے آج — نصیریوں کا خدا ، بندۂ خدائے قدیر
شہِ شہانِ جہاں ، شہریارِ کشورِ دیں — امیرِ عرش حشم ، خسروِ سپہر سریر
خدیوِ مملکتِ علم ، تاجدارِ نجف — امامِ اہلِ وِلا ، صدرِ بزمِ خمِ غدیر
ہزبرِ بنتِ اسد ، ضیغمِ ابوطالبؑ — اسد جلالت و اژدر شکار و خیبر گیر
نثار حسن جو رخ پرتوِ رعب چتون پر — یہ لعل ہے کہ جلال و جمال کی تصویر
زباں دہن میں نہیں ، ورنہ دیکھ کر یہ جمال — لگاتے لات و ہبل خود بھی نعرۂ تکبیر
علیؑ کو دیکھ کے کعبہ میں ، سوچتے ہیں خلیلؑ — کہ کس قدر تھا مبارک وہ جذبۂ تعمیر
رسولِ حق کی نیابت انہیں کو زیبا ہے — یہ بے نظیر بصیر اور نبیؐ نذیر و بشیر
عطا کریں جو اسے آپؑ قوتِ پرواز — قفس کو توڑ کے اڑ جائے طائرِ تصویر
مسیحؑ سے جو نہ اچھا ہو اس کو دے یہ شفا — دکھائے آپؑ کی بادِ نفس اگر تاثیر
جو مانگے ان کی نگاہِ کرم سے وہ تریاق — تو پیالہ زہر کا سقراط کو ہو کاسۂ شیر
ملے جو اس کو نصیبوں سے ایک جامِ وِلا — تو پی کے پیرِ خرابات بھی ہو مرشد و پیر
ہو داد خواہ جو نوشیراں سا عادل بھی — انہیں کے در پہ ہلائے وہ عدل کی زنجیر
جو فیض چاہیں ''سلونی'' صفت بصیرت سے — تو پوچھیں آپؑ سے یوسفؑ بھی خواب کی تعبیر
جو مَس ذرا سا بھی ہو جائے ان کے دامن سے — تو کھیلنے لگے شعلوں سے وہ لباسِ حریر
عطا کریں جو قلم کی زباں کو گویائی — تو نقش ابھرنے سے پہلے ہی بول اٹھے تصویر
حلاوت ان کی زباں میں ہے ، گفتگو میں نمک — تو پھر ''سلونی سلونی'' سی کیوں نہ ہو تقریر
یہ طفل و پیر کو گرتے میں تھام لیتا ہے — علیؑ کا نام ہے یا جوشنِ صغیر و کبیر

قصیدہ میں جو تخئیل کی بلندی، مضموں آفرینی اور جزالت مدح کے لیے ضروری ہے وہ سب جناب ساحؔر کے قصیدوں میں پائی جاتی ہے، جیسا کہ ان اقتباسات سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا۔

رباعی گوئی:

رباعی شعرائے ایران کی ایجاد ہے۔ اس کی خاص بحریں ہیں۔ ایران میں خیاؔم اور طوسؔی نے اس کو معراجِ کمال تک پہنچایا ہے جو لطفِ زبان، حُسنِ بیان اور سلاست اور روانی کا منبع ہیں۔ ایک ہی مضمون میں سیکڑوں رباعیاں پڑھ جایئے مگر اس کا احساس نہیں ہوگا کہ ایک ہی مضمون بار بار دہرایا جا رہا ہے بلکہ ہر رباعی میں ایک نیا لطف ملے گا۔ ہندوستان میں مرثیہ گو شعراء نے اس صنف کو بھی معراجِ کمال تک پہنچایا مگر انہوں نے کسی ایک مضمون کی پابندی نہیں کی بلکہ معرفت و موعظت، اخلاق، تعلی، غم انگیز مضامین اور اس کے علاوہ ہر طرح کے مضامین نظم کیے ہیں۔ وہ شاعرانہ خوبیوں سے مالا مال ہیں۔ جناب

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ساحرؔ کی رباعیاں بھی اتنی ہی بلند پایہ ہیں جتنی اور باکمال شعراء کی آپ کو ملیں گی۔ چند رباعیاں پیشِ خدمت ہیں:

غمِ حسینؑ:

دامن دلِ صد چاک کا سیتے نہ بنے
گھبرائیں گے دنیا میں جو رہتے رہتے

تلخابۂ زندگی بھی پیتے نہ بنے
اٹھ جائیں گے یا حسینؑ کہتے کہتے

جیتے ہیں غمِ شہؑ کے سہارے ساحرؔ
ڈوبیں گے جو بحرِ غمِ شبیرؑ میں ہم

یہ غم نہ میسر ہو تو جیتے نہ بنے
کوثر پہ پہنچ جائیں گے بہتے بہتے

حسد:

اوروں کا سخن حسد کی میزاں میں نہ تول
ممکن ہو تو خود اپنے ہی عیبوں کو ٹٹول
زد پر ہو سر اپنا بھی تو پتھر نہ اچھال
کچھ خاک بھی تہ میں ہو تو پانی نہ گھنگول

تکبر:

ابلیسِ تکبر سے خدا کی ہے پناہ
کرتا ہے بڑے بڑوں کو ظالم گمراہ
ساحرؔ یہ تری بے ہنری اور یہ غرور
لا حول و لا قوۃ الا باللہ

دعائیہ رباعی:

بوذرؓ کو حق انتساب کرنے والے
قنبرؓ کو فلک جناب کرنے والے
ساحرؔ بھی ہے ذرہ تری خاکِ پا کا
اے ذروں کو آفتاب کرنے والے

فیضِ منبر:

ساحرؔ پہ جو مولاؑ کا کرم عام ہوا
ہر مرثیہ ہم رتبۂ الہام ہوا
اللہ رے نصیب آتے ہی منبر پہ قدم
توقیر بڑھی ، اوج ملا ، نام ہوا

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ان کی تاریخ گوئی کے ایسے بہت سے نمونے پیش کیے جا سکتے ہیں مگر اختصار کے پیشِ نظر اتنے ہی پر اکتفا کی گئی۔

تاریخ گوئی کے فن پر ان کی کتاب ''فنِ تاریخ گوئی کا تنقیدی جائزہ'' اس موضوع پر ایک بے مثل کتاب ہے۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فن کے اصول و قواعد پر ان کی نظر کتنی گہری اور کتنی وسیع ہے۔

سجع گوئی:

آج کل کے بہت سے شاعر تو سجع گوئی کے فن سے واقف ہی نہیں بلکہ یہ بھی نہیں سمجھتے کہ سجع کا مطلب کیا ہے۔ علمِ معانی و بیان کی اصطلاح میں اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کا نام کلام میں اس طرح لایا جائے یا نظم کیا جائے کہ اس سے کچھ معنی بھی پیدا ہوں یا ایسے خاص معنی پیدا ہوں جو اصل نام کا مقصود نہیں۔ مثلاً کسی شخص کا نام محمد مکھن تھا۔ شاعر نے اس کا سجع کہا:

عالم ہمہ دوغ است محمد مکھن

یہاں شاعر نے مکھن کے لفظ کو نامِ محمدؐ کی صفت کے طور پر استعمال کر کے اس میں معنویت پیدا کر دی۔ اس کو سجع کہتے ہیں۔ ساحرؔ صاحب کو سجع گوئی میں بھی کمال حاصل ہے۔ انہوں نے بعض بہت خوب صورت سجعے کہے ہیں جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں۔

اپنے خسرِ معظم جناب سیّد مختار احمد صاحب مرحوم کے انتقال پر ان کے نام کا سجع یوں کہا:

کہہ دو ساحرؔ کہ یہی سجع ہے ایماں کی دلیل
''مالکِ خلد تو اللہ ہے مختار احمدؐ''

خود میرے نام کا سجع کہا اور اس کو ایک قطعہ کی صورت میں یوں محفوظ کر دیا۔

علم و حکمت کی جان باقر شمس
عظمتوں کا نشان باقر شمس
خوب سجتا ہے سجع یہ ساحرؔ
''علم ہے آسمان باقر شمس''

جناب قائم رضا نسیمؔ امروہوی کے انتقال پر ان کے نام کا سجع کہا۔

کیا برمحل ہے سجع یہ ساحرؔ سجا ہوا
''باغِ سخن بہشت ہے قائم رضا نسیمؔ''

مولانا محمد مصطفیٰ جوہرؔ کے نام کا سجع قیس زنگی پوری نے ان کی زندگی ہی میں یوں کہا تھا۔

عرضِ دنیا و مافیہا محمد مصطفےٰ جوہرؔ

ساحرؔ صاحب نے جوہرؔ صاحب کے انتقال پر اسی سجع میں تھوڑے سے ردوبدل سے ان کی تاریخِ وفات نکالی:

عرض سارا زمانہ ہے محمد مصطفےٰ جوہرؔ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ساحرؔ صاحب نے خود اپنے نام کا بھی سجع کہا اور اس کو ایک رباعی کی شکل میں نظم کیا۔ ملحوظِ خاطر رہے کہ ان کا نام قائم مہدی ہے۔ سجع ملاحظہ کیجئے:

مجھ سے جو مرے دل نے یہ فرمائش کی
اِک سجعِ مرصع ہو مرے نام کا بھی
ساحرؔ یہ کہا سجع بہ توصیفِ امامؑ
''فانی ہیں سبھی دہر میں ، قائم مہدی''

غزل:

ساحرؔ صاحب غزل بہت کم کہتے ہیں اور اسے اپنا وقت ضائع کرنا سمجھتے ہیں۔ پھر بھی جتنی غزلیں کہیں وہ بلند پایہ ہیں اور کسی استادِ فن سے کم نہیں۔ چند شعر ملاحظہ فرمائیے جن سے آپ کو میرے قول کی صحت معلوم ہوگی:

جو تیر آئے وہ افلاک کی کماں سے نہ تھے
ہمیں زمین سے شکوے تھے، آسماں سے نہ تھے

نجانے کیا مرے اظہارِ شوق کو سمجھے
جو ہمنشیں مرے واقف مری زباں سے نہ تھے

میں جب کسی کے تصور محل میں رہتا تھا
مکاں کسی کے بھی اچھے مرے مکاں سے نہ تھے

اتر گئے مری آنکھوں میں حسن کے جلوے
ابھی حجاب تو اٹھے بھی درمیاں سے نہ تھے

فقط تمہاری ہی رسوائیوں کا ڈر تھا ہمیں
وگرنہ عشق میں خائف ہم امتحاں سے نہ تھے

تمہاری چشمِ عنایت سے خوف آتا ہے
تم اب سے پہلے کبھی اتنے مہرباں سے نہ تھے

قفس کو توڑ کے آئے تھے ہم گلستاں میں
وہ وقت بھی تھا کہ ہم ایسے ناتواں سے نہ تھے

رہیں کسی کی نہ آتش مزاجیاں ساحرؔ
''زمیں سے دب گئے ، جھکتے جو آسماں سے نہ تھے''
[آتش]

☆☆☆☆☆

جنون سر میں رہا ، اشک چشمِ تر میں رہے
یہ میہمان ہمیشہ ہمارے گھر میں رہے

ہم اس طرح سے تمناؤں کے سفر میں رہے
کہ گھر میں رہتے ہوئے بھی نہ اپنے گھر میں رہے

حرم میں، دَیر میں، گلشن میں، دشت و در میں رہے
کہاں کہاں نہ ہم اس عمرِ مختصر میں رہے

ہوں زخم زخم سراپا میں جن سے ، وہ نشتر
کفِ عدو میں نہیں ، دستِ چارہ گر میں رہے

خود اپنی ذات کی منزل بھی مل سکی نہ ہمیں
تمام عمر اگرچہ اسی سفر میں رہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہ عدل ہے کہ رہے تیغ دستِ منصف میں
یہ ظلم ہے کہ قلم دستِ بے ہنر میں رہے

☆☆☆☆☆

میں خشک آنکھوں کو پُر نم کر رہا ہوں
چراغوں میں اُجالے بھر رہا ہوں
کسی کے دل میں گھر کرنا نہ آیا
میں ساری زندگی بے گھر رہا ہوں
کسی کی آرزو کو دل بنا کر
وجود اپنا مکمل کر رہا ہوں
انہیں مجھ سے محبت ہو گئی ہے
میں اس دھوکے میں تو اکثر رہا ہوں
مرے حق میں دُعائے خیر کرنا
محبت کی مہم سر کر رہا ہوں
بڑا ہی سخت پتھر کاٹنا ہے
کسی کے دل میں اب گھر کر رہا ہوں

☆☆☆☆☆

شکایت ہم کریں کیسے جفائے چرخ دوراں کی
کہ ہم نے خود ہی کھینچی ہے یہاں دیوار زنداں کی
جلاتی بھی ہے پروانوں کو، آنسو بھی بہاتی ہے
طبیعت تو کوئی دیکھے ذرا شمعِ شبستاں کی
نشیمن کیا بنایا سارے گلشن سے ہوں شرمندہ
خطا میری تھی اور کاٹی گئیں شاخیں گلستاں کی
ہے دل میں وہ صنم اور مصحفِ رخ اس کا نظروں میں
ہمیں دیکھو کہ دل کافر کا ہے، نظریں مسلماں کی

سفینہ میں نے ساحرؔ کر دیا غرق آبِ دریا میں
نہ جب بے چارگی دیکھی گئی خود مجھ سے طوفاں کی

ایک تنقیدی نظر:

میں جوشؔ صاحب کے مضمون میں لکھ چکا ہوں کہ دنیا کا کتنا ہی با کمال شاعر کیوں نہ ہو موزونی و روانیِ طبع میں وہ مناسب لفظ کے انتخاب میں چوک جاتا ہے، یعنی اس سے بہتر لفظ وہاں آ سکتی ہے۔ ناقد کی نظر اس تک پہنچتی ہے اور وہ اس لفظ کی جگہ اس سے بہتر لفظ وہاں تجویز کر کے مصرع کو چست اور بلند کر دیتا ہے۔ کمال کا تعلق تخیل کی بلندی، مضموں آفرینی، طرزِ ادا میں جدت، محاورہ اور روزمرہ کی پابندی، تشبیہات و استعارات کی ندرت، صنائع و بدائع کا حسنِ استعمال، عروض و قافیہ کے لحاظ سے کلام کی درستگی، لطفِ زبان اور حسنِ بیان سے ہے۔ جس حد تک کسی کے کلام میں یہ باتیں پائی جائیں وہی اس کی حد کمال ہے۔ ایک لفظ کے انتخاب میں چوک جانے سے اس کا کمال بے کمالی نہیں بن سکتا۔ جناب ساحرؔ کے کلام میں بھی اس طرح کی باتیں مل سکتی ہیں اور ایک وہی نہیں، میں نے میرؔ و سوداؔ، غالبؔ و مومنؔ اور انیسؔ و دبیرؔ کے کلام سے بھی انتخابِ الفاظ میں چوک جانے کی مثالیں پیش کی ہیں اور وہاں مناسب لفظ تجویز کر کے اس کو بلند کر دیا ہے۔ یہ بھی ایک عقلی بات ہے کہ دنیا کا کوئی شاعر یا مصنف کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اس کے یہاں کسی نہ کسی غلطی کا ہو جانا بشریت کا تقاضہ ہے۔ مگر اس سے اس کی شخصیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ساحرؔ صاحب کے کلام میں بھی ایسی باتیں مل جائیں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

گی مگر اس سے بحیثیتِ مجموعی ان کے شاعرانہ کمال پر کوئی حرف نہیں آتا۔ ان کے کلام سے چند مثالیں درج کی جاتی ہیں۔

ایک قصیدہ کی تشبیب میں انہوں نے ایک شعر یوں کہا:

برگِ گل پر قطرۂ شبنم چمک دیتا ہے یوں
جیسے تاجِ لیلیٰ فطرت میں دُرِ شاہوار

یہاں لیلیٰ فطرت کے حُسن کے تعلق سے تاج کی لفظ زیادہ مناسبت نہیں رکھتی تھی۔ 'لیلیٰ' کی جگہ 'ملکہ' کی لفظ ہوتی تو 'تاج' کے لفظ سے زیادہ مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے میں نے 'تاج' کی جگہ 'گوش' کی لفظ تجویز کی اور چونکہ 'دُرِ شاہوار' وہ 'تاج' ہی کی نسبت سے لائے تھے اس لیے اس کو بدلنا بھی ضروری ہوا۔ چنانچہ میں نے 'شاہوار' کی جگہ 'آبدار' کی لفظ رکھ دی، جس سے مصرع ہر اعتبار سے چست و درست ہو گیا۔ اب اس کو یوں پڑھیئے۔

جیسے گوشِ لیلیٰ فطرت میں دُرِ آبدار

ایک شعر اور ملاحظہ کیجئے۔

سارے عالم کے لیے رحمت رسولِ ذی حشم
اور ان کے حق میں بیٹی رحمتِ پروردگار

''ان کے حق میں'' کی لفظیں یہاں زیادہ اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ مصرع یوں زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔

ان کی بیٹی بھی زمیں پر رحمتِ پروردگار

ایک قصیدہ کا ایک مصرع یوں تھا:

مشتری ناچ رہی ہو سرِ محفل جیسے

''ناچ رہی'' کی لفظ میں جزالت نہ تھی۔ اس کی جگہ میں نے ''رقص کناں'' کی لفظ تجویز کر دی جس سے مصرع میں جزالت پیدا ہو گئی۔

اسی طرح ایک مصرع ان کا یوں تھا:

''یہی زمین ہے جو آسماں سے ملتی ہے''

میں نے اس میں تھوڑی تبدیلی اس طرح تجویز کی:

''یہ وہ زمین ہے جو آسماں سے ملتی ہے''

اس طرح مصرع اور چست ہو گیا۔

ان کے کلام میں اس طرح کی اور مثالیں بھی مل سکتی ہیں مگر زیادہ نہیں ہیں اور ان سے ان کا شاعرانہ کمال بے کمالی نہیں بن سکتا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

منقبت گوئی کے سلطان، مرثیے کے بادشاہ

حسین انجمؔ

گلزارِ ادب کی آبجو ہیں ساحرؔ
گلہائے سخن کے رنگ و بو ہیں ساحرؔ
ہیں منقبت و مرثیہ گوئی کے امام
سلمائے قلم کی آبرو ہیں ساحرؔ

لکھنؤ کی تہذیب میں شور بور، طبیعت میں بلا کی قوت وزور، بلا خوفِ ابطال عہدِ حاضر کے لاشریک لہٗ قصیدہ نگار اور اس فن میں عزیزؔ و صفیؔ کے ہم رتبہ وہم آثار، مرثیہ گویانِ خاندانِ اجتہاد کی تادمِ حاضر آخری یادگار، رثاء میں بلا احتمالِ تردید غضب کے جواہر رقم ومرصّع نگار، انیسؔ ودبیرؔ کے عصرِ حال میں جانشین اور رثا کی اعلیٰ روایات کے پاسدار وامین، ان امتیازات وکمالات کے دوش بدوش زہد وتقوے میں اپنے اسلاف کے کردار کے امانت دار یعنی حضرت ساحرؔ لکھنوی بلند مرتبہ وعالی وقار۔

مجھے اب ٹھیک ٹھیک یاد نہیں کہ پہلے پہل ان کا نیاز کب اور کہاں حاصل ہوا۔ غالباً مجاہدؔ لکھنوی مرحوم کے توسط سے اس دور میں ملاقات ہوئی جب وہ ''طلوعِ افکار'' سے وابستہ تھے۔ ساحرؔ صاحب اس زمانہ تک بڑے چاق وچوبند تھے۔ جرمنی کے معروف ادارہ سیمنس کے شعبۂ انتظامیہ (Labour & Administration Department) کے سربراہ تھے۔ گاہے ماہے مجاہدؔ لکھنوی مرحوم کے پاس آتے تھے اور جب مجھ سے اچھی خاصی یاد اللہ ہوگئی تو ازرہِ لطف ''طلوعِ افکار'' کے دفتر میں مجھے بھی شرفِ ملاقات سے سرفراز فرمانے لگے۔ پھر نہ معلوم کیوں انہوں نے کتابوں کی اشاعت اور اشاعت شدہ کتابوں پر اعطائے انعامات کے ادارہ کا ڈول ڈالا اور ایک دن اپنے بعض قریبی دوستوں کو اپنے علم کدے پر یاد فرمایا۔ سہ پہر کا وقت تھا۔ گفتگو کے درمیان اچانک ملازمہ نے انواع واقسام کی اشیائے ناشتہ سے میز کو سجا دیا۔ ''ازے حضرت یہ کیا، اس قدر زحمت کیوں فرمائی ایک پیالی چائے بہت ہے''۔ ہم سب نے تقریباً یک زبان ہوکر کہا۔

اوّل اوّل ہر دس بارہ دن بعد تنظیمی معاملات پر گفتگو کے لیے بموجبِ ارشاد ہم سب ان کے یہاں جمع ہوتے اور

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہر دفعہ لکھنوی تکلفات کے ساتھ ہم لوگوں کی تواضع کی جاتی اور ہر دفعہ سب حضرات جو بہت شوق سے ان چیزوں کو داخلِ شکم فرماتے وہی روایتی فہمائشی الفاظ ادا کرتے۔ ایک دفعہ مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے ساحر صاحب کو مخاطب کر کے کہا: ''حضرت آپ ان فہمائشی الفاظ پر نہ جایئے گا یہ سب ظاہر داری ہے۔ یہاں آتے وقت ہم سب کے دل میں آپ کے یہاں کی پُر تکلف لکھنوی اشیائے خورد و نوش سے لطف اندوزی کا خیال ساتھ ساتھ سفر کرتا ہے۔ آپ اس سلسلہ کو جاری رکھیے ہم ہمیشہ انشاء اللہ اسی آمادگی و رغبت سے حاضر ہوتے رہیں گے''۔

خیر یہ تو جملۂ معترضہ تھا۔ ''آثار و افکار اکادمی'' ادارہ کا نام تجویز ہوا اور اس ادارہ نے واقعی بعض بڑے مفید کام کیے مثلاً ہر سال تازہ شائع شدہ کتابوں پر نقد انعامات، اسناد اور نشاناتِ خصوصی کا اعطا اس کے بنیادی فرائض میں داخل ہے۔ اس کے علاوہ علمی و ادبی خدمات کا اعتراف اور جرائد و اخبارات کا اعترافِ خدمات مع نقد رقوم اور نشانِ اعزاز وغیرہ۔ یہ جلسہ کم از کم لاکھ سوا لاکھ روپے کے بجٹ کا ہوتا ہے اور اس کے وسائل کی فراہمی بھی ''ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند'' کے مصداق حضرت ساحر تنِ تنہا فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک دوسرا اس سے بھی زیادہ مہتم بالشان کام علمی و ادبی کتابوں کی اشاعت ہے۔ اب تک اس ادارہ سے چھ کتابیں شائع ہو چکی ہیں لیکن میرے نقطۂ نظر سے اس ادارہ کا اردو کی تاریخِ ادب میں رہتی دنیا تک زندہ رہ جانے والا کارنامہ ساحر لکھنوی کی ضخیم تحقیقی کتاب ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو — ماہر سے ساحر تک'' ہے۔ تقریباً آٹھ سو صفحات کی اس کتاب میں رثاء سے متعلق خاندانِ اجتہاد کے شعراء کے حالات، خدمات اور کمالات کو بڑی کاوش، جستجو اور تحقیق سے قلمبند کیا گیا ہے۔ ساحر لکھنوی کی یہ تصنیف ان کے رثائی کلام کی طرح ان کے نام کو تاریخِ ادب میں ہمیشہ زندہ رکھے گی۔ یہ کتاب نہ صرف تحقیق کے اعلیٰ معیار پر پوری اترتی ہے بلکہ اس کا اندازِ بیان نہایت علمی و ادبی ہونے کے باوصف حد درجہ دلچسپ، رواں اور دل نشین ہے اور اس کی وجہ لکھنؤ کی کوثر و تسنیم میں دھلی ہوئی وہ زبان ہے جس پر ساحر لکھنوی کو غیر معمولی قدرت و دسترس حاصل ہے۔ اس اعتبار سے عصرِ حاضر کی بڑی سے بڑی تحقیقی کتاب بھی اس تصنیفِ لطیف کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہے۔ صاحبانِ ذوق کے لیے یہ نعمتِ غیر مترقبہ ہے اور زبان و ادب اور تحقیق و تلاش کا اعلیٰ مذاق پیدا کرنے کے لیے اس کا مطالعہ ناگزیر ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اپنے موضوع پر تا حال یہ واحد مستند کتاب ہے اور ظاہر ہے خاندانِ اجتہاد پر ساحر لکھنوی سے بڑی سند کون ہو سکتا ہے ؎

جن کی تحریروں پہ پڑتی ہے بصد تحسیں نگاہ
جن کا اِک اِک لفظ ہے ناظر سے اپنے داد خواہ
ہیں جنابِ ساحرِ معجز بیاں لاریب و شک
منقبت گوئی کے سلطاں، مرثیے کے بادشاہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قصیدے کے بارے میں کہا گیا کہ اس کے خداوند دو تھے ـــــ ایک بادشاہ اور دوسرا مذہب۔ جب بادشاہت نہ رہی تو بادشاہت اور قصیدہ کا تعلق کیوں کر باقی رہتا۔ البتہ جس قدر ہمارا تعلق مذہب سے باقی رہ گیا ہے اسی قدر قصیدے سے ہے۔ وہ ذہنی و معاشی آسودگی جو شعراء کو موشگافیوں کے مواقع فراہم کرتی تھی بادشاہت کے ساتھ ہی رخصت ہوگئی۔ لہٰذا بادشاہت کے زوال کے ساتھ ہی عالمانہ زبان کا زوال بھی شروع ہوگیا۔ علم و ادب کے انحطاط کا یہ عالم ہوا کہ نجم الغنی کی تاریخ اودھ کو مستند تاریخ کا درجہ مل گیا، خیر یہ جملۂ معترضہ تھا۔ بادشاہت کے زوال سے جس طرح اقتدار خواص کے ہاتھوں سے نکل کر عوام کے ہاتھ میں آ گیا، ادب و شعر کو بھی اس سانحہ سے دوچار ہونا پڑا۔ چنانچہ ایسی اصناف سے بے اعتنائی برتی جانے لگی، جہاں صلے کی گنجائش کم نکلتی تھی۔ خصوصاً قصیدہ اس کا شکار ہوا۔ شاید اس کا سبب یہ ہوا کہ اکثر ناقدین اور ادبی مؤرخین نے اپنی تنقید اور ادبی تاریخوں کا رخ غزل کی طرف موڑ دیا۔ دبستان طرزِ فکر کی کتب کا تو کیا مذکور ہے کہ وہ صرف ایک خاص مقصد کے لیے لکھی گئیں ہیں جن سے ادبِ اردو میں گمراہ کن نظریات و خیالات راہ پا گئے۔ ڈاکٹر تبسم جیسے متوازن نقاد اور معتبر محقق نے اپنی ضخیم تصنیف ''اردو ادب کی تاریخ'' میں یوں تو سوداؔ کے لیے بیس صفحات مختص کیے ہیں مگر سوداؔ کی قصیدہ نگاری کا ذکر بمشکل ایک پیراگراف میں ہوا ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے یہ بھی کہا کہ قصیدہ اب ایک زندہ صنفِ ادب نہیں ہے۔

بلاشبہ آج ویسا قصیدہ نہیں کہا جا رہا جیسا سوداؔ کے عہد میں تھا۔ ان معنوں میں قصیدہ زندہ صنفِ ادب نہیں ہے۔ مگر میرؔ و سوداؔ کے عہد میں کہی جانے والی غزل بھی تو اب باقی نہیں ہے۔ اس مختصر مضمون میں جس کا یہ محل نہیں مگر یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ خود سوداؔ کے عہد میں اور ان کے بعد اردو شاعری کے عہدِ زریں میں کتنے شعراء ایسے نظر آتے ہیں جو قصیدے کے کوہِ بلند کو عبور کر سکے ہیں۔ جیسے دو چار نام اس عہد میں ملتے ہیں، ویسے دو چار نام آج بھی مل جاتے ہیں۔ جس طرح غزل نے اپنے موضوعات بدل لیے ہیں اسی طرح قصیدے میں بھی معنوی اور فکری تبدیلی آئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ غزل کے غلبے اور تساہل پسندی نے ناقدین اور شعراء کو قصیدے سے دور اور غزل کے قریب کر دیا ہے۔ سبب اس کا صاف عیاں ہے کہ غزل کی لفظیات اور غزل کی تفہیم کے لیے اصطلاحات بڑی حد تک متعین ہو چکی ہیں۔ اس کے برعکس قصیدے کا معاملہ مختلف اور مشکل ہے۔ پھر موجودہ عہد میں میڈیا کی سرپرستی بھی جن چند شعراء اور ادباء کو حاصل ہے اس میں قصیدہ نگاروں کا دور تک نام و نشان نہیں ملتا۔ لہٰذا غنیمت ہیں وہ ادب پرور شخصیات جو ستائش کی تمنا اور صلے کی پروا کیے بغیر ادب کی خدمت کا خوشگوار فریضہ انجام دے رہی ہیں۔ ساحرؔ لکھنوی ہمارے کلاسیکی ادب کے ان ہی سنجیدہ مربیوں میں سے ہیں۔

ناقدینِ سخن نے ساحرؔ کو دورِ حاضر کا سب سے بڑا قصیدہ گو کہا ہے تو یقیناً اس رائے کی بنیاد ٹھوس حقائق پر رکھی ہوگی۔ مثلاً پروفیسر کرار حسین کہتے ہیں:

''اس زمانے میں قصیدہ کے انداز میں قصیدے کی زبان میں قصیدے کے تمام آداب و شرائط کے ساتھ نعت و

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

منقبت کہنے والا ان جیسا شاعر مجھے کوئی دوسرا نظر نہیں آتا''۔[۸]

ساحر کے قصائد کا ایک مجموعہ ''صحیفۂ مدحت'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے جس میں ۱۸ قصیدے شامل ہیں۔ مگر ان کے کہے ہوئے قصائد کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ وہ خود کہتے ہیں:

''خدا کے فضل و کرم سے میں اب تک اچھے، بُرے، چھوٹے، بڑے، مشبب و مکتصب سب ملا کر تقریباً سوا سو قصیدے کہہ چکا ہوں۔ صرف مشبب قصیدوں کی ہی تعداد پچاس کے قریب ہوگی''۔[۹]

ساحر لکھنوی کے تمام مطبوعہ قصائد مذہبی ہیں۔ یقین ہے کہ ان کے قصائد کراچی اور دیگر شہروں میں مقاصدے کی محفل میں پڑھے گئے ہیں۔ یہ مقاصدے کی محافل دراصل دہلی اور لکھنؤ کی تہذیبی اور ادبی قدروں کی امین ہیں۔ اگرچہ دہلی اور لکھنؤ کی ادبی محافل کا دور دوبارہ آباد ہونا تو ممکن نہیں رہا مگر ان ادبی محافل کی کمی کراچی کی ادبی فضا نے بڑی حد تک پوری کر دی ہے۔ ساحر کی قصیدہ نگاری کے بارے میں مفصل گفتگو سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ انہوں نے اپنے قصائد کے بارے میں چند ایسی باتیں کہہ دی ہیں جن سے شاعر کا نقطۂ نظر اور نظریۂ فن سمجھنا آسان ہو گیا ہے۔ ان کا کہنا ہے:

''قارئین خصوصاً نقاد حضرات سے گزارش ہے کہ ان قصیدوں کو سوداؔ، ذوقؔ، عزیزؔ اور صفیؔ وغیرہ کے قصیدوں کے معیار پر نہ جانچیں اس کے لیے کہ اس زمانے کی زبان جس سے قصیدوں میں جزالت پیدا ہوتی تھی آج کے بیشتر قاری اور سامع حضرات کے لیے اجنبی ہے اور اکثر نوجوان اس کو نہ سمجھ سکتے ہیں نہ اس سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ان قصائد میں حتی الامکان اس کے استعمال سے گریز کیا گیا ہے۔ میں نے اپنے قصائد میں شعری آگہی کو بھی ملحوظ رکھا ہے اور بہاریہ تشبیبوں کے علاوہ موجودہ دور کے مسائل کو بھی تشبیب کا موضوع بنایا ہے''۔[۱۰]

زبان و ادب کے دورِ انحطاط میں شاعر نے قصائد کے لیے پرشکوہ زبان ہی استعمال کی ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ ان قصائد میں انہوں نے مشکل زبان کے استعمال سے حتی الامکان گریز کیا ہے، کسرِ نفسی کی ذیل میں آتا ہے۔ ان کے قصائد میں مطلع، تشبیب، مدح اور دعا سمیت تمام اجزا پوری صحت اور توانائی کے ساتھ ملتے ہیں۔ ہر مقام پر بیان کی تازگی، خیال کی ندرت کے پہلو بہ پہلو دکھائی دیتی ہے تو زبان کی شگفتگی و برجستگی قاری سے داد و تحسین کی طلب گار نظر آتی ہے۔

مطلع قصیدے کا پہلا شعر ہوتا ہے۔ مطلع ہی سے شاعر کی علم و فن پر قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔ مطلع کی دلکشی یہ ہے کہ قاری کو پہلے ہی مرحلے پر علم ہو جائے کہ قصیدہ نگار قادر الکلامی، نازک خیالی اور بلندیٔ تخیل کی خوبیوں سے صفحۂ قرطاس پر الفاظ کے فلک بوس محل تعمیر کر سکتا ہے اور معنی کا جہان آباد کر سکتا ہے۔ اس لحاظ سے ساحر لکھنوی کے قصائد کے تمام مطلعے اپنے اندر حُسنِ بیان کی ساری جہتیں سمیٹے ہوئے ہیں۔ مثلاً ان کے ایک نعتیہ قصیدے کا مطلع ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تھی پسِ پردۂ تخلیق ابھی صبحِ ازل
ہُو کا عالم تھا نہ گلشن تھا نہ صحرا نہ جبل

اس مطلع میں شاعرانہ حُسن بخوبی اور تجسس وتحیر کی دل آویز فضا کے ساتھ ہمارے مذہبی اعتقادات کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔ ''صنعتِ براعۃ الاستہلال'' کا اس سے بہتر استعمال ممکن نہ تھا۔ لفظِ تخلیق اور ازل سے وابستہ تصورات کو نبی کریمؐ کے ظہور سے شاعر نے یوں جوڑ دیا کہ صباحت، ازل، تخلیق اور ظہورِ مصطفیٰؐ لازم وملزوم ہو گئے ہیں۔ اسی طرح حضرت فاطمہؑ کی مدح میں ایک قصیدے کا مطلع دیکھئے ۔

ابھی سویا تھا میں منھ ڈھانپ کر اِک پاک چادر سے
یہ کس عالم میں آ پہنچا نکل کر اپنے پیکر سے

اس مطلع میں کئی ایسے لطیف اشارے موجود ہیں جن کا تعلق مناقبِ حضرت فاطمۃ الزہراؑ سے ہے۔ پاک چادر سے خیال فوراً چادرِ تطہیر کی طرف جاتا ہے۔ پھر خواب اور حقیقت کی دنیا کا فرق خواب ہی خواب میں پاکیزہ مناظر اور عالم کو دیکھنا یہ سب کچھ قاری کی توجہ مرکوز کرنے کے لیے کافی ہے۔

حضرت امام حسینؑ کی مدح میں کہے گئے قصیدے کا مطلع دیکھئے ۔

جہاں رنگِ خزاں میں موت کی ہے کار فرمائی
وہیں دیکھی بہارِ زندگی کی بزم آرائی

اس مطلع کے حُسن اور شاعر کے کمالِ فن کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔ مطلع ہی سے تشبیب کا موضوع متعین ہو گیا ہے۔ قاری مطلع پڑھتے ہی موت وحیات کے فلسفہ کے بارے میں سوچنا شروع کر دیتا ہے۔ مطلع میں ساحرؔ نے یہ قابلِ قدر نکتہ پیدا کیا ہے کہ بظاہر موت وحیات میں تضاد ہے مگر درحقیقت اتصال ہے اور موت ہی سے حیات کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ علاوہ ازیں قاری یہ جان لیتا ہے کہ اس قصیدے کا ممدوح شہیدِ کربلا کے سوا کوئی اور نہیں۔ ساحرؔ کے قصائد کے مطلع کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ اس میں تشبیب کا موضوع اور ممدوح کی ذات دونوں موجود ہوتے ہیں۔ البتہ ایک ضروری بات ان کے ہاں یہ ضرور ملتی ہے کہ انہوں نے قصائد کا عنوان دے کر تشبیب کا تعین کر دیا ہے۔

قصیدے میں مطلع کے بعد تشبیب آتی ہے۔ مطلع اور تشبیب ایک دوسرے سے جڑے ہوتے ہیں۔ تشبیب ہی قصیدے کا وہ حصہ ہے جہاں شاعر کو اپنی جولانیِ طبع دکھانے کے مواقع ملتے ہیں۔ تشبیب میں عموماً کسی خاص موضوع کی قید روا نہیں رکھی گئی۔ فارسی اور اردو قصائد میں تشبیب میں متنوع موضوعات ملتے ہیں۔ ساحرؔ لکھنوی تشبیب کے بارے میں کہتے ہیں:

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

''قصیدہ نگار عام طور پر اپنا سارا زورِ شاعری تشبیب پر صرف کرتا ہے اور اس میں اپنے شاعرانہ کمالات، فکر و تخیل کی بلند پروازی، نازک خیالی اور مضمون آفرینی کے اعلیٰ ترین نمونے پیش کرتا ہے۔''[1]

یعنی تشبیب ہی سے شاعر کی زرخیزیِ ذہن کا علم ہوتا ہے۔ ساحؔر لکھنوی نے اپنے قصائد کی تشبیب میں تنوع پیدا کیا ہے۔ دو قصائد کی تشبیبیں شہر کراچی کے ہولناک خونیں واقعات کے پسِ منظر میں شہر آشوب کے طور پر لکھی گئیں ہیں۔ ایک کا موضوع گرانی ہے۔ کچھ قصائد میں تشبیبوں کا رنگ فلسفیانہ ہے، مگر انہیں تشبیب کے لیے بہاریہ موضوع زیادہ پسند ہے۔ ساحؔر کی تربیت اس تہذیبی و ثقافتی ماحول میں ہوئی ہے جہاں لفظ اور اس کی اہمیت کو بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے۔ لہٰذا وہ لفظ کی حقیقی معنویت، قرینے اور دلالتوں سے بخوبی آگاہ ہیں چنانچہ وہ تشبیب میں کلاسیکی روایت کی پاسداری ہی کرتے نظر نہیں آتے، بلکہ یوں لگتا ہے کہ انہیں فن اور کلاسیکی روایات سے عشق ہے۔ وہ تشبیب میں ایسا قرینہ ضرور پیدا کرتے ہیں جس کا تعلق ممدوح سے ہوتا ہے۔ ان کے قصائد کی تشابیب میں نشاطیہ کیفیت کے ساتھ کہیں کہیں واعظ پر طنز بھی ملتی ہے۔ علاوہ ازیں عصری شعور کے باوصف انہوں نے سماجی حالات و واقعات کی عکاسی نہایت مؤثر پیرائے میں کی ہے۔ ان کے قصائد کی تشبیب میں ساقی نامے کا اہتمام ایک خاص چیز ہے۔ قصائد میں ساقی نامہ کا درآنا ان کی ساقیؔ کوثر سے محبت و مودّت کے باعث ہے۔ البتہ انہوں نے اپنے مراثی میں ساقی نامہ کی موجودگی کا سبب کچھ یوں بتایا ہے:

''ساقی نامہ جواب میرے تقریباً ہر مرثیے میں شامل ہونے لگا ہے اس کو میں ہرگز ضروری نہیں سمجھتا۔ میں ہر سال نیا مرثیہ جناب محترم سیّد محمد احفاد صاحب ایڈووکیٹ کے دولت کدے پر پیش کرتا ہوں جو اپنے وقت کے معروف و معتبر شاعر حضرت زید پوری کے صاحبزادے ہیں اور ان کے برادرِ خورد جناب محترم محسن امام صاحب کی خاص پسندیدہ چیز ہے۔ یہ ان کی پسند کا احترام ہے کہ مجھ کو دو تین بند ساقی نامے کے کہنا پڑتے ہیں''۔[2]

میرے خیال میں مرثیے اور قصیدے میں ساقی نامے کی گنجائش ہوتی ہے اور اس کے لیے کسرِ نفسی سے کام لینا ضروری نہیں۔ یہ اشعار صرف فرمائشی نہیں بلکہ شاعر کی شخصیت اور مزاج کا بڑا دخل ہے۔ ان کے نعتیہ قصیدے ''نقشِ اوّل'' کی تشبیب بطور مثال پیش کی جاسکتی ہے۔ (یہ پورا قصیدہ اسی شمارے میں شامل ہے۔)

اس تشبیب میں تخلیقِ مصطفیٰؐ سے پہلے کی امکانی حالت کی منظر کشی یوں کی گئی ہے کہ نابود سے عالمِ ہست و بود کی طرف مخلوق کے سفر سے قاری کی دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔ تشبیب میں ساحؔر نے عالمِ امکان کے مناظر بیان کرتے ہوئے اپنے عہد کی خوں آشامی اور ظلم و زیادتی کی طرف بڑے بلیغ اشارے کیے ہیں۔ عموماً قصیدہ گو شاعر پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ لفظوں کے طوطے مینا اڑاتے ہیں اور ذرۂ صدف کو سنگ و خزف کی طرح بے وقعت کر دیتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

قصیدے میں تشبیب کا حُسن الفاظ کے شکوہ ہی کا متقاضی ہوتا ہے۔ اس قصیدے میں لفظوں کا محلِ استعمال، قرینہ، معنوی دلالتیں، متحرک تشبیبیں، صوتی مماثلتیں اور حُسن کاری مشرقی شعری روایات سے ہماری محبت میں اضافہ کرتے ہیں اور قاری کا ذہن وخیال اس رفعت کو چھونے لگتا ہے جسے انگریزی شاعر ونقاد لانجائنس نے sublimation کا نام دیا ہے۔

ساحر کے قصائد کی تشابیب زیادہ تر بہاریہ رنگ میں ہیں۔ اس کا ایک سبب سودا کی ہم نوائی ہوسکتا ہے یا پھر دوسری صورت یہ ہے کہ بہاریہ تشبیب کے راستے سے ساقی نامہ تک پہنچنا آسان ہوتا ہے۔ ان کے قصائد کی بہاریہ تشابیب میں تصویر کاری، محاکات آفرینی اور گہرا مشاہدہ جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔ اگرچہ فصلِ گُل ان کا پسندیدہ موضوع ہے مگر جب وہ شہر آشوب کے بیان پر آتے ہیں تو شاعر کا جوش وجلال اپنے کمال پر نظر آتا ہے۔ شہر آشوب میں انہوں نے اہلِ زمانہ کی منافقت، چیرہ دستیوں اور عصرِ بے اماں کی وحشت سامانی اور خانہ ویرانی کا تذکرہ کیا ہے۔ ایک قصیدہ جس کا عنوان ''گرانی'' ہے اس میں انہوں نے انسانی قدروں کی پامالی، عہدِ ناسپاس میں انسان کی بے وقعتی اور اشیائے خوردو نوش کی ہوش ربا قیمتوں کے عذاب کا ذکر کیا ہے۔ ان مسائل نے انسان کے ہونٹوں سے مسکراہٹ اور چہروں سے تازگی چھین لی ہے۔ وہ قصائد جن کے عناوین ہی شہر آشوب ہیں، ایک حضرت علیؑ اور دوسرا حضرت عباسؑ کی مدح میں ہے۔ یقیناً شاعر نے حضرت علیؑ کو حلالِ مشکلات جانتے ہوئے اور حضرت عباسؑ کو ساقیٔ کوثر کا فرزند ہونے کے باوصف ان قصائد کی تشابیب میں عصری حالات بیان کیے ہیں کہ یہی وہ ہستیاں ہیں جو ہماری یاوری کرسکتی ہیں۔

ساحر کے قصائد میں تشابیب کے بیان میں بڑی رعنائی، رنگینی اور قادرالکلامی ملتی ہے۔ اگر تشبیب کا موضوع قلم ہے تو ان کے طاہر تخیل نے ایسے ایسے پیکر تراشے ہیں اور استعاروں کا وہ پاکیزہ سماں تخلیق کیا ہے کہ قاری شاعر کی قوت مخیلہ سے بنائی ہوئی تصویروں کو دیکھ کر عالمِ تحیر میں چلا جاتا ہے، تو کہیں عالم انبساط سے لطف لیتا ہے۔ دیکھئے ساحر نے قلم کو موضوعِ تشبیب بنا کر کیسے کیسے استعارے تخلیق کیے ہیں: قلم میکش ہے تو بہکتا ہے، اگرچہ بے زباں ہے مگر چہکتا ہے، کہیں تاریخِ عالم اور محبت کی زبان ہے، کہیں کاتبِ قرآن اور کہیں تیغِ بے امان ہے۔

اگر ناقدینِ ادب نے قصیدے کو مشکل صنف قرار دیا تو ٹھیک ہی کہا کہ قصیدہ غزل کی طرح ماتمی لے، مبہم اشاروں اور موت وموسیقیت کا نام نہیں۔ قصیدہ اپنے ممدوح کی مانند شان اور شکوہ اور قوت وجبروت چاہتا ہے۔ سورما کی مانند جلالت اور مبارز طلبی کی دعوت چاہتا ہے۔ قصیدہ لفظوں کی جھنکار اور گھن گرج کا نام ہے۔ یہاں تقلید اور تساہل کے پر جلتے ہیں۔

قصائد میں ساحر کی فکر اپنی ہے، زبان اپنی ہے، اندازِ بیان اپنا ہے، تخلیقِ معنی کا جہان اپنا ہے۔ تشبیہ واستعارے شاعر کی پاکیزگیٔ فکر کے شاہد ہیں۔ کیونکہ ساحر لکھنوی کو تشبیب کے لیے بہاریہ موضوع بہت پسند ہیں چنانچہ اس بات کا خدشہ تھا کہ

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شاعر تشبیب میں اپنے آپ کو دہرائے گا اور تراکیب و بندشوں کی یکسانیت کے سبب سے قاری اکتاہٹ کا شکار ہو جائے گا، مگر داد دینا پڑتی ہے شاعر کی ہنرمندی اور وسعتِ مطالعہ کی کہ ایک لطیف اور نفیس سا فرق ان کے قصائد کی بہاریہ تشابیب میں باقی رہتا ہے مثلاً حضرت فاطمہ زہراؑ کی منقبت میں کہے گئے چار قصائد میں سے تین کی تشبیب بہاریہ رنگ میں ہے مگر شاعر کی صناعی دیکھئے کہ کہیں احساس نہیں ہوتا کہ شاعر خود کو دہرا رہا ہے۔ حضرت فاطمہ بتولؑ لقب ہیں لہٰذا شاعر نے آپ کی مدح میں قصائد کی تشابیب میں بہاریہ مناظر کو نہ صرف طیب و طاہر لباس اوڑھا دیا ہے بلکہ تشابیب کی فضا ہی تقدیس سے لبریز نظر آتی ہے۔ شاعر نے موسمِ گل کو یوں نورانی بنایا ہے کہ عرش سے فرش تک انوار کا سیلِ رنگیں ہے۔ مثلاً قصیدہ ''بہارِ جنت'' میں آمدِ خاتونِ جنت کے فیضِ یقین سے صحرائے گیتی رشکِ اِرم بنا ہوا ہے۔ زمین کے سارے مناظر حُسن اور پاکیزگی کی مقدس رِدا اوڑھے ہوئے ہیں۔ چاند ہر شب زمین پر اجلی چاندی کا فرش بچھاتا تو شبنم ہر صبح دامنِ گل کا غبار دھوتی ہے۔ ایک قصیدہ کی تشبیب کا انداز دیکھئے:

یہ طہارت کی فضائیں، یہ تقدس کا سماں — رنگِ تطہیر میں ڈوبی ہے گلستاں کی زمیں
بوذرِ باغِ مودّت نے لٹایا زرِ گُل — فضائے صبح نے ہر شاخ پہ کلیاں چن دیں
لالہ و گُل نے تقدس کے عمامے باندھے — نونہالوں نے مودّت کی قبائیں پہنیں
سجدۂ شکر میں ہر شاخِ ثمردار جھکی — نخوت و کبر سے جو جھک نہ سکیں، ٹوٹ گئیں
حُسنِ فنکار کا صناعِ ازل کیا کہنا — پھول شاخوں پہ کھلے ہیں کہ انگوٹھی پہ نگیں
یہ دھنک رنگ تھرکتی ہوئی بوندیں جیسے — رقص کرتی ہوئی فردوس سے حوریں اتریں

منظر کس قدر مقتدائے حال ہے۔ تشبیہوں کا حُسن کیا رنگ دکھا رہا ہے۔ تشبیب میں کس قدر جوشِ مودّت ہے۔ یہی ساحرؔ کا رنگ ہے جو سب سے جدا ہے۔

حضرت عباسؑ کی مدح میں لکھے گئے قصیدے کا عنوان ''بہارِ وفا'' ہے۔ اس قصیدے کی طولانی تشبیب اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ شاید قدرت زبان و بیان کے مقامِ بلند سے ادب کے گم کردہ راہ مسافروں کو مجلسِ ادب میں آنے کی دعوت دیتی ہے۔ بقولِ اقبالؒ اگرچہ 'نہ تراشد قلندری داند'۔ اس قصیدے کی تشبیب کے کچھ اشعار ملاحظہ کیجئے ؎

میکشو، شکرِ خداوندِ جہاں عزوجل — کعبۂ عشق سے اٹھا ہے وفا کا بادل
رعد پیہم جو گرجتا ہے سرِ دشت و جبل — حکم دیتا ہے خزاں کو کہ گلستاں سے نکل
ہر طرف عالمِ امکاں میں ہے وہ جوشِ بہار — دیکھ کے جس کو کھل اٹھتا ہے ہر دل کا کنول

ساحرؔ کے ہر قصیدے کی تشبیب میں نازک خیالی، معنی آفرینی، فکر کی پاکیزگی اور علوئے تخیل کی شان کے ساتھ تشبیہات کی نادرہ کاری نظر آتی ہے۔ ساقی نامے کا ایک انداز دیکھئے ؎

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اساتذہ کے کلام کا عمیق مطالعہ کیا ہے۔ ان کے قصائد کی زمینیں اور بحریں یہ راز منکشف کر رہی ہیں کہ انہوں نے اردو و فارسی کے معروف قصیدہ گو شعراء کی زمینوں میں نہ صرف قصائد کہے ہیں بلکہ تو ارد سے بچ کر خیال آرائی اور قافیہ پیمائی میں اپنا خاص رنگ پیدا کیا ہے۔ ان کے قصائد صنائع لفظی و معنوی سے بھی مزین ہیں اور مختلف علوم و فنون کی اصطلاحوں اور تراکیب کو بھی انہوں نے نہایت مہارت سے برتا ہے۔ ساحرؔ کے قصائد نہ صرف ہمارے دماغ سے خراجِ تحسین وصول کرتے ہیں بلکہ دردِ دل پر بھی دستک دیتے ہیں۔ اس لیے کہ جن ہستیوں کی مدح کی گئی ہے ان کا نام ہی ہمارے دلوں کی دھڑکن ہے۔ المختصر اگر قصیدہ گوئی فنِ شاعری کا اعجاز ہے تو ساحرؔ معجزۂ فن میں اساتذۂ قصیدہ کے ہمسر نظر آتے ہیں۔

منابع و مآخذ

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	صفحہ نمبر
۱	خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو	ساحرؔ لکھنوی	۶۶۳
۲	ساحرؔ اور ان کا شاعرانہ مرتبہ (مشمولہ "خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو")	مولانا سیّد محمد باقر شمسؔ	۶۷۹
۳	آیاتِ درد (مشمولہ احساسِ غم)	ڈاکٹر اکبر حیدری	۳۳
۴	ساحرؔ اور ان کا شاعرانہ مرتبہ (مشمولہ خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو)	مولانا سیّد محمد باقر شمسؔ	۶۸۱
۵	ساحرؔ لکھنوی کے نو تصنیف مراثی	ڈاکٹر سردار زیدی، مشمولہ احساسِ غم	۵۸
۶	تاریخِ ادبِ اردو، جلد دوم	ڈاکٹر جمیل جالبی	۶۹۵
۷	اردو ادب کی تاریخ	ڈاکٹر تبسم کاشمیری	۳۰۹
۸	تبصرہ علم و علماء (مشمولہ مجلّہ تقریبِ تعارف علم و علماء)	پروفیسر کرار حسین	۹
۹	قصیدہ عربی سے اردو تک (مشمولہ صحیفۂ مدحت)	ساحرؔ لکھنوی	۵۸
۱۰	قصیدہ عربی سے اردو تک (مشمولہ صحیفۂ مدحت)	ساحرؔ لکھنوی	۵۸
۱۱	قصیدہ عربی سے اردو تک (مشمولہ صحیفۂ مدحت)	ساحرؔ لکھنوی	۵۸
۱۲	اعترافِ حقیقت (مشمولہ آیاتِ درد)	ساحرؔ لکھنوی	۱۰
۱۳	قصیدہ عربی سے اردو تک (مشمولہ صحیفۂ مدحت)	ساحرؔ لکھنوی	۴۶
۱۴	کلیاتِ سوداؔ، جلد اوّل (مطبوعہ سنگِ میل پبلیکیشنز، لاہور)	میرزا محمد رفیع سوداؔ	۳۶۳
۱۵	قصیدہ عربی سے اردو تک (مشمولہ صحیفۂ مدحت)	ساحرؔ لکھنوی	۴۸

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حضرت ساحرؔ لکھنوی کی معرکہ آراء تصنیف

''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو — ماہرؔ سے ساحرؔ تک''

— اہلِ فکر و فن کی نظر میں

☆ **ڈاکٹر پروفیسر اکبر حیدری کشمیری**

سیّد قائم مہدی المعروف بہ ساحرؔ لکھنوی ہمہ گیر شخصیت کے مالک ہیں۔ وہ خاندانِ غفراں مآب کے معزز فرد مولوی سیّد اختر حسین فاخرؔ لکھنوی رئیسِ اعظم اور نوابینِ نرہٹی کے چشم و چراغ ہیں۔ زیرِ نظر کتاب رثائی ادب کا ایک درخشاں صحیفہ ہے، جو انہوں نے چند ماہ قبل شائع کر کے اردو ادب میں اچھا خاصہ تحقیقی اور تنقیدی اضافہ کیا ہے۔ مصنف میرے مخلص دوستوں میں ہیں۔ اگرچہ روبرو ہم دونوں میں آنکھیں چار نہیں ہوئی ہیں، لیکن برسوں سے غائبانہ تعارف ہے دوسرے سے واقف ہیں۔ دونوں میں باقاعدہ اور مربوط مراسلت بھی جاری تھی جو بیچ میں کئی سال تک ان کی علالت کی وجہ سے مختل رہی۔ اس کے باوجود دوست احباب کی وجہ سے ایک دوسرے کا حال معلوم ہوتا تھا۔ اکتوبر کا مہینہ خوشگوار تھا کہ یکا یک کشمیر کے پتے پر ان کا یہ عظیم شاہکار میرے لیے گویا رحمتِ الٰہی کا بیش بہا تحفہ رجسٹرڈ ڈاک سے نازل ہوا۔ پیکٹ کھولا تو پانچ سال کے بعد ساحرؔ لکھنوی کے ہاتھ کا گرامی نامہ بھی دیکھا۔ ان دونوں چیزوں کے موصول ہونے پر مجھے مسرت ہوئی کہ اللہ کے فضل و کرم سے ساحرؔ صاحب کچھ بہتر ہو گئے ہیں۔

ساحرؔ صاحب اردو مرثیہ نگاروں میں ماشاءاللہ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور دانشور ہیں۔ وہ ایم۔اے اردو کے علاوہ قانون کے گریجویٹ (ایل ایل بی) بھی ہیں۔ قانون کی ڈگری انہوں نے درجۂ اوّل سے پاس کی تھی۔ علاوہ ازیں انہوں نے صنعتی و مزدور قوانین کا امتحان بھی پاس کیا اور پورے پاکستان (بشمول سابق مشرقی پاکستان) میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ سادگی اور انکساری کا عالم دیکھئے۔ فرماتے ہیں:۔

''میں کیا اور میری علمی استعداد کیا۔ جاہلِ محض ہوں۔ جو کچھ شُد بُد ہے وہ گھر کے ماحول، خاندان کے اثرات، بزرگوں کی میراث اور ماں باپ کی نیک خواہشات اور تمناؤں کا ثمر ہے۔ جب کسی عالم کو دیکھتا ہوں تو اپنے آپ سے اس طرح خجل ہو جاتا ہوں جس طرح مور اپنے پاؤں دیکھ کر شرمندہ ہوتا ہے۔ یہ انکسار نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے کہ حسرت و افسوس کے ساتھ اکثر خیال آتا ہے کہ کاش کچھ علم حاصل کر لیا ہوتا''۔

ساحرؔ لکھنوی ایک قادر الکلام شاعر، مسلم الثبوت استاد اور نہایت کامیاب مرثیہ گو ہیں۔ پاکستان کے علاوہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں بھی اپنی مرثیہ گوئی کا سکّہ بٹھا چکے ہیں۔ ایک درجن سے زائد معیاری کتابوں کے مصنف ہیں۔ یہ سبھی کتابیں زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں۔ ان میں آیاتِ درد، علم اور علماء، صحیفۂ مدحت اور فنِ تاریخ گوئی کا تنقیدی جائزہ قابلِ ذکر ہیں۔

ساحرؔ صاحب کو ایسی گرانقدر کتاب لکھنے میں محمدؐ و آلِ محمدؐ کی تائید و امداد ضرور شامل رہی ہوگی۔ اس لیے یہ صحیفۂ اہلِ بیتؑ میری نگاہ میں ایک زندہ معجزہ سے کم نہیں ہے۔ جو شخص شدید علالت اور رونگٹے کھڑے ہونے والے امراض میں مبتلا رہا ہو، اس کے لیے ایسی ضخیم کتاب لکھنا ناممکن ہے۔ کتاب ساڑھے آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ کیا کوئی شخص بغیر تائیدِ الٰہی کے ایسا صبر آزما کام پایۂ تکمیل تک پہنچا سکتا ہے؟ خود ساحرؔ صاحب سے ان کی علالت کا حال سنئے۔ فرماتے ہیں:۔

''اکتوبر ۱۹۹۸ء سے علالت کا سلسلہ شروع ہوا۔ پہلے ساڑھے چار سال تک ٹی بی کا علاج ہوتا رہا، حالانکہ مجھے ٹی بی نہیں تھی۔ کئی مہینے تک مسلسل تیز بخار اور شدید کھانسی نے حالت خراب کر دی۔ اس پر غلط علاج نے رہی سہی کسر پوری کر دی۔ پھر تشخیص ہوئی کہ ٹی بی نہیں ہے، کینسر ہے۔ چنانچہ ڈیڑھ سال تک کینسر کا علاج ہوتا رہا۔ پھر پھیپھڑوں میں خرابیوں کا علاج شروع ہوا۔ پھر دواؤں نے ہڈیاں کمزور کر دیں، اور ان کے ٹوٹ جانے کا ڈر پیدا ہو گیا۔ ان کا علاج جاری ہے۔ اس تقریباً چار سالہ طویل علالت نے ذہن کو بھی سست کر دیا۔ چنانچہ مرثیہ کہنے کے قابل نہیں رہ گیا۔ اکتوبر ۱۹۹۸ء سے کوئی مرثیہ نہیں کہا۔ دوسری طرف پھیپھڑوں کی خرابی کی وجہ سے سانس کی اتنی تکلیف ہوگئی کہ مرثیہ پڑھنا بھی ترک ہو گیا۔ بلکہ قصیدہ پڑھنا ممکن نہیں رہا۔''

ساحرؔ لکھنوی نے کتاب میں خاندانِ اجتہاد کے عظیم ترین عالمِ دین اور شیعی دنیا کے نامور فرزند حضرت غفراں مآبؒ کے نسلاً بعد نسل جن بیس مرثیہ گو شعراء کے حالات اور نمونۂ کلام پیش کیا ہے، ان کے نام یہ ہیں: ماہرؔ، امیدؔ، فاخرؔ، جاویدؔ، ذاخرؔ، خورشیدؔ، حسینؔ، شاعرؔ، نظمیؔ، نقویؔ، افسرؔ، ساحرؔ، عسکریؔ، اخترؔ، ناظمؔ، عقیلؔ، مولوی سیّد زاہد حسن (تخلص نامعلوم)، فہیمؔ، مولانا سیّد سبطِ حسین، حکیم آشفتہؔ۔

ساحرؔ لکھنوی کے جدِ اعلیٰ مولوی سیّد اصغر حسین فاخرؔ لکھنوی تھے۔ فاخرؔ صاحب اپنے زمانے کے رئیسِ اعظم اور بے مثال شاعر تھے۔ قیامِ حیدرآباد کے زمانہ میں ان کی کئی نایاب چیزیں میری نظر سے گزری تھیں۔ ان میں سلاموں کا مجموعہ غالباً مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔ اس زمانے میں، میں ساحرؔ صاحب سے واقف نہ تھا۔ فاخرؔ صاحب نے کئی دیوانِ غزلیات مرتب کیے تھے۔ ساحرؔ نے ان کے پانچ دیوانوں کا ذکر کیا ہے۔ غالباً یہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ جناب فاخرؔ صاحب مشاعروں کے دلدادہ تھے۔ ان کے پاس علم اور شاعری کے علاوہ دولت بھی تھی جو زیادہ تر مشاعروں پر خرچ کی جاتی تھی۔ اس طرح انہوں نے اردو منظومات اور زبان پر بڑا احسان کیا ہے۔ فاخرؔ کے دولت خانے پر جس طرح کے مشاعرے ہوتے تھے اس کی مثال کہیں نہیں ملتی ہے۔ سیّد آغا اشہر لکھنوی ''حیاتِ رشید''

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(۱۹۲۲ء) کے صفحہ ۴۷ میں لکھتے ہیں:۔

''فاخر مرحوم نے لکھنؤ میں ایسے ایسے مشاعرے کئے کہ زبان زدِ عوام ہیں''۔

فاخر صاحب مشاعروں میں خود نہیں پڑھتے تھے، لیکن شعراء کے قدر دان تھے۔ منشی نوبت رائے نظر لکھنوی (متوفی ۱۹۲۳ء) نے ستمبر ۱۸۹۷ء میں لکھنؤ سے ''خدنگ نظر'' ماہانہ رسالہ جاری کیا تھا۔ اس کے ابتدائی شمارے ''گلدستہ'' کی صورت میں چھپتے تھے۔ مشاعروں میں جو غزلیں پڑھی جاتی تھیں وہ ''خدنگ نظر'' میں چھپتی تھیں۔ ان مشاعروں میں نظر بھی شرکت کرتے تھے۔ فاخر صاحب کی کوٹھی نزہی (لکھنؤ) میں ایک عظیم الشان مشاعرہ ہوا تھا جس میں بڑے بڑے شاعروں نے حصہ لیا تھا۔ چکبست لکھنوی کے ادبی رسالہ ''صبحِ اُمید'' لکھنؤ کے دسمبر ۱۹۱۹ء میں نظر لکھنوی کا ایک مضمون ''حضرت مشتاق مرحوم'' پر شائع ہوا۔ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

''حضرت مشتاق (نواب باقر علی خان عرف بنے صاحب) اور مولوی علی میاں کامل کے درمیان اکثر شاعرانہ نوک جھونک بھی ہوتی رہتی تھی۔ محلہ نزہی میں متصل حضرت گنج میں نواب سیّد اصغر حسین فاخر کے دولت خانے پر مسلسل معرکہ آرا مشاعرے ہوا کرتے تھے اور ان مشاعروں میں دیگر اساتذہ کے علاوہ حضرت کامل اور حضرت مشتاق خصوصیت کے ساتھ شریک ہوا کرتے تھے۔ یوں تو تمام شعراء ایسے مشاعرے کے لیے اپنی تمام تر قوتِ شاعری صرف کر کے غزل کہتے تھے، لیکن حضرت مشتاق اور حضرت کامل کی شاعرانہ لاگ کچھ اور ہی لطف رکھتی تھی۔ مشاعرے سے پہلے ایک دوسرے کی فکرِ سخن کی اطلاع دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ عین مشاعرے کے روز حضرت مشتاق کو معلوم ہوا کہ مولوی علی میاں طرح میں ستر ۷۰ مطلع کہہ چکے ہیں اور ابھی یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ نواب بنے صاحب مشتاق نے یہ خبر سنتے ہی دریائے فکر میں غوطہ لگایا اور مشاعرے کے وقت سے پہلے نوے ۹۰ مطلع کہہ لیے۔ حالانکہ طرح اس قدر تنگ و محدود تھی کہ دو چار مطلع بھی مشکل سے نکل سکتے تھے۔''

نوبت رائے نظر نے فاخر کے معاصرین کے نام بھی درج کئے ہیں۔ یعنی! سیّد صاحب تعشق، میر مہدی حسین ماہر، حکیم سیّد ضامن جلال، شیخ اچھے صاحب عیش، سیّد عباس حسن فصاحت، حضرت افضل، حضرت انجم، نواب سیّد باقر علی خان، نواب سیّد جعفر علی خان (روسائے شیش محل) صفی، پیارے صاحب رشید، علی میاں وغیرہ۔ یہ سب اساتذہ فاخر کے مشاعروں میں جم کر شریک ہوتے تھے۔

ذیل میں ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو'' کتاب سے حضرت فاخر، حضرت ذاخر اور حضرت ساحر کے متعلق چند سطریں درج کی جاتی ہیں:۔

☆ حضرت فاخر کی مرثیہ گوئی:

حضرت فاخر باکمال مرثیہ گو تھے۔ ان کے مرثیوں میں جملہ فنی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ زبان شگفتہ اور سہلِ ممتنع

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہے۔نعتِ رسولِؐ مقبول میں فرماتے ہیں ۔

اے طبع ! مدحِ حضرت خیرالوریٰ ہو آج سرتاجِ انبیاءؑ جو ہے اس کی ثنا ہو آج
پاکیزہ ہو زباں تو بیاں با صفا ہو آج ہاں ذکرِ معجزاتِ رسولِؐ خدا ہو آج
مانندِ شمعِ بزمِ تجلی فگن ہوں میں
وصفِ نبیؐ کروں تو خدائے سخن ہوں میں

بے حد ہیں گو فضائلِ محبوبِ کبریاؐ پر ہیں یہ خاص معجزۂ فخرِ انبیاءؑ
جاتے تھے دھوپ میں جو کہیں سرورِؐ ہُدا رہتا تھا فرقِ پاک پہ سایہ سحاب کا
پھرتا تھا یوں وہ ساتھ رسالتؐ مآب کے
جیسے چکور گرد پھرے ماہتاب کے

تاریک شب میں جاتے تھے حضرتؐ کبھی اگر پُر نور ہوتے تھے رخِ انور سے بام و دَر
تھی تیرگی میں روشنی اس درجہ جلوہ گر خجلت زدہ ہو مہرِ فلک جس کو دیکھ کر
یوں نور جلوہ گر تھا رسالتؐ مآب کا
چہرہ ہو دیکھ کر جسے فق ماہتاب کا

ذیل کے بند میں زورِ بیان اور الفاظ کی نشست و برخاست ملاحظہ ہو۔

خار اشگاف و برق دم و شعلہ ور ہوں میں خنجر سے تیز ، تیغ سے بھی تیز تر ہوں میں
زیرِ زمیں کبھی ہوں ، کبھی چرخ پر ہوں میں آئیں عدو کے وار تو شہؑ کی سپر ہوں میں
تیغیں چلیں ہزار شہِؑ مشرقین پر
کیا تاب ہے کہ آنچ بھی آئے حسینؑ پر

ذیل کا بند تلوار کی تعریف میں ملاحظہ ہو۔اس میں معلوم ہوتا ہے کہ صفائی اور روانی کے اعتبار سے گویا میر انیسؔ اور میر اسؔ کی زبان ہے۔

چمکی کبھی یہ تیغ اِدھر اور اُدھر کبھی پوشیدہ ہو گئی کبھی ، آئی نظر کبھی
زیرِ زمیں کبھی گئی ، بالائے سر کبھی خنجر کبھی تھی ، تیغ کبھی تھی ، سپر کبھی
پڑتے تھے وار جو شہِؑ گردوں مقام پر
سینہ سپر یہ ہوتی تھی شاہِؑ انام پر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

☆ حضرت ذاخر لکھنوی:

ان کا نام سیّد فرزند حسین اور ذاخر تخلص کرتے تھے۔ وہ فاخر صاحب کے بھانجے تھے۔ ان کی ولادت ۱۲۸۸ ہجری میں ہوئی۔ ''نظیر حسین'' تاریخی نام تھا۔ ذاخر اپنے ماموں فاخر کے شاگرد تھے۔ انہیں تمام اصنافِ سخن پر یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ مرثیہ گوئی میں مہارت رکھتے تھے۔ غزل گوئی میں بھی کسی سے کم نہ تھے۔ وہ مشاعروں میں خوب پڑھتے تھے، اور ہر طرف سے دادِ سخن ملتی تھی۔

نوبت رائے نظر کا ایک اور مضمون ''یارانِ طریقت کی یاد'' کے عنوان سے ''صبحِ اُمید'' لکھنؤ بابت اپریل ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا تھا۔ اس میں انہوں نے ۱۸۹۸ء کے ایک یادگار مشاعرہ کا ذکر کیا ہے۔ پرچہ میرے سامنے ہے۔ نوبت رائے نظر لکھتے ہیں:۔

''اب سے ۲۰ سال پیشتر (۱۸۹۸ء) ''خدنگ نظر'' کے لیے ایک مشاعرہ کیا گیا تھا، جسے یادگار مشاعرہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا۔ اس وقت لکھنؤ کے بعض مشہور اساتذہ بقیدِ حیات تھے اور خوشگوار احباب کی ایک خاص کثرت تھی۔ مصرع طرح حسبِ ذیل تھا۔

ترس آتا ہے کس کس کو میرے حالِ پریشاں پر

مشاعرے میں ان شعراء نے اپنا کلام سنایا تھا:۔

پیارے صاحب رشید، حضرت مظہر مغفور، حضرت فصاحت، حضرت انجم، مولانا صفی، مرزا ہادی رسوا، میر ذاکر حسین یاس، حکیم بارق، مولوی صادق علی خان مائل، سیّد باقر حمید، سیّد ابو صاحب جلیس (میر انیس کے پوتے اور میر سلیس کے بیٹے)، سیّد مہدی صاحب جدید، نواب سیّد عسکری، میرزا خان بلیغ، حکیم علی محسن خان ابر، سیّد منھو آرزو، سیّد احسن مرزا عرف منّے مرزا شرر مشہدی، سیّد اچھے صاحب شہرت، سیّد عابد حسین عابد، مرزا کاظم حسین محشر، مرزا مہدی علی خان ثمر، سیّد محمد اصغر رسوا، نواب باقر علی خان شائق، حکیم سیّد محمد مہدی کمال خلف حضرت جلال، سیّد فرزند حسین ذاخر اور دیگر شعرائے خاص.....

یہ خاص مشاعرہ نظر لکھنوی نے بڑے اہتمام کے ساتھ ''خدنگ نظر'' کے لیے کیا تھا۔ ذاخر کے بارے میں نظر لکھتے ہیں:۔

''مولوی سیّد فرزند حسین ذاخر، نواب سیّد اصغر حسین کے تلمیذِ رشید ہیں۔ اپنی کہنہ مشقی، پر گوئی اور رسائی فکر کے لیے شہرتِ تامہ رکھتے ہیں۔ ذیل کے اشعار سے آپ کی طبع رسائی کا اندازہ ہوگا''۔

رہوں کیونکر نہ دلدادہ میں اس چاہِ زنخداں پر
چراغِ عمر جلتا ہے امیدِ آبِ حیواں پر

خیالِ آمدِ لیلیٰ سے دشتِ نجد میں مجنوں
چھڑک دیتا ہے آنسو جا بجا خاکِ بیاباں پر

خدا جانے بلائیں ہیں کہ میرا گم شدہ دل ہے
کوئی شب کو صدا دیتا ہے آ کر بابِ زنداں پر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تری تصویر دل سے کھینچ لاتا ہے دکھانے کو جو اشکِ خوں کوئی آتا ہے میری نوکِ مژگاں پر
خبر پائی جو ہے تیرے اسیروں کی رہائی کی کھڑے ہیں دیکھنے والے ہزاروں بابِ زنداں پر

یہ یادگار مشاعرہ سیّد احسن مرزا عرف منے مرزا شرؔر مشہدی حضرت مظہر مرحوم کے شاگرد کے مکان واقع سرائے معلّی خان میں منعقد ہوا تھا۔ اس میں نظرؔ لکھنوی نے بھی اپنی غزل سنائی تھی۔

حضرت ذاخرؔ کی مرثیہ گوئی کی خصوصیات ساحرؔ لکھنوی نے بیان فرمائی ہیں۔ موصوف کے مزاج میں انکساری کا جذبہ ورثے میں ملا تھا۔ یہ بند ملاحظہ فرمائیں ؎

کچھ مرثیہ گویوں میں حقیقت نہیں میری اوروں کی طرح خلق میں شہرت نہیں میری
وہ جاہ و جلال اور وہ عزت نہیں میری خود اپنی ثنا کرنے کی عادت نہیں میری
پر ہیں جو سخن فہم ، کبھی چپ نہیں رہیں گے
گر لائقِ تعریف ہوں ، تعریف کریں گے

ذی علم بھی ہیں ، ماہرِ فن بھی ہیں یہاں پر اور واقفِ اسرارِ سخن بھی ہیں یہاں پر
خوش فکر رئیسانِ دکن بھی ہیں یہاں پر میری طرح آوارہ وطن بھی ہیں یہاں پر
بستہ جو کلی دل کی ہے وہ آج کھلے گی
ہر شخص سے مجلس میں مجھے داد ملے گی

بند کے تیسرے اور چوتھے مصرعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ذاخرؔ نے یہ مرثیہ غالباً حیدرآباد دکن میں پڑھا تھا۔

ساحرؔ لکھنوی:

خانوادۂ اجتہاد لکھنؤ کے آخری بے تاج مرثیہ گو اور مرثیہ خوان ہیں۔ خدا انہیں بطفیلِ آلِ عبا صحت مند اور سلامت رکھے۔ ساحرؔ کی مرثیہ گوئی کا انتہائی کمال دیکھنا ہو تو ان کا وہ شاہکار مرثیہ دیکھا جا سکتا ہے جو مشہور عالمِ دین سیّد العلماء مولانا سیّد علی نقی معروف بہ نقن صاحب کی موت سے متاثر ہو کر ۱۳۳ بند میں ''علم اور علماء'' کے نام سے چھپ چکا ہے۔ مرثیہ کے آخر میں واقعاتِ کربلا کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ مولانا نقن صاحب قبلہ عالمِ متبحر، فقیہِ بے مثال اور اولی العزم کردار کے ذاکرِ اہلِ بیتؑ تھے۔ انہیں علمِ قرآن اور احادیثِ رسولؐ پر اتنا عبور تھا کہ صاحبانِ علم و نظر ورطۂ حیرت میں پڑ جاتے تھے۔ مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ میں اُن کی لاتعداد تقریروں سے مستفید ہوا ہوں۔ موصوف کسی بھی موضوع پر فی البدیہہ تقریر کر سکتے تھے۔ ان کا مطالعہ اتنا وسیع اور حافظہ اس قدر قوی تھا کہ اپنے موقف کی تائید میں کتب استناد کے نام اور ان کے صفحات مع سالِ اشاعت بھی بتاتے تھے۔ جب رونق افروزِ منبر ہوتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ اپنی معجز بیانی سے جادو جگاتے تھے۔ آیاتِ قرآنی اور احادیث ہر محل اور موقع کی مناسبت سے استعمال کرتے تھے۔ ایسے عالمِ دین کی علمی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شخصیت کو اُجاگر کرنے کے لیے بجز ساحرؔ لکھنوی کے اور کوئی موزوں نہیں ہوسکتا تھا۔

ساحرؔ نے مرثیے میں ان لوگوں کے چہروں سے بھی نقاب اٹھائی ہے جو سستی شہرت اور حرص و ہوس کے لیے سرکاری اور امیروں کی دہلیزوں پر جُبہ سائی کرتے ہیں۔ یہ بند ملاحظہ ہو۔

حریصِ دولتِ دنیا مریضِ حرص و ہوس — حصولِ زر کے لیے وقف ایک ایک نفس
ملوکیت کی غلامی میں ان کو پیش نہ پس — کھلی فضاؤں سے بہتر انہیں جڑاؤ قفس
ملے جو شمر سے زر اس کو بے قصور کہیں
یزیدِ وقت پکارے تو ''جی حضور'' کہیں

اب ذیل کے بند سیّد العلماء کی تعریف میں ملاحظہ ہوں۔ زورِ بیاں کے ساتھ شکوہِ الفاظ بھی قابلِ دید ہے۔

وہ وہ کہ اسمِ مبارک علی نقی جس کا — وہ اجتہاد کا پیکر، وہ علم کا پتلا
وہ ایک چاند جو برِصغیر میں چمکا — وہ اِک وجود جو بزمِ جہاں کی زینت تھا
چمن میں دہر کے پھول اِک کِھلا ہوا جیسے
جبینِ وقت پہ جھومر سجا ہوا جیسے

مفسرین کے سردار، سیّد العلماء — محققین کے سالار سیّد العلماء
کتب کے ہمدم و غم خوار سیّد العلماء — قلم کا دیدۂ بیدار سیّد العلماء
زبان اور قلم میں عمل کا رشتہ تھے
بشر کے بھیس میں اِک علم کا فرشتہ تھے

وہ افتخارِ صدوقؒ و کلینیؒ دوراں — مفیدؒ و مجلسیؒ و طبرسیؒ کی روحِ رواں
جنابِ حضرتِ غفراں مآبؒ کا ارماں — وہ خوئی اور خمینی کے پائے کا انساں
وہ نائینی و عراقی کے دل کا چین ہوا
نجف کے حوزۂ علمی کی زیب و زین ہوا

ساحرؔ صاحب عصرِ حاضرہ کے مسلم الثبوت استاد اور باکمال شاعر ہیں۔ انہیں فنِ مرثیہ گوئی اور قصیدہ نگاری میں قدرتِ تامہ حاصل ہے۔ وہ فنِ عروض کے بھی ماہر ہیں۔ ان کی نثری زبان شیریں اور شگفتہ ہے۔ موصوف نے جس دیدہ ریزی سے یہ ادبی کارنامہ انجام دیا ہے، اس کے لیے وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ مجھے عرصے کے بعد ایسا بیش قیمت ادبی تحفہ دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اگر حضرت ساحرؔ کا یہ تحقیقی مقالہ کسی بھی یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں سب سے اعلیٰ ڈگری ڈی لٹ کے لیے پیش کیا جاتا تو فخر سے اس شعبہ کا سر بلند ہو جاتا اور ایسے مایہ ناز ریسرچ اسکالر کو ایوارڈ سے نوازا جاتا۔

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مصنف نے جس محنت، لگن اور جانفشانی سے کتاب کا مواد تلاش کیا ہے اس کی تعریف نہیں ہوسکتی ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے مصنف کا تحقیقی اور تنقیدی شعور اجاگر ہوگیا ہے۔ یہ کتاب لکھ کر ساحر صاحب واقعی سحر نگار اور چھپے رستم نکلے۔ میں اس کو سال ۲۰۰۳ء کا عظیم ادبی شاہکار سمجھتا ہوں۔

میں نے ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو'' کو غور وفکر سے پڑھا اور اپنے محدود مطالعہ میں اضافہ کیا۔ چونکہ جناب ساحر نے حضرت مولانا سیّد محمد باقر شمس مدظلہ کے معرکہ آرا مضمون ''ساحر اور ان کا شاعرانہ مرتبہ'' شاملِ کتاب کیا ہے، اس لیے میرے لیے مزید کچھ لکھنا گویا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوگا، اور یہیں پر عنانِ قلم کو روکتا ہوں۔

ساحر صاحب کی یہ تازہ ترین کتاب اردو تحقیقی ادب کا ایک انمول نمونہ ہے۔ یہ جدید تقاضوں کے مطابق مرتب کی گئی ہے۔ آخر میں کتابیات اور اشاریہ کی تفصیلی فہرست نے سونے پر سہاگے کا کام کیا ہے۔ کتاب میں جو نایاب تصویریں شامل کی گئی ہیں اس سے اس کی خوبصورتی میں چار چاند لگ گئے ہیں۔ پوری کتاب آئینہ کی طرح صاف ستھری چھپی ہے۔ طباعت، کاغذ اور جلد بہت عمدہ اور جاذبِ نظر ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اتنی ضخیم کتاب اغلاط سے پاک ہے۔ اسے پڑھئے اور لطف اندوز ہوئیے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اردو ادب کے اس مایہ ناز شاعر، ادیب اور محقق کو بیماریوں سے محفوظ اور سلامت رکھے۔ آمین

☆

پروفیسر ڈاکٹر سیّد انیس اشفاق
صدر، شعبۂ اُردو، لکھنؤ یونیورسٹی (بھارت)

کوئی دو برس ہوئے دہلی یونیورسٹی کے شعبۂ فارسی کے استاد پروفیسر شریف الحسن قاسمی اس پرائیویٹ ٹیلی ویژن ٹیم کے سربراہ کی حیثیت سے میرے غریب خانے پر تشریف لائے جو کسی ادارے کی فرمائش پر اُن شیعہ علمائے دین پر اِک دستاویزی فلم بنا رہی تھی، جنہوں نے دینی خدمات انجام دینے کے ساتھ ساتھ شاعری کو بھی اپنا مشغلہ بنایا تھا۔ شعبۂ اردو کا صدر ہونے اور لکھنؤ سے تعلق رکھنے کی بناء پر قاسمی صاحب نے جانا کہ میں اس قبیل کے شعراء کے بارے میں وسیع اور زیادہ معتبر معلومات فراہم کروں گا، لیکن جب کیمرے کے سامنے انہوں نے مجھ سے گفتگو شروع کی تو مجھے یاد کر کے شعراء کے نام لینا بڑے اور نام یاد آئے تو کلام یاد نہیں آیا، یاد بھی کیسے آتا کہ کسی ایک جگہ پر اُس کے جمع کرنے کی سعی اب تک کی ہی نہیں گئی تھی۔ ظاہر ہے کہ اگر ایسے شعراء کے نام لیے جاتے تو ان میں خاندانِ اجتہاد کے شعراء کی تعداد سب سے زیادہ ہوتی، اور کیفیتِ کلام کے اعتبار سے بھی یہی شعراء سب سے زیادہ نمایاں نظر آتے۔ اُس وقت مجھے گنتی کے دو چار نام یاد آئے وہ بھی نمونۂ کلام کے بغیر۔ مجھے اپنی کم علمی کا احساس ہوا اور یہ سوچ کر شرمندگی ہوئی کہ ٹیم جس غرض سے آئی تھی میں اسے پورا نہیں کر سکا، اُن کی تشنگی باقی رہی، جس کا اظہار انہوں نے از روئے اخلاق نہیں کیا۔ اسی وقت میرے ذہن میں خیال آیا کہ ایسے شعراء پر دستاویزی فلم بنا کر ان کے کلام کو محفوظ کر لینا بہت اچھا ہے۔ اور بھی اچھا ہو کہ ایسے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by Rana Jabir Abbas

شعراء کا کلام ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایک جگہ پر جمع کر دیا جائے۔ ایک ماہ قبل جب ساحر لکھنوی کی یہ کتاب مجھے موصول ہوئے تو خوش ہوتے ہوئے میں نے سوچا کاش یہ اُس گفتگو سے قبل مجھے موصول ہوتی تو مجھے شرمندگی نہ اٹھانا پڑتی۔

میرے لیے اس سے زیادہ اور خوشی کیا ہوسکتی ہے کہ جو خیال اس گفتگو کے بعد میرے دل میں آیا اسے خانوادۂ اجتہاد کے ایک فردِ فرید جناب ساحر لکھنوی نے عملی جامہ پہنایا۔ ساڑھے آٹھ سو صفحات کو محیط اور بیس شاعروں کے کلام پر مشتمل اس صحیفۂ جمیل و جلیل کی تصنیف و ترتیب آسان نہ تھی۔ ساحر لکھنوی ان پیشہ ور محققوں میں نہیں ہیں جو اپنے تجربے کی بناء پر تحقیق کی راہوں کو آسان کر لیتے ہیں۔ انہوں نے ایک آزاد ادیب کی حیثیت سے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور اسے بخوبی انجام تک پہنچا کر ثابت کیا کہ اگر صلاحیت، سلیقہ اور کاوش ہو تو انسان تجربے اور تربیت کے بغیر بھی بڑے اور اہم کام کر سکتا ہے۔ ایسے کام تو دانش گاہوں کی خالص علمی فضا میں بھی کم کم دیکھنے میں آتے ہیں۔ اس لیے اگر ساحر لکھنوی محقق ہونے کا دعویٰ کریں یا نہ کریں تحقیق و تدوین کے اس عمدہ کام کے لیے انہیں ہمیشہ اچھے تحقیق نگاروں کی صف میں شمار کیا جائے گا اور یہیں پر یہ کہہ دینا بھی مناسب ہوگا کہ اُن کا یہ کام دیکھ کر اُن سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ خاندانِ اجتہاد کے اس کلام کو بھی جمع کرنے کی سعی کریں گے جس کا ذکر انہوں نے شعراء کے تعارف میں ضمناً کیا ہے۔ اس طرح اپنی دوسری تالیف کے ذریعے وہ خاندانِ اجتہاد کے تخلیقی جواہر پاروں کی ایک مکمل دستاویز فراہم کر دیں گے۔ یہ اس لیے بھی کہا جا رہا ہے کہ اس نوع کی ادبی دستاویز تیار کرنے کا سلیقہ ساحر لکھنوی میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔

اُن کے اس کلام میں تحقیق کی شائستگی بھی ہے اور ترتیب کی خوش آموزی بھی۔ وہ جانتے ہیں کہ کسی شاعر کے ادبی اور شخصی اوصاف کو کیونکر نمایاں کیا جا سکتا ہے۔ نیز تحقیق اور تدوین کی سنگلاخ زمین کو لالہ زار بناتے وقت ساحر لکھنوی کو یقین ہے کہ اس کتاب کی تکمیل کے ذریعے وہ قارئین کو بتا سکیں گے کہ انیسؔ و دبیرؔ کے بعد مرثیہ اپنے معنوی امکانات سے محروم نہیں ہوا ہے، اور ایک ہی موضوع سے متعلق ایک بڑے سلسلۂ شعراء کے احاطۂ قلم میں آئی ہوئی اس صنف میں توسیعِ معنی کا سلسلہ ہنوز جاری ہے اور خاندانِ اجتہاد کے شعراء اس سلسلے کو آگے بڑھانے میں پیچھے نہیں رہے ہیں، اور اس لیے یہ کہنا بھی غلط نہیں ہوگا کہ ساحر لکھنوی کی اس کاوش کے ذریعے اُن شعراء کا وہ رُخ سامنے آیا ہے جس کی جلا نے چہرۂ اجتہاد کی تابانی میں اور اضافہ کر دیا ہے۔ خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو پر گفتگو شروع کرنے کے لیے جو واقعہ مجھے یاد آیا اس کا یاد آنا ضروری تھا، کیونکہ یہ واقعہ بتاتا ہے کہ شیعہ علمائے دین بالخصوص خاندانِ اجتہاد کی شاعرانہ کاوشوں کی اہمیت ایسی ہے کہ ہماری توجہ اس طرف ہوئی اور ہم نے ان شعراء کے بارے میں جاننا چاہا۔ اسی کے ساتھ اس واقعہ سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ادبی دنیا سے متعلق لوگ بھی ان شعراء کے شعری سرمائے سے کماحقہٗ واقفیت نہیں رکھتے۔ سبب اس کا یہ ہے کہ محض حوالوں کے طور پر کہیں کہیں اور کچھ کچھ ظاہر ہونے والا کلام حافظے میں ٹھہر نہیں پاتا اور ذہن پر زور دینے کے باوجود ایسے بکھرے ہوئے کلام کی رسائی حافظے کی راہداری تک نہیں ہوتی۔ اب ساحر لکھنوی نے کلام جوئی کا مشکل

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مرحلہ طے کرنے کے بعد اپنی لائقِ تحسین یافت کو شعراء کے ضروری اور متعلقہ معلومات کے ساتھ ایک جگہ پر جمع کر دیا ہے۔ اُن کے اسی کام سے ہم جیسے لوگ سب سے زیادہ خوش ہیں جنہیں تہذیب و تفصیل کے ساتھ مرتب کیے ہوئے اس ادب پارے سے استفادے کا موقع ہاتھ آیا اور جن کے دل سے شرمندگی اُٹھانے کا ملال جاتا رہا۔ بعض حلقوں کی طرف سے کتاب کے مصنف اس الزام کی زد میں آ سکتے ہیں کہ رایوں کا اظہار کرتے وقت انہوں نے عقیدت کے بے جا مظاہرے کیے ہیں لیکن ان الزامات کو بجا ٹھہرانے میں تکلف اس لیے ہے کہ اُن کے پیچھے قدر شناسی کا جذبہ کارفرما ہے۔ بہ ایں ہمہ ساحر لکھنوی مبارکباد کے مستحق ہیں جنہوں نے خاندان شناسی کے فریضۂ واجب کو اس طرح انجام دیا کہ زمینِ سخن پر گنجینۂ اجتہاد کے زر و جواہر کو ڈھیر کر دیا جنہیں دیکھ کر ہماری آنکھیں چمکنے لگیں۔

☆

پروفیسر سیّد شرافت عباس

چیئرمین شعبۂ فارسی، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ

صاحبو! حضرت ساحر لکھنوی سے خاکسار کی نیازمندی کا سلسلہ چار پانچ سال سے زیادہ عرصے پر محیط نہیں اور وہ بھی مکاتبت کے ذریعہ جسے عرفِ عام میں خط و کتابت کہتے ہیں، اور اس سلسلے میں مجھے میر پور خاص کے ضمیر حیدر صاحب کا شکر گزار ہونا چاہیے جو اس نابغۂ روزگار سے تعارف کا وسیلہ بنے۔ اتفاق دیکھئے کہ ضمیر حیدر صاحب سے بھی ہمارے تعارف کی صورتِ حال تادمِ تحریر غائبانہ ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ غالباً 1999ء کی گرمیاں تھیں کہ ضمیر حیدر صاحب نے ہم سے بذریعہ خط کوئٹہ رابطہ کیا اور آثار و افکار اکادمی پاکستان اور اُس کے صدرِ محترم جناب ساحر لکھنوی کا تعارف کروایا۔ ساتھ ہی یہ اطلاع بھی دی کہ حضرت ساحر عنقریب اس خاکسار سے بذاتِ خود رابطہ کریں گے۔ ابھی چند روز بھی نہیں گزرے تھے کہ حضرت ساحر کی جانب سے اکادمی کی کارکردگی اور کاوشوں کے بارے میں تفصیل، مطبوعہ لٹریچر اور ساتھ ہی محبت اور اخلاص سے مملو مکتوب موصول ہوا جس میں بلوچستان سے اکادمی کے ایوارڈ کے سلسلے میں اہلِ قلم اور اُن کی نگارشات کو متعارف کرانے کے لیے کہا گیا تھا۔ ہم نے اس سلسلے میں مقدور بھر کوشش کی اور اس بارے میں وقتاً فوقتاً جناب ساحر کو مطلع کرتے رہے، اور جواب میں علم و حکمت کے موتیوں اور عاطفت و ہدایت کے پھولوں سے اپنا دامن بھرتے رہے کہ اُن کے خامۂ معجز رقم سے زمینِ قرطاس پر ٹپکنے والا ہر لفظ گوہرِ آبدار اور اُس میں بین السطور محبت، اپنائیت اور خلوص کی جو خوشبو ہے اُس کے لیے دامانِ باغبان و کفِ گلفروش جیسی ''لفظمیں'' بھی ھل من مزید کا تقاضہ کرتی نظر آتی ہیں۔ یہاں ہم نے لفظ کی جمع (اپنے معمول کے برخلاف) الفاظ کی جگہ لفظیں استعمال کی ہے تو یہ بھی ؎

جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد

کے مصداق جناب ساحر کی دین سمجھئے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بہر حال یہ سلسلۂ مکاتبت قائم ہی تھا (اور خدا کرے کہ ہمیشہ یونہی قائم و دائم رہے) اور ہم اس دور زبوں کار میں موصوف کی بے ریا خدمات اور ہمتِ عالی پر حیران اور اس بحرِ علم و ادب کی لہروں کو گننے کی ناکام کوشش میں مصروف تھے کہ حضرت ساحر کی جانب سے کرم بالائے کرم ہوا اور وہ اس طرح کہ صحائف معروفِ آسمانی کی تعداد کے مطابق اپنی چار عدد کتابوں سے اس خاکسار کو سرفراز فرمایا۔ احساسِ غم (مجموعۂ مراثی)؛ صحیفۂ مدحت، (مجموعۂ قصائد)؛ یقین کامل (دینی موضوعات پر ایک بصیرت افروز کتاب)؛ اور فنِ تاریخ گوئی کا تنقیدی جائزہ۔ ان کتابوں کو ذرا کی ذرا ہی دیکھ کر ہماری جو کیفیت ہوئی اُسے ہم لفظوں میں بیان نہیں کر سکتے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ اپنی بے بضاعتی کے اُس احساس میں جو موصوف سے مکاتبت کے ذیل میں ذہن میں پیدا ہوا تھا، بے پناہ اضافہ ہو گیا۔ لیکن..... ساتھ ہی ساتھ ایک اور احساس نے بھی جنم لیا، اور وہ، احساسِ تفاخر، اپنی خوش بختی پر کہ ہم اپنے عہد کے ایک قابلِ احترام دانشور، ایک جید عالم، ایک مستند محقق اور ایک فصیح الکلام شاعر سے (بہ زبانِ قلم ہی سہی) ہم کلام ہو رہے ہیں۔

سلسلۂ خط و کتابت اور مبادلۂ قلمی کی تفصیل کسی اور مناسب موقع کے لیے مؤخر کرتے ہوئے آمدم برسرِ مطلب۔ آج سے چند ماہ قبل حضرت ساحر کی جانب سے ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو'' کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کرنے کا خیال ظاہر کیا گیا۔ اس سلسلے میں موصوف نے مجوزہ تحقیق کا خاکہ وغیرہ بھی (ہماری فرمائش پر) ارسال فرمایا اور ازراہِ بندہ نوازی رائے بھی طلب فرمائی۔ ہم نے اپنی سمجھ بوجھ اور جامعات میں رائج سرخ فیتے کے نظام نیز طبقۃ المدرّسین میں (جزوی طور پر ہی سہی) پائی جانے والی للّٰہی معاصرانہ چشمک وغیرہ کی روشنی میں اس امر کو حضرت ساحر کے عالمانہ وقار اور شعر و ادب کی دنیا میں اُن کی منزلت سے کہتر تصور کیا اور دبے دبے لفظوں میں اس کا اظہار بھی کر دیا، لیکن ابھی اس ذیل میں ہمارے مابین ایک آدھ خطوں کا تبادلہ ہی ہوا تھا کہ ایک دن وہ تحقیقی مقالہ (جسے ہم ڈیڑھ دو سو صفحات پر مشتمل قیاس کر رہے تھے) ایک نہایت ہی دیدہ زیب، تاریخ ساز اور ضخیم کتاب کی شکل میں ہمارے ہاتھوں میں تھا، اور ضخیم بھی کتنا! ساڑھے آٹھ سو صفحات سے بھی ایک صفحہ زیادہ۔

جہاں تک دیدہ زیبی کا تعلق ہے تو اس کے صوری حُسن کی صحیح داد تو ہنر ہائے زیبا سے متعلق افراد ہی دے سکتے ہیں۔ بالخصوص سرورق ـــــ کہ ''گہرے سرخ رنگ کے حاشیے سے مزین آبی رنگ کے آسمان کے پسِ منظر میں جناب ساحر کے جدِ اعلیٰ مولانا سیّد دلدار علی صاحب غفرآں مآب علیہ الرحمہ، محراب نما کے درمیان دائیں ہاتھ میں تسبیح اور بائیں ہاتھ میں بیاض لیے ہوئے پورے عالمانہ وقار کے ساتھ ایستادہ ہیں۔ وجاہتِ سادات چہرۂ مبارک سے مترشح اور شانِ فضیلت پوشاک متداول سے آشکار ـــــ محراب نما کے پس منظر میں اور ارد گرد بہار دکھاتے ہوئے سرو و گل اور گلدستے، چوکی پر سلیقے کے ساتھ رکھے ہوئے لوازمِ تحریر اور ظرفِ وضو، کہ آنجناب کے علم و عمل کی پاکیزگی کی گواہی دے رہے ہیں ـــــ بلاشبہ فنکار نے سرورق کو شایانِ شان بنانے میں کمالِ فن کا مظاہرہ کیا ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تاریخ ساز میں نے اس حوالے سے کہا کہ کم وبیش پانچ صدیوں سے زیادہ عرصے پر پھیلی ہوئی اُردو مرثیہ گوئی کی تاریخ میں خانوادۂ اجتہاد کے جن مرثیہ نگاروں کو دانستہ یا نادانستہ طور پر نظر انداز کیا جاتا رہا ہے حضرت ساحرؔ نے محنتِ شاقہ اور کمالِ تحقیق وتدقیق کے ساتھ نہ صرف اُنہیں تاریخِ ادبیات میں اُن کے جائز مقام پر فائز کر دیا ہے بلکہ ہمارے ادبی تواریخ نویسوں کے سامنے اُردو مرثیہ گوئی کی تاریخ کو نئے سِرے سے مرتب کرنے کا سوال بھی رکھ دیا ہے۔

''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو'' بظاہر ایک عظیم الشان علمی وادبی اور روحانی خاندان کی رثائی ادب بالاخص عزائیہ شاعری میں انجام دی جانے والی خدمات پر مشتمل ہے اور ہر چند کہ یہ موضوع بھی بنفسہٖ اہمیت اور افادیت کے بے شمار اوصاف سے متصف ہے لیکن جناب ساحرؔ نے اپنی خلقانہ وسیع النظری، قابلِ رشک مطالعہ اور سب سے بڑھ کر اپنے پُر کشش اور متین اسلوب کے ذریعہ فکر وفن، تاریخ وثقافت اور عمرانیات وتقابلِ ادیان جیسے موضوعات ومضامین کا بھی کمالِ مہارت کے ساتھ احاطہ کیا ہے۔

اردو مرثیہ کے عنوان سے تمہید کے طور پر قلمبند کیا جانے والا تعارف قاری کو اُردو مرثیہ کو آغاز سے ہی نہیں، بلکہ رثائے سیّد الشہداؑ کی ابتداء سے بھی آگاہ کرتا ہے اور پھر اُردو مرثیہ کے بتدریج ارتقا کے پسِ منظر میں اُس کی غرض و غایت، اُس کی علمی، ادبی اور سماجی اہمیت، اُس کی انفرادیت اور زمینی رشتوں سے اُس کے تعلق کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ جوڑتا ہوا نفسِ موضوع سے متصل کرتا ہے۔

اس کے بعد خاندانِ اجتہاد کے تعارف کے حوالے سے تحریر کیا جانے والا باب دراصل برصغیر میں مومنین کی شیعیت ناب کی جانب مراجعت کی تاریخ ہے۔ یہ باب اپنی جگہ خود ایک تحقیقی مقالہ کا درجہ رکھتا ہے۔ آج سے لگ بھگ ڈھائی سو سال قبل برصغیر کے مومنین علمِ دین اور عقائد کے حوالے سے جس کسمپرسی میں مبتلا تھے، اُس کی پُر تاثیر منظر کشی کے بعد حضرت ساحرؔ اس اندھیرے میں طلوع ہونے والے اُس آفتاب کی آمد کا ذکر کرتے ہیں جس نے یکا یک اس منظر نامے کو تبدیل کر دیا تھا۔

یکا یک آگیا قدرت کو رحم ملّت پر　　کرن اُمید کی تاریکیوں میں آئی نظر
اُس آفتاب کو لے کر ہوئی طلوعِ سحر　　ہے جس کی روشنی برصغیر میں گھر گھر
جسے سب اہلِ نظر آفتاب کہتے ہیں
اُس آفتاب کو غفراں مآبؒ کہتے ہیں

برصغیر کے پہلے مجتہد غفراں مآبؒ حضرت سیّد دلدار علی کی ذاتِ بابرکات، ترویج وتطہیرِ مذہب وعقائد کے ذیل میں اُن کی خدماتِ جلیلہ اور اُن کے قابلِ استحسان کارناموں، اُن کے احوال وآثار کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کرتے ہوئے جناب ساحرؔ خانوادۂ اجتہاد کی علمی وادبی خدمات پر بھی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالتے ہیں۔ اس ضمن میں خاندانِ اجتہاد اور اُردو کی خدمت ایسا موضوع ہے جس پر اس سے قبل شاید ہی کسی نے توجہ دی ہو۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خاندانِ اجتہاد یا حضرت غفراں مآب کے مورثِ اعلیٰ سیّد نجم الدین سبزواری کی برصغیر میں آمد اور فتوحات کے تناظر میں ہم اس سلکِ گُہر بار کی تابانیوں کا حضرتِ ساحرؔ کے موئے قلم سے ایک اور نظارہ دیکھتے ہیں ..... اور پھر اسی خاندان میں شاعری کا آغاز بظاہر ایک مختصر سا خاکہ لیکن جامع اور بھرپور۔

خاندانِ اجتہاد میں جناب غفراں مآبؒ کے صاحبزادوں تک شعر وسخن کا کوئی سراغ نہیں ملتا، حالانکہ لکھنؤ کی اُس وقت کی فضا شعر وشاعری سے گونج رہی تھی، مگر جہاں تک مذاقِ سخن کا تعلق ہے وہ ان سب حضرات میں بدرجۂ اتم موجود تھا۔ جناب غفراں مآبؒ کے پوتے زین العلماء مولانا سیّد علی حسین اس خاندان کے پہلے رکن تھے جنہوں نے شعر گوئی کا آغاز کیا لیکن ان کی شاعری کا جملہ سرمایہ مسائلِ شرعی واُمورِ دینی کو منظوم کرنے تک محدود ہے۔ بہرحال اس خاندانِ عالی شان میں مرثیہ نگاری کا باقاعدہ آغاز نواب مولوی سیّد مہدی حسین ماہرؔ سے ہوتا ہے۔ حضرت ماہرؔ مرقعِ اجتہاد میں نگارِ سخن کا نقشِ اوّل ہی نہیں، نقشِ جاوداں بھی ہیں کہ اُن کے ساتھ ہی ؎

نام بڑھتا گیا جب ایک کے بعد ایک ہوا

اُن کے احوال وآثار کی روشنی میں حضرت ساحرؔ کا یہ فرمانا بالکل درست ہے کہ ''وہ فطرتاً شاعر تھے۔ ان کا فن وہبی تھا، اکتسابی نہیں تھا''۔ مولوی علی میاں کامؔل جیسے استادِ کامل کا یہ شعر انہیں حضرت ماہرؔ سے متعلق ہے:

سر زمینِ ہند میں اب تک نہیں پیدا ہوا
آپ کا ایسا بلیغ نکتہ داں نازک خیال

اور مہذبؔ لکھنوی اُن کے بارے میں کہتے ہیں ؎

لکھنؤ گلزار تھا وہ جانِ گلشن اب کہاں
شاعری اِک خاص فن تھی ، ماہرِ فن اب کہاں

ڈاکٹر صفدر حسین نے ''مرثیہ بعدِ انیسؔ'' میں عزیزؔ لکھنوی کا جو قول درج کیا ہے وہ حضرت ماہرؔ کی مرثیہ گوئی کے حوالے سے قولِ فیصل کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کی روشنی میں ہماری اُس رائے کی تصدیق ہوتی ہے جس میں ہم نے گزشتہ سطور میں ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو'' کی آمد پر اُردو مرثیہ کی تاریخ نئے سِرے سے مرتب کرنے کا خیال ظاہر کیا تھا۔ ڈاکٹر صفدر حسین لکھتے ہیں: ''اگر ماہرؔ کا کلام انیسؔ کے نام سے پیش کر دیا جائے تو پڑھنے والا غالباً مشکوک نہ ہوگا''۔

ماہرؔ سے اُمیدؔ، اُمیدؔ سے فاخرؔ، حضرت جاویدؔ، حضرت ذاخرؔ، خورشیدؔ، حسینؔ، شاعرؔ، مہدیؔ، تاثیرؔ نقوی، حضرت افسرؔ اور خود ہمارے ممدوح حضرت سیّد قائم مہدی نقوی اجتہادی المعروف والمتخلص بہ ساحرؔ لکھنوی ـــــ تو صاحبو! یہی وہ سلکِ گہر پُر بار ہے جس کی طرف گزشتہ سطور میں اشارہ کیا گیا۔

سچی بات تو یہ ہے کہ ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو'' کے عنوان سے منصۂ شہود پر نمودار ہونے والی اس حقیقتاً معرکہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آرا اور تاریخ ساز کتاب سے یوں سرسری گزر نا نہایت ہی معیوب بات ہے لیکن اس خاکسار کی مجبوری یہ ہے کہ میں نہ تو محقق ہوں اور نہ نقاد ـــــ اور ادھر یہ عالم ہے کہ ؎

''یاں تو ہر جا جہانِ دیگر ہے''

اور پھر جب کرشمہ زفرق تا بقدم..... ہر مقام پر دامنِ دل کو کھینچتا ہو تو اس کے علاوہ کیا کیا جا سکتا ہے کہ ؎

از ماہر تا ساحر ، ایں خانہ ہمہ آفتاب است

آخر میں ایک نکتۂ معترضہ! کہ حضرت ساحرؔ نے سلسلۂ مرثیہ گویانِ خانوادۂ اجتہاد کو اپنے آپ تک پہنچاتے ہوئے نہایت افسردگی کے ساتھ اس کے اختتام پذیر ہونے کا اعلان جیسا کر دیا ہے تو اس ضمن میں تتمۂ مضمون کے طور پر ؎

شہر خالیست ز عشاق مگر کز طرفے
مردے از غیب برون آید و کارے بکند

نیز یہ بھی کہ ؎

گمان مبر کہ بہ پایان رسید کارِ مُغاں
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگِ تاک است

میں ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو'' جیسی عظیم الشان کتاب تحریر کرنے اور اُردو ادب بالخصوص اُردو کے رثائی ادب میں اس گراں بہا اضافے پر جناب ساحرؔ لکھنوی کی خدمت میں ہدیۂ تبریک و امتنان پیش کرتا ہوں اور خداوندِ متعال کے حضور اُن کی بلندیٔ اقبال اور طولِ عمری کے لیے دعا گو ہوں۔

☆ پروفیسر ڈاکٹر سیّد طاہر حسین کاظمی ، دھلی

آثار و افکار اکادمی (پاکستان) کراچی کے لیے قابلِ فخر چھٹی اہم پیشکش ـــــ ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو ـــــ ماہرؔ سے ساحرؔ تک'' متقاضی ہے کہ اس میں بکھرے ہوئے شعری پیکر اور ادب پاروں سے جوہر شناس افراد اپنے ذوق و استطاعت کے بموجب لطف اندوز اور شاعرانہ محاسن کی کارفرمائی سے استفادہ کریں۔ اس پیشکش کی اہمیت اور وقعت اس لیے اور بڑھ جاتی ہے کہ ایک طویل انتظار کے بعد شاملِ کتاب شعراء کی ادبی کاوشیں منظم طور پر پہلی بار منظرِ عام پر آسکی ہیں۔ اس کا استفادہ خصوصاً ان حضرات کو زیادہ ہوگا جو اردو مرثیہ پر تحقیقی و تنقیدی کام کی جستجو میں سرگرداں ہیں۔ مرثیہ کے علاوہ اس کتاب سے نظم، غزل، رباعی، تاریخ گوئی، سلام، نوحہ، رباعی وغیرہ دیگر اصنافِ سخن کے بھی نادر نمونے موجود ہیں۔ بعض شعراء کے نمونۂ کلام اعلیٰ شعری اور ادبی معیار پر پرکھے جا سکتے ہیں۔

یہ کتاب اس پہلو کی بنا پر بھی اہم ہے کہ اس میں غفراں مآب مولانا دلدار علی علیہ الرحمہ کے مورثِ اعلیٰ سیّد نجم الدین سبزواری کی ہندوستان آمد اور فتوحات کا ذکر، ان کا شجرہ، حصولِ علم کے مختلف مراحل طے کرنے میں کئی ملکوں کا سفر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور صعوبتوں کا ذکر، ان کے ضرب المثل علمی وفقہی کارنامے جن کی تعداد تقریباً پچیس ۲۵ عدد کتب ورسائل وغیرہ پر مبنی ہے۔ نیز اولادِ غفراں مآبؒ کی روحانی عظمت وکرامت، علم وذکا اور ان کی اہم تحریری کاوشوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

یہ کتاب شاہد ہے کہ حضرت غفراں مآبؒ کی ذاتِ گرامی شعر گوئی کی صلاحیت رکھتی تھی لیکن علمی اور دینی اُمور کی تبلیغ وترویج ان کے وقت کا اہم تقاضہ تھی۔ ان کے پوتے مولانا سیّد علی حسین نے اس طرف قدرے توجہ دی تاہم ان کی شاعری بعض دینی مسائل کو نظم کردینے تک محدود رہی۔ مولانا سیّد علی حسین کے فرزند مولوی سیّد مہدی حسین ماہرؔ اور بھتیجے سیّد محمد جعفر اُمیدؔ نے اس طرف خصوصی توجہ دی اور شعر وشاعری کا باقاعدہ آغاز کیا اور مختلف اصنافِ سخن پر طبع آزمائی کر کے اساتذۂ سخن کی صف میں اپنی پہچان قائم کی۔ ماہرؔ کو منشی مظفر علی اسیرؔ سے شرفِ تلمذ حاصل ہوا جس بنا پر فنِ شعر گوئی میں وہ کمال حاصل ہوا کہ ناقدینِ فن کے ساتھ ساتھ شعراء نے بھی ان کی نکتہ سنجی اور بلاغت بیانی کی دل کھول کر تائید وتعریف کی۔ اس ذیل میں علی میاں کاملؔ، پیارے صاحب رشیدؔ، عزیزؔ اور مہذبؔ لکھنوی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ عزیزؔ لکھنوی نے تو ماہرؔ کو انیسؔ کے ہم پلہ شاعر قرار دیا ہے۔ ماہرؔ کے مراثی کی تعداد ساحرؔ لکھنوی کے بقول سو سے زائد ہے، لیکن ان کے مراثی کی ایک بڑی تعداد کی عدم دستیابی باعثِ تشویش وخلش ہے۔ یہی حال اس سلسلے کے دیگر شعراء کا ہے کہ ان کے کلام کی بھی خاطر خواہ دستیابی نہیں ہو پائی ہے جس سے ان کے کلام کا بھرپور جائزہ لیا جاسکے۔ ساحرؔ لکھنوی کی اس اہم کوشش کی تاسّی میں خانوادۂ اجتہاد سے متعلق مزید مراثی سامنے آسکے تو ڈاکٹر صفدر حسین کے اس قول کو مزید تقویت حاصل ہوگی کہ قصرِ رثا کی تعمیر میں خانوادۂ اجتہاد انیسؔ ودبیرؔ اور عشقؔ کے سلسلے کا چوتھا ستون ہے۔ میرے تئیں مذکورہ ستون کو خاندانِ اجتہاد کے بجائے اگر ''خاندانِ ماہرؔ'' کا نام دیا جائے تو مضائقہ نہیں، اس لیے کہ اجتہاد کی منزلیں جدا ہیں، اور مرثیہ نگاری اپنی جگہ مسلّم ہے۔ مرثیہ نگاری میں مولوی سیّد مہدی حسین ماہرؔ اس سلسلے کی پہلی کڑی تسلیم کیے گئے ہیں۔

کتاب میں خانوادۂ اجتہاد سے وابستہ بیس شعراء کا تعارف اور بیشتر کے کلام پر تبصرہ موجود ہے۔ اس کام کو اس نظر سے دیکھا جانا چاہیے کہ ساحرؔ صاحب نے اس کتاب میں شامل خصوصی اہمیت کے حامل بعض شعراء جو ہنوز تقریباً گوشۂ گمنامی میں تھے ادبی دنیا سے متعارف کرادیا جس سے خصوصی طور پر اردو مرثیہ کو مزید طاقت حاصل ہوگی، اور ناقدینِ شعروادب ان کے ادبی استحقاق پر رائے زنی کرسکیں گے۔

خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو شعراء کے تعلق سے ساحرؔ صاحب کے یہ الفاظ:

''ان شعرائے کرام کا تذکرہ تمام نقد نگاروں نے ادھار رکھا بلکہ سرے سے ان کو نظر انداز کیا اور آج تک ان پر کوئی تحقیقی کام منظرِ عام پر نہیں آیا''،

مذکورہ شعراء سے ان کی دینی وابستگی، ان کی کاوشوں سے انہماک اور خلوص کے مظہر ہیں۔ اس لیے کہ خود ان کے بقول صرف حضرت مہذبؔ لکھنوی نے ان شعراء میں سے چند کے کلام سے ایک ایک نمونہ شائع کیا ہے۔ ساحرؔ صاحب کے اس بیان کے پیشِ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نظر ناقدینِ فن کو ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا، کسی بھی اہم شاعر کے ایک مرثیہ کی خوبی یا خامی کی بناء پر اس کی مجموعی شعری حیثیت کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ذمہ داری ساحر صاحب سے قبل اس خانوادہ کے ورثا پر عائد ہوتی ہے کہ وہ ان اہم کاوشوں کو محفوظ رکھتے اور اشاعت کی منزل تک پہنچاتے یا پھر دستاویزی حالت میں رہ کر ہی ان مراثی کا بھرپور ذکر اور اس کے نمونے صفحۂ قرطاس پر آ گئے ہوتے۔ بہرکیف قابلِ داد اور مبارکباد ہے ساحر صاحب کا وجود کہ ان شعراء کے مراثی نہ سہی حتی المقدور ان کے نمونۂ کلام ایک نظم و ضبط کے ساتھ منظرِ عام پر آ سکے۔ یہ اہم اور صبر آزما کام موصوف نے عمر کے جس حصہ، بیماری اور لاغری کے عالم میں منزلِ مقصود تک پہنچا دیا اس کی تائید یا تعریف میرے لیے ممکن نہیں کہ الفاظ میں احاطہ کر سکوں۔ موصوف کا ہندوستان آنا اور بیمار حال وطن لوٹنا، عرصۂ طویل تک جانکاہ بیماری سے نبرد آزما رہنا، یہاں تک کہ چلنے پھرنے میں بھی معذرت۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں اس گراں مایہ کام کو اس کے انجام تک پہنچانا میرے نزدیک صرف اور صرف قادرِ مطلق کی نظرِ خاص اور اعجازی قوتِ اعتماد کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

اس کتاب میں موجود مرثیہ نگاری کے پہلے رکن سیّد مہدی حسین ماہر کے کلام کے نمونے تغزل، ساقی نامہ، منظر نگاری، رزم نگاری، سراپا نگاری اور مصائب وغیرہ کے بیان میں معیاری فنکارانہ صلاحیتوں کے مظہر ہیں۔ ماہر کے کلام کی حسن کاری میں صنعت گری، بندشِ الفاظ، تخیل کی پرواز، فنِ شاعری پر ان کی گرفت کی منہ بولتی تصویریں ہیں۔ ان کے کلام کے دستیاب اس مختصر سرمایہ میں اعلیٰ شاعری کے اکثر و بیشتر صفات موجود ہیں۔ اگر ان کا کلام وافر تعداد میں منظرِ عام پر آ سکتا تو ناقدین کو رائے زنی کا بہتر موقع حاصل ہو سکتا، اور ایک دبستان کی حیثیت سے اس خانوادہ کو یہ حق بہت پہلے مل گیا ہوتا۔ ماہر کی مرثیہ نگاری کے تیور میر انیس، عشق اور تعشق سے زیادہ میل کھاتے ہیں۔ مرزا دبیر کے مراثی میں قرآنی آثار و افکار اور احادیث کی کثرت سے کارفرمائی، دبیر کو انفرادیت حاصل کراتی ہے۔ ماہر نے منظر نگاری، سراپا نگاری، رزم، گھوڑے اور تلوار کی تعریف میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے جن کے بیان میں اکثر محاکاتی انداز پیدا کیا ہے۔ ساقی نامہ پر بھی انہوں نے کامیاب طبع آزمائی کی ہے۔ ماہر کے ایک مرثیہ سے روزِ عاشورہ گرمی کی شدّت کے بیان میں منظر نگاری کا نمونہ ؎

یہ حال ہو جو تپش کا تو اس کا کیا ہو حساب — گھرا تھا آب میں خود آفتابِ عالمتاب
بنی تھی سوختہ ریشم ہر ایک موجِ آب — وہ دغ کے رہ گئی ماہی جو آئی زیرِ حباب
ثبوت کیوں نہ ہو دعوے کا اس گواہی پر
وہی ہیں داغ جو اب تک ہیں پشتِ ماہی پر

سیاہ جل کے جو رنگت تھی ہر سحاب کی بھی — رُکی تھی سانس ہوا کی بھی، ہر حباب کی بھی
زبان پیاس سے اینٹھی تھی موجِ آب کی بھی — لگی تھی جان تری سے خود آفتاب کی بھی
مزاجِ حار تو کچھ اور بھی عذاب میں تھے
فلک پہ مہر تھا، پائے شعاع آب میں تھے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

گھوڑے کی تعریف نئی فکر اور نئے پیرائے میں یوں ادا ہوئی ہے

بالکل تھا رنگ بادِ بہاری کا پاؤں میں — غنچے چٹک رہے تھے قدم کی صداؤں میں
گلگوں چلا ریاضِ جناں کی ہواؤں میں — بھاگی نسیم باغ سے تاروں کی چھاؤں میں
شرمندگی سے آنکھوں کو پھیرے نکل گئی
اچھا ہوا ، شمیم سویرے نکل گئی

درجِ بالا مثالوں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ماؔہر کے کلام میں خیال بندی ، بندشِ الفاظ، تشبیہات و استعارات، حسنِ تعلیل، جدتِ فکر کے ساتھ نزاکت و لطافت کے ساتھ روانی اور برجستگی کے ساتھ موجود ہیں، جس سے ان کی شاعری کا معیار قائم ہوتا ہے۔

ماہر کے علاوہ اُمید، فاخر، ذاخر، خورشید، حسین، مہدی نظمی اور ساحر کے کلام سے نادر و نایاب نمونوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں جاوید، شاعر، تاثیر اور افسر کے کلام میں بھی مختلف عناصرِ مرثیہ پر قابلِ لحاظ کوششیں موجود ہیں۔

آٹھ سو اکیاون صفحات پر مشتمل یہ ادبی کارنامہ جس کی انجام دہی تقریباً ڈیڑھ سو کتب، رسائل، مکتوبات اور قلمی نسخوں پر موقوف ہے، یادگار دستاویز ثابت ہوگا۔ سرورق پر غفران مآب کی تصویر نے اس کتاب کو جاذبِ نظر بنا دیا ہے۔ علاوہ ازیں شعراء کا تفصیلی تعارف اور ان کی تصویریں بھی اس کتاب کی اہمیت میں اضافہ کرتی ہیں۔ کاغذ عمدہ اور صاف ستھری طباعت سے آراستہ ہے، اغلاط شاذ و نادر ہی کہیں نظر آتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ محترم ساحر لکھنوی کو صحت و عافیت عطا کرے اور آثار و افکار اکادمی (پاکستان) کراچی کو مزید ترقی اور رونق سے ہمکنار کرے۔

☆ پروفیسر سیّد حسن عسکری کاظمی

مرثیہ نگاری میں خانوادۂ اجتہاد کے نامور شعراء کا تذکرہ پڑھتے اور مرثیہ نگاری سے ان شعراء کا والہانہ لگاؤ کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ لکھنؤ کے تہذیبی اور مذہبی ماحول کی نفاست اور پاکیزہ معاشرت میں صبح و شام زندگی بسر کرنے نیز صاحبانِ علم و فضل کی صحبت میں رہنے کا حاصل یہی تھا کہ ان مرثیہ گو شعراء نے مرثیے کے فروغ اور اپنی روایت سے وابستگی کو حرزِ جاں بنانے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیا، بلکہ دوسری اصنافِ نظم سے رسمی سا تعلق برقرار رکھا اور مرثیے کے فن کو اوڑھنا بچھونا بنا لیا۔ ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو ـــــ ماہر سے ساحر تک''، تحقیق پر مبنی ضخیم کتاب (قریباً 850 صفحات پر پھیلی ہوئی) جناب ساحر لکھنوی کا وہ علمی و ادبی کارنامہ ہے جو تاریخ مرثیہ گوئی کی انفرادیت کی آئینہ دار ہے۔

ساحر لکھنوی، جن کا اصل نام سیّد قائم مہدی نقوی اجتہادی ہے، نہایت وضع دار، خوش وضع، خوش اخلاق اور بلند پایہ مرثیہ نگار ہونے کے علاوہ تمام شعری اصناف میں درک رکھتے ہیں۔ ان کا تحقیق پر مبنی کام اس قدر جامع ہے کہ دیکھ کر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ساحر لکھنوی اس میدان کے ایسے شہسوار ہیں کہ ان کا اشہبِ قلم کہیں رکنے کا نام نہیں لیتا۔ انہوں نے مرثیہ قطب شاہ سے ساحر تک، فنِ تاریخ گوئی کا تنقیدی جائزہ اور یہ کتاب ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو'' لکھ کر بحیثیت محقق خود کو متعارف کروایا اور دوسری طرف آیاتِ درد، احساسِ غم، اور صحیفۂ مدحت جیسے مراثی اور قصائد نیز صنفِ سلام نگاری میں مقام پیدا کیا۔ ساحر لکھنوی نے آثار و افکار اکادمی پاکستان کی تشکیل کی اور علمی و ادبی کتابوں پر انعامات کا اجراء کیا اور اب تک ہر شعبۂ علم و ادب کی پذیرائی کے حوالے سے ہر سال تخلیقی اور تحقیقی کام کرنے والوں کی عزت افزائی کا صد قابلِ رشک فعال کردار ادا کرتے ہوئے عالمِ پیری میں جوانوں سے بڑھ کر ان کا سرگرم عمل نظر آنا کسی معجزے سے کم نہیں۔

ہمیں اس مختصر مضمون میں ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو — ماہر سے ساحر تک''، کا جائزہ لینا مقصود ہے۔ اس کتاب میں حسنِ ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے لکھنوی طرزِ احساس کو نمایاں کیا گیا ہے۔ مثلاً ہدیۂ انتساب سے آغاز کرتے ہوئے لکھتے ہیں — ''خاندانِ اجتہاد کے ان عظیم المرتبت شعراء کے نام جنہوں نے اپنی زندگی مدح و مصائبِ شہدائے کربلا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ذکر اور اس کی ترویج و اشاعت میں صرف کر دیں اور نہایت اعلیٰ پائے کے مرثیوں سے رثائی ادب کے طرۂ دستارِ فضیلت اور تاجِ سرافتخار کو ایسے جواہرِ فکر و فن اور بحرِ سخن کے گہر ہائے آبدار و درِ شہوار سے سجایا کہ نگاہیں چکا چوند ہو گئیں..... خدا رحمت کند آں شاعرانِ پاک طینت را''۔

جیسا کے عرض کیا گیا کہ ساحر لکھنوی وضع دار، سلیقہ شعار اور ہنر مند قلمکار ہیں، اس لیے وہ ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو'' میں شائستگی اور روایت پسندی سے گہرے شغف کا برملا اظہار ضروری خیال کرتے ہیں چنانچہ انتظامیہ آثار و افکار اکادمی (پاکستان) کراچی کی طرف سے وہ خط بھی اس کتاب میں شامل کیا گیا جس میں ساحر لکھنوی کے اس مقالے سے متعلق یہ تحریر پڑھنا ضروری ہے جس میں کہا گیا ہے کہ یہ مقالہ اس اعتبار سے بہت اہم ہے کہ رثائی ادب کے محققین نے اس موضوع پر کبھی کوئی کتاب نہیں لکھی اور کسی یونیورسٹی نے اس پر کوئی تحقیقی کام نہیں کروایا۔ اس طرح یہ ایک اچھوتا اور منفرد موضوع ہے جس پر ساحر صاحب نے بھرپور تحقیق کے ساتھ رثائی ادب کے شائقین سے علم و ادب کے اس عظیم خاندان کے عظیم مرثیہ گو شعرا کو متعارف کرا کے بے مثال خدمت انجام دی ہے۔

ساحر لکھنوی نے سپاسِ بے پایاں کے ذیل میں توفیقِ الٰہی پر شکرِ خداوندی اور احباب کی معاونت پر اظہارِ تشکر کیا۔ ان کی وضع داری کا یہ عالم ہے کہ فرماتے ہیں آلِ نبیؐ نے مجھ جیسے جہل مجسم کو حرف شناس کیا، میرے دستِ بے ہنر کو قلم عطا کیا اور مجھکو اس قابل کیا کہ میں ان کی مدح و منقبت کے گہر ہائے آبدار دامنِ قرطاس پر سجاؤں'' یہ مختصر اقتباس پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ساحر لکھنوی عجز و انکسار سے کام لینے کو فطرتِ ثانیہ بنا چکے ہیں حالانکہ ان کا ہمہ جہت مطالعہ اور تخلیق کی مختلف جہتیں ہمارے سامنے ہیں۔ خصوصاً مرثیے میں ان کا مقام جانا پہچانا ہے۔ ''اردو مرثیے کا سفر'' میں عاشور کاظمی نے پتے کی بات لکھی ہے کہ ساحر لکھنوی موضوعاتی مرثیہ کہنے والوں کی فہرست میں صفِ اوّل کے شاعر ہیں۔ ان

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے موضوعاتی مرثیوں کی فہرست خاصی طویل ہے کم وبیش ان کے سارے مرثیے اپنی اپنی جگہ قادرالکلامی کا مظہر ہیں۔ وہ مزید انکشاف کرتے ہوئے یہ بات ریکارڈ پر لا چکے ہیں کہ انہوں نے مرثیہ کی تاریخ کو آگے بڑھایا ہے اور خانوادۂ اجتہاد کے نام کو روشن رکھا ہے۔

ساحرؔ لکھنوی نے تحقیق کے نقطۂ نظر سے سوڈیڑھ سو کتابوں، ادبی رسالوں اور نادر مخطوطات کی چھان بین کی۔ یہ کام آسان نہیں، بلکہ جان جوکھوں کا کام ہے۔ تاکہ تحقیق میں کوئی سقم نہ رہ جائے، کتاب کے آخر میں حوالے حروفِ تہجی کی صورت میں اسمائے گرامی کی طویل فہرست اور صفحات کا اندراج یہ ظاہر کرتا ہے کہ ساحرؔ لکھنوی کسی پہلو کو تشنۂ اظہار نہیں رکھنا چاہتے تاکہ مستقبل میں ریسرچ کرنے والوں کے لیے آسانی رہے اور اس طرح الف سے ی تک ۳۳ صفحات پر مشتمل یہ اشاریہ ان کے کمالِ ژرف بینی کی دلیل ہے۔

خاندانِ اجتہاد کے نامور مرثیہ نگاروں کا یہ تنقیدی جائزہ ساحرؔ لکھنوی کی مرثیے کے ساتھ گہری دلچسپی کا ثبوت ہے۔ ''مرثیہ اور ساحرؔ'' کے عنوان سے ڈاکٹر شکیل نوازش رضا کا مضمون مختصر ہونے کے باوجود ساحرؔ لکھنوی کی تحقیقی ریاضت کا اعتراف ہے کہ انہوں نے تحقیق کرنے میں انتہائی محنت کی ہے اور مکمل طور پر ایک ماہر محقق کی طرح تمام شعراء کے متعلق اپنے انداز سے تنقید کی ہے۔ اگرچہ محققین کی تنقید بہت زیادہ وقیع اور پر اثر نہیں ہوتی لیکن ساحرؔ لکھنوی اچھے محقق کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ نقاد بھی ہیں۔

ساحرؔ لکھنوی نے خاندانِ اجتہاد کا تعارف بھرپور انداز میں پیش کیا۔ انہوں نے جناب غفران مآبؒ اور ان کی اولاد کی روحانی عظمت و بزرگی سے متعلق بہت سے واقعات رقم کر کے اُن کی کرامات بیان کیں۔ بہت سے شعراء کی نایاب تصاویر کمپیوٹر کے ذریعے درست کروائی گئیں اور سیّد محمد تقی نے اس سلسلے میں بہت کام کیا۔ حضرت ماہرؔ لکھنوی سے جناب ساحرؔ لکھنوی تک شعرائے خانوادۂ اجتہاد میں کیسے کیسے گہر ہائے آبدار دمک رہے ہیں کہ اس کتاب کو تاریخِ مرثیہ نگاری سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ عہدِ ماضی سے عہدِ موجود تک سبھی شعراء کے حالاتِ زندگی اور رنگِ کلام پر خوبصورت انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ انیسِ عصر حضرت مہدی نظمی اجتہادی لکھنوی (۱۹۸۷ ۔ ۱۹۲۳) کی رنگین تصویر کے نیچے ان کا شعر پڑھ کر ان کے اس دعوے کی تصدیق کی جا سکتی ہے کہ مرثیہ بھی صدرشکِ غزل ہو سکتا ہے۔

جو یہ کہے کہ کس طرح رشکِ غزل ہو مرثیہ؟
گفتہ نظمی ایک بار پڑھ کے اسے سنا کہ یوں

گویا مرزا غالبؔ کی مشکل ترین ردیف کو سامنے رکھ کر یہ غیر معمولی دعویٰ قاری کی دلچسپی اور اس کتاب کے مطالعے کی ترغیب کا سبب بن سکتا ہے۔ اس طرح تصاویر سے مزین یہ کتاب سیّد العلماء علامہ علی نقی مرحوم سابق پروفیسر علی گڑھ یونیورسٹی اور ڈاکٹر سیّد کلبِ صادق معروف دانشور کے ہمراہ ساحرؔ لکھنوی کی رفاقت کا حسین مرقع ہے۔ یہ تخلیقی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور تحقیقی کارنامہ خود ساحرؔ لکھنوی کی مرثیہ نگاری سے متعارف ہونے کا وسیلہ بھی ہے اور ان کی ''متروکہ صنف'' یعنی جمالِ غزل کا حوالہ بھی ہے۔ اس مختصر جائزے کا خاتمہ ان کی غزل کے چند اشعار پر کرتے ہوئے ساحرؔ لکھنوی کو شاعرِ غزل ثابت کرنا ہرگز پیشِ نظر نہیں۔

میں خشک آنکھوں کو پُر نم کر رہا ہوں
چراغوں میں اُجالے بھر رہا ہوں
کسی کے دل میں گھر کرنا نہ آیا
میں ساری زندگی بے گھر رہا ہوں

جو تیر آئے وہ افلاک کی کماں سے نہ تھے
ہمیں زمین سے شکوے تھے، آسماں سے نہ تھے
میں جب کسی کے تصور محل میں رہتا تھا
مکاں کسی کے بھی اچھے میرے مکاں سے نہ تھے

ہم اس طرح سے تمناؤں کے سفر میں رہے
کہ گھر میں رہتے ہوئے بھی نہ اپنے گھر میں رہے
یہ عدل ہے کہ رہے تیغ دستِ منصف میں
یہ ظلم ہے کہ قلم دستِ بے ہنر میں رہے

☆ ڈاکٹر شکیل نوازش رضا

ایک مرثیہ گو شاعر کا ایک تاریخی اور تحقیقی کتاب ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو'' کا تصنیف کرنا راقم الحروف کے خیال میں ایک بہت بڑا کارنامہ ہے اور یہ کارنامہ ساحرؔ لکھنوی نے انجام دیا ہے۔ یہ کتاب خاندانِ اجتہاد کے بیس اہم شعراء پر مشتمل ہے۔ ساحرؔ لکھنوی نے ڈاکٹر صفدر حسین کا حوالہ دیتے ہوئے یہ تحریر کیا ہے کہ قصرِ رثا کے چار ستون ہیں اور وہ ہیں خاندانِ انیسؔ، خاندانِ دبیرؔ، خاندانِ عشقؔ اور خاندانِ اجتہاد۔ باقی حضرات بیرونی کہلاتے ہیں۔ میں باقی حضرات کو بیرونی تو نہیں سمجھتا لیکن یہ بات بالکل درست ہے کہ اردو مرثیے کی عمارت انہی چار ستونوں پر رکھی ہوئی ہے۔ خاندانِ انیسؔ، دبیرؔ اور میر عشقؔ پر کافی حد تک تحقیق ہوئی ہے لیکن خاندانِ اجتہاد کے مرثیہ گو شعراء پر راقم الحروف کی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نظروں سے کوئی کتاب نہیں گزری۔ اس طرح ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو'' ساحرؔ لکھنوی کی پہلی تحقیقی تصنیف ہے جس میں انہوں نے نہ صرف خاندانِ اجتہاد کا مفصل تعارف پیش کیا ہے بلکہ اس خاندان کے مرثیہ گو شعراء پر ایک جامع تبصرہ بھی تحریر فرمایا ہے۔

''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو'' ایک ایسی تصنیف ہے جس میں نہ صرف اس خاندان کے شعراء کا تعارف پیش کیا گیا ہے بلکہ ان کے مرثیوں کے طویل اقتباسات بھی شامل کیے ہیں جن کا مطالعہ کر کے کوئی بھی ان شعراء کے مرثیوں کے معیار کو پرکھ سکتا ہے اور یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ بعض شعراء تو انیسؔ اور دبیرؔ کے ہم پلہ ہیں اور انہیں کسی بھی صورت سے کمتر نہیں قرار دیا جا سکتا۔ میں یہاں مثالوں سے گریز کر رہا ہوں اس لیے کہ مضمون طویل نہ ہو جائے۔ ان مرثیوں میں اس دور کے مرثیوں کی طرح تخیل کی بلندی، مرقع نگاری، مضمون آفرینی، منظر نگاری، فصاحت و بلاغت، روزمرہ، تغزل، محاکات، انفرادیت، نئے تشابیہ و استعارات، زبان اور بیان پر مکمل عبور، بے ساختگی، رشتوں اور ان کے جذبات کا انتہائی مؤثر ذکر اور ہندوستانی عناصر کی موجودگی پائی جاتی ہے۔ ساحرؔ لکھنوی نے تحقیق کرنے پر انتہائی محنت کی ہے اور مکمل طور پر ایک ماہر محقق کی طرح تمام شعراء کے متعلق اپنے انداز سے تنقید بھی کی ہے۔ اگرچہ محققین کی تنقید بہت زیادہ وقیع اور پُر اثر نہیں ہوتی لیکن ساحرؔ لکھنوی کے یہاں یہ خوبی موجود ہے کہ وہ اچھے محقق کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ نقاد بھی ہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ ان کی تنقید کا انداز قدیم اور روایت پسند نقادوں جیسا ہے۔ میں اس کتاب کے عنوان سے اتفاق نہیں کرتا۔ میرا خیال ہے اس کتاب کا عنوان ''خانوادۂ اجتہاد کے شعراء'' ہونا چاہیے تھا کیونکہ اس تصنیف میں تقریباً تمام شعراء کے مختلف اصنافِ سخن میں دلچسپی رکھنے کا ذکر کیا گیا ہے اور مرثیہ گوئی کے ساتھ ساتھ یہ تمام شعراء دوسری اصناف میں بھی درک رکھتے تھے اور ان میں سے بعض بہترین قصیدہ گو، غزل گو، منقبت نگار اور نعت گو بھی تھے۔

میں نے اس کتاب کو پہلی بار دیکھنے کے بعد محترم ساحرؔ لکھنوی سے عرض کیا تھا اور وہ یہ کہ ''ساحرؔ لکھنوی چاہے مرثیہ گو شاعر کی حیثیت سے اس درجے پر نہ پہنچ سکیں جو ان کا حق ہے لیکن ان کو یہ تصنیف بلاشبہ دنیائے ادب میں محققین اور مؤرخین میں انہیں ایک بلند مرتبے پر فائز کرے گی اور ان کو ہمیشہ زندہ رکھنے کے لیے ان کی یہ تصنیف کافی ہے''۔

حسینؑ سب کے ہیں لیکن حسینؑ کا ہے کون؟
بس ایک ہم ہیں کہ حق کی قسم حسینؑ کے ہیں
حسینیت کا تقاضا تو یہ ہے دنیا سے
ہر ایک قوم پکارے کہ ہم حسینؑ کے ہیں

﴿حضرت ساحرؔ لکھنوی﴾

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جائے۔ اُس وقت لاہور میں سیّد افسر عباس زیدی مرحوم کا طوطی بولتا تھا۔ جن لوگوں کو میں نے اس تحریک کی غرض و غائیت اور افادیت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی، ناکام رہی۔ صرف علامہ سہیل بنارسی نے مختصر مراثی کہے جو کتابی شکل میں منظرِ عام پر بھی آئے۔ سیّد افسر عباس زیدی مرحوم نے ہاشمی صاحب کی شدید مخالفت کی۔ اُس زمانے میں ڈاکٹر مسعود رضا خاکی، اثرؔ ترابی، امانت بخاری، سیّد ظہور حیدر ظہورؔ جارچوی لاہور کے رثائی منظر نامے میں چھائے ہوئے تھے۔ ظہورؔ جارچوی نے فرمایا عمرانی تو توپا گل ہے اور ہاشمی سے بھی دو ہاتھ آگے۔

ہاشمی صاحب کی تحریک کے زیرِ اثر کچھ مرثیہ نگاروں نے مرثیے کے روایتی عناصر کو نکال باہر کیا اور موضوعاتی مسدسوں کو مرثیے کے طور رائج کرنے کی زبردست کوشش کی، مگر چونکہ یہ کوشش مرثیے میں سے رثائیت نکالنے کے لیے تھی، اس لیے بارآور نہ ہو سکی۔ عزائے امامِ مظلومؑ چونکہ دعائے زہراؑ کا ثمر ہے، اس لیے دعائے زہراؑ کے اثر کے سامنے کسی کی پھونکیں کیا اثر دکھا سکتی ہیں۔

حضرت ساحرؔ لکھنوی سے مختصر مرثیہ کے مؤیّدوں کو گلہ رہا کہ وہ بہت طویل لکھتے ہیں۔ ساقی نامہ، گھوڑے اور تلوار کی تعریف اور رزم آرائیوں کا یہ کونسا زمانہ ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ میر انیسؒ کا زمانہ گھڑ سواری اور تلوار کے جوہر سیکھنے اور دکھانے کا زمانہ تھا۔ یہ جواہر اشرافیہ کی پہچان تھے۔ جب ایسے لوگ شاعری سے وابستہ ہو گئے، جو ان فنون سے واقف نہ تھے، تو انہوں نے اپنی خفت مٹانے کے لیے مرثیے سے گھوڑے اور تلوار کی تعریف کو نکالنے پر اصرار کیا، کیونکہ وہ بہادری کے ان استعاروں سے واقفیت ہی نہیں رکھتے تھے۔ مگر حضرت ساحرؔ لکھنوی چونکہ لکھنؤ کی اشرافیہ سے تعلق رکھتے ہیں، اس لیے انہوں نے اپنے مرثیوں میں روایتی اجزاء و عناصر کو نہیں چھوڑا، اور مرثیے کو میر انیسؒ و میر دبیرؒ کے معینہ معیار سے گرنے نہیں دیا۔ رہا طوالتِ مضمون کا شکوہ، تو یہ شکوہ وہ کرتے ہیں جو کوتاہ علمی کا شکار ہیں۔ جو بتصدقِ چہاردہ معصومینؑ فراوانیٔ علم و فہم سے مالا مال ہوں، وہ اس وقت تک علمی موشگافیوں میں مصروف رہتے ہیں جب تک عام قاری کو اپنا ہمنوا نہ بنا لیں۔ بقول عبدالصمد صارم ایک مفکر اپنی تقریر میں اپنی فکر کو دائروں کی شکل میں پھیلاتا ہے۔ سب سے پہلے بڑا دائرہ لگاتا ہے جو صرف اونچی فکر کے سامعین کو اپنے اندر لے پاتا ہے۔ پھر وہ اس دائرے کو چھوٹا کرتے کرتے اتنا چھوٹا کر دیتا ہے کہ مجمع میں آخری سامع تک کو اپنی فکر کا اسیر بنا لیتا ہے۔ حضرت ساحرؔ لکھنوی بھی چونکہ ایک مفکر شاعر ہیں، اس لیے وہ بھی اپنی فکر کو اپنے مراثی میں عبدالصمد صارم کے فارمولے کے تحت پھیلاتے ہیں۔ اس پھیلاؤ میں طوالت لازمی امر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جو فکر مرثیے میں دینا چاہتے ہیں، وہ ایک عام فہم و فراست کے انسان تک بآسانی پہنچ جاتی ہے۔ ساحرؔ لکھنوی چونکہ ایک وکیل بھی ہیں، اس لیے وہ اپنی فکر کو اس استدلالی انداز میں پھیلاتے ہیں کہ ان کا سامع قائل ہوئے بنا نہیں رہتا۔ مثلاً وہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ شہادت کیا ہے؟ اس تصور کو کس انداز میں سمجھاتے ہیں، وہ ان کا مرثیہ ''گواہی'' پڑھ کر ہی اندازہ ہوتا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہے۔آیئے،آپ بھی ان کی فنی،فکری اوراستدلالی قوت کے مظاہر دیکھیں۔فرماتے ہیں۔

نظامِ عدل نے ، دینی ہو وہ کہ دنیاوی   گواہیوں ہی پر انصاف کی بناء رکھی
ثبوتِ دعویٰ کو لازم ہے شاہدِ عینی   سنی سنائی پہ کرتا نہیں یقین کوئی
یہی ہے ضابطہ قانون میں شہادت کا
یہی اُصول ہے اللہ کی شریعت کا

ہے جیسے ہم کو یہ لازم کہ جب کریں دعوا   گواہ پیش کریں اور ثبوت دیں اس کا
اسی طرح سے اگر یہ سوال ہو پیدا   وجودِ خالقِ کونین کی دلیل ہے کیا
گواہ چاہیئے ہیں شانِ کبریائی پر
ثبوت چاہیئے ہے دعوائے خدائی پر

حسینؑ شاہدِ عادل تھے ذاتِ خالق پر   یزید منکرِ شانِ خدا تھا سر تا سر
فسانہ اس کے لیئے تھی حقیقتِ داور   تھا زعم اس کو فقط اقتدارِ دنیا پر
ہمیشہ نشۂ طاقت میں چور رہتا تھا
خدا کے دین کو دنیا کا ڈھونگ کہتا تھا

جو موجِ مئے سے اٹھا اس کی فکر کا دھارا   خدا کے سامنے خم ٹھونک کے وہ للکارا
تھا اس کے وقت میں اسلام اتنا بے چارا   کسی نے سامنے ظالم کے دم نہیں مارا
تھا کون سانپ کے پھن پر جو ہاتھ رکھ دیتا
سر اپنا خنجرِ قاتل کے ساتھ رکھ دیتا

بس اِک حسینؑ تھے خالق کی عظمتوں کے گواہ   امینِ وحیٔ خدا کی صداقتوں کے گواہ
کل انبیائے سلف کی شہادتوں کے گواہ   زمین پر ان کی خدائی نیابتوں کے گواہ
جو اس مقدمہ میں حق نے ان سے چاہی تھی
خدا کے حق میں وہ سب سے بڑی گواہی تھی

مقابلہ پہ خدا کے اب آ گیا جو یزید   کیا غرور حکومت میں اس نے بے تمہید
خدا کی ذات کا انکار ، دین کی تردید   تو اب حسینؑ خدا پر ہوئے گواہ و شہید
سر اپنا دے کے ضمیرِ بشر جھنجھوڑ دیا
انا کا زعم ، شہی کا غرور توڑ دیا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حسینؑ مصلحتِ وقت کے تقاضے سے مدینہ چھوڑ کے مکے میں آئے حج کے لیئے
یہاں کرائے کے قاتل یزید نے بھیجے کہ بس حسینؑ کو چپکے سے قتل کروا دے

وہ چھپنا چاہتا تھا پردۂ سیاست میں
یہ کھینچ لائے اسے اِک کھلی عدالت میں

یہ وہ عدالتِ عالی تھی بینِ ارض و سما تھا منصفوں میں جہاں وقت کا بس اِک لحا
مقدّمہ جو سرِ کربلا یہ پیش ہوا تھا اِک فریق یزید اور اِک فریق خدا

حسینؑ مدعی منجانبِ الٰہ ہوئے
بہتّر اہلِ شرف آپ کے گواہ ہوئے

وہ جن کے نام تھے فہرست میں گواہوں کی حق آشنا و صداقت شعار تھے وہ سبھی
بلند شک سے تھی ان کی بلند کرداری ہر ایک آئینۂ اعتبارِ سبطِ نبیؐ

وہ حق شناس کہ قانون احترام کرے
وہ عدل خو کہ عدالت انہیں سلام کرے

اِدھر یہ منتخبِ روزگار ، اہلِ شرف اُدھر یزید کے ہمراہ اہلِ ساغر و دف
وہ ننگِ آدم و عالم ، یہ افتخارِ سلف وہ سب یزید کے حامی ، یہ سب خدا کی طرف

یہ وہ کہ عدل شہادت پہ انحصار کرے
وہ وہ کہ کوئی بھی منصف نہ اعتبار کرے

ہر ایک قطرۂ خوں ہو جہاں پہ حق کا گواہ جہاں پہ بہرِ تقیہ بھی خامشی ہو گناہ
اُدھر ہو قتل پہ مائل فریقِ کفر پناہ اِدھر زباں پہ رہے لا اِلٰہ اِلا اللہ

نہیں یہ عام گواہی ، یہ حق پہ حجت ہے
صحیح معنوں میں یہ منزلِ شہادت ہے

میں نے حضرت ساحؔر لکھنوی کے مراثی میں ایک ایسی خوبی دیکھی ہے، جس کا احساس شاید انہیں خود بھی نہ ہوا ہو۔ ان کے مراثی کے مختلف بندوں کے بیت اگر الگ کر کے اکٹھے کئے جائیں تو وہ ایک مربوط سلام کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اسے کہتے ہیں شاعرانہ چابکدستی اور دو آتشہ کلام۔ آیئے آپ کو ان کا یہ جوہر دکھائیں۔ یہ چند بیت ہم نے ان کے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مرثیہ ''عروسیٔ کربلا'' سے چُنے ہیں۔

اِک ایسا درد کا موسم جو یاد آتا ہے
خیال عالمِ کرب و بلا دکھاتا ہے

کس اشتیاق سے مقتل کو جا رہے تھے وہ لوگ
خود اپنا جشنِ شہادت منا رہے تھے وہ لوگ

تمہاری اتنی ہی یہ زندگی بہت ہے مجھے
امامِ وقت سے شرمندگی بہت ہے مجھے

مگر امامؑ پہ صدقے اتر تو سکتے ہو
کسی سے لڑ نہیں سکتے تو مر تو سکتے ہو

کب اس غلام نے رشتے وفا کے توڑے ہیں
نہ جانے کتنی دفعہ جا کے ہاتھ جوڑے ہیں

ہوئے یہ خوش کہ گلے سے لگا لیا مجھ کو
مگر وہ اِذن ، وہ پھر بھی نہیں دیا مجھ کو

جو زخمِ تن سے نہ ٹپکے تو پھر لہو کیا ہے
مہک اٹھے نہ جو مقتل تو اس کی بُو کیا ہے

وہ ان کا دَر ہے مقدر جہاں سنورتے ہیں
ہیں خود شجاع ، شجاعوں کی قدر کرتے ہیں

سجا کے رکھا ہے ماں نے سب اسلحہ میرا
سحر سے کرتی ہیں صیقل وہ نیچہ میرا

بس اب حضورؑ ! نہ اماں کو دل ملول کریں
سمجھ کے بیوہ کا ہدیہ ، مجھے قبول کریں

صغیر ہو گا شہیدِ ستم ، یہ ہے کہ نہیں
نہیں ہے سن مرا اصغرؑ سے کم ، یہ ہے کہ نہیں

وہ سرخرو ہو زمانے میں اپنی جاں دے کر
میں گھر میں بیٹھا رہوں ، عذرِ کم سنی لے کر

حساب اس کا میں روزِ حساب کیا دوں گا
میں اپنے بھائی کو آخر جواب کیا دوں گا

کہیں پدر سے نہ میں شرمسار ہو جاؤں
یہ حکم ہے کہ چچا پر نثار ہو جاؤں

وہ جس کی مجھ کو وصیت تھی ، اب وہ کام بھی ہو
ہجومِ درد میں شادی کا اہتمام بھی ہو

نظر میں ان کی جو شادی کی دھوم دھام سی ہے
سمجھ رہے ہیں یہ شادی بھی کوئی عام سی ہے

پھر اس پہ یہ کہ میسر نہیں کہیں پانی
ضرورتوں کے لیے بوند بھر نہیں پانی

بنی جلے ہوئے خیموں میں جان کھوتی تھی
بنے کی لاش پہ مقتل میں موت روتی تھی

عجب خوشی تھی کہ اِک بار مسکرا نہ سکے
دلہن کے چہرے سے گھونگھٹ بھی تو اٹھا نہ سکے

اس امتحاں کو یہ شادی بہت ضروری تھی
نہیں تو منزلِ کرب و بلا ادھوری تھی

تھا اطمینان عجب ابتلاء کے دن ان کو
جبھی تو حق نے کہا ''نفسِ مطمئن'' ان کو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کلیم کی سورۃ الزلزال میں موجود ہے۔ مزید آں صحائفِ آئمہ دوازدہ علیہم السلام مصحفِ فاطمہؑ و جفرِ جامع وصحفِ انبیاء علیہم السلام جن کی مسلسل حفاظت ہو رہی ہے یتیمانِ آلِ محمدؐ اپنے ورثہ میں پائیں گے اور خلقِ خدا کو علوم و معارف سے فیضیاب کریں گے۔ زمین اپنے رب کے نور سے روشن و منور ہو جائے گی۔

نظریاتی آزادی کا استحقاق ہر شخص کو ہے اور اس میں شک نہیں کہ مضمون نویس کے لیے تنقید سے بچنا محال ہوتا ہے بنا برایں ہم انتہائی احتیاط سے کام لیتے ہوئے دو اقتباسات ہدیۂ قارئین کرنے پہ اکتفا کرتے ہیں:

اہلِ تسنّن کے نامور جید عالم علامہ جلال الدین سیوطی رقمطراز ہیں:

''حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی تفسیرِ قرآن بہت زیادہ ہے، جس کو ہم نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ چند اقوال بطورِ نمونہ درج کرتے ہیں:

ابنِ سعد سے روایت ہے کہ آپ (علیؑ) نے فرمایا: ''واللہ! مجھے ہر ایک آیت کا شانِ نزول اور کہاں نازل ہوئی اور کس کے حق میں نازل ہوئی سب کچھ معلوم ہے۔ میرے رب نے مجھے قلب اور عقل اور زبانِ ناطق عطا فرمائی ہے''، اور ابنِ سعد وغیرہ نے ابوطفیل سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ''جس کسی کو قرآن شریف کے متعلق پوچھنا ہو وہ مجھ سے پوچھ لے کیونکہ کوئی آیت ایسی نہیں جو مجھے معلوم نہ ہو کہ یہ دن میں نازل ہوئی یا رات میں نازل ہوئی''۔ ابنِ ابی داؤد محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق سے بیعت کرنے میں ذرا دیر کی، حضرت ابوبکر آپؓ (علیؑ) سے ملے اور آپ سے کہا: ''تم کو میری بیعت کرنے میں کچھ تامّل ہے؟'' آپؓ نے کہا: ''نہیں! مگر میں نے اس بات کی قسم کھائی ہے کہ میں اس وقت تک اپنی چادر سوائے نماز کے نہیں اوڑھونگا جب تک میں قرآن شریف کو جمع نہ کرلوں''۔ چنانچہ لوگوں کا گمان ہے کہ آپ نے قرآن شریف اسی ترتیب سے جمع کیا تھا جس طرح کہ نازل ہوا تھا۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ اگر وہ قرآن شریف ہم تک پہنچتا تو علم کا ایک بڑا ذخیرہ ہوتا'' [۸] (سیوطی کی کتاب کا اقتباس ختم ہوا)

عصرِ حاضر میں ایک کتاب 'رسمِ عثمانی' کے نام سے شیخ زاید اسلامک سنٹر، لاہور نے شائع کی ہے۔ کتاب مذکورہ کے نفسِ مضمون کے مطابق رسمِ عثمانی سے مراد قرآن کا وہ نسخہ ہے جو کہ اس وقت اہلِ اسلام کے پاس موجود ہے۔ کتاب رسمِ عثمانی کے حرفِ آغاز کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

''سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں قرآن حکیم کے نبیِ کریمؐ کی وحیٔ الٰہی کی روشنی میں تعلیم کردہ طریقۂ تعلیم کے مطابق اور سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تیار کردہ نسخۂ قرآنی کی روشنی میں متعدد نسخے تیار کروائے اور جن میں ایک نسخہ اپنے پاس رکھا باقی سلطنت کے مختلف حصوں میں بھیجے گئے، چنانچہ

Contact: jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس انتظام کے باعث رسمِ قرآنی 'رسمِ عثمانی' کے نام سے معروف ہوا''۔ ۹

کتابِ مذکورہ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا کہ 'رسمِ عثمانی' یعنی حضرت عثمان کا ترتیب دیا ہوا منتخب قرآنی نسخہ ہے اور اس نسخہ کے بارے میں عصرِ قدیم اور عصرِ جدید کے اکثر علماء نے موافقت کی، لیکن مختلف مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے بعض علماء نے مخالفت بھی کی ہے۔ مخالفین میں سے فقط ایک اثناء عشری کا ذکر ہم مناسب سمجھتے ہیں جو کہ ہمارے مقصد کی وضاحت کے لیے کفایت کرتا ہے۔ دیگر اہلِ تسنن علمائے تحقیق کی رائے معلوم کرنے کے لیے کتاب مذکورہ کی طرف رجوع فرمائیں۔ رسمِ عثمانی کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''ان علیاً جمع القرآن ..... فلما فتحه ابو بکر، خرج فی أول صفحة فتحها فضائح القوم، فوثب عمر، و قال : یا علی! اراده، فلا حاجة لنافیه، و تقول القصة : ان عمر دبّر فی قتل علی، علی ید خالد بن ولید، و ان علیاً قال لعمر لما سالته احضار مصحفه: ان القرآن الذی عندی لا یمسه الا المطهرون والأوصیاء من وُلدی، فقال عمر: فهل وقت لاظهاره معلوم ؟ قال علی : نعم، اذا قام القائم من وُلدی یُظهره، و یحمل الناس علیه، فتجری السنة به''

''یعنی حضرت علی [رضی اللہ عنہ] نے قرآن جمع کیا ہوا تھا..... جب ابوبکر [رضی اللہ عنہ] نے اس کا پہلا صفحہ کھولا تو اس میں چند لوگوں کی برائیوں کا ذکر تھا۔ عمر [رضی اللہ عنہ] اچھلے اور کہا: اے علی [رضی اللہ عنہ] اس کو لوٹا دے، ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ قصہ سے ظاہر ہوا کہ حضرت عمر [رضی اللہ عنہ] نے حضرت خالد بن ولید [رضی اللہ عنہ] کے ہاتھ پر قتلِ علی [رضی اللہ عنہ] کی تدبیر کی۔ حضرت علی [رضی اللہ عنہ] نے حضرت عمر [رضی اللہ عنہ] کے مصحف کے بارے میں سوال کرنے پر کہا تھا کہ میرے قرآن کو صرف پاک لوگ چھو سکتے ہیں اور اس کے وارث میری اولاد میں سے ہوں گے۔ حضرت عمر [رضی اللہ عنہ] نے کہا کہ کیا اس مصحف کے بارے میں ظاہر ہونے کا وقت معلوم ہے؟ تو حضرت علی [رضی اللہ عنہ] نے کہا کہ ہاں، میری اولاد میں سے ایک فرد اٹھے گا اور لوگوں کو اس پہ جمع کرے گا اور لوگوں کی زبانوں پر وہ کلام جاری ہو جائے گا''۔

اس روایت کی بنیاد حضرت علی کرم اللہ وجہ' کی طرف منسوب وہ روایت ہے جس کو ابنِ ابی داؤد نے بھی المصاحف میں نقل کیا ہے:

لما توفی النبیؐ اقسم علی ان لا یرتدی برداء الا لجمعة حتی یجمع القرآن فی مصحف [کتاب المصاحف، صفحہ 14]

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

''رسولؐ اللہ کی وفات کے وقت حضرت علیؑ نے قسم کھائی کہ وہ جمعہ کے علاوہ اپنی چادر نہیں اوڑھیں گے یہاں تک کہ انہوں نے قرآن کو ایک مصحف میں جمع کر دیا''۔

یہ روایت تین طریق سے مروی ہے: اوّل عن طریق ابنِ سیرین؛ دوم عن ابی حیاۃ التوحید؛ سوم عن ابی الضریس'' [۱۰]

خزائنِ علومِ جفریہ

زہری کہتا ہے: عبدالملک نے مجھے حجاز سے شام میں طلب کیا کہ اس سے ملاقات کروں۔ چنانچہ دورانِ سفر جب سرزمینِ بلقاء پہنچا تو وہاں ایک سیاہ پہاڑ نظر آیا جس پہ چند الفاظ منقش تھے۔ غور سے دیکھا عبارت کا مفہوم نہ سمجھ سکا کہ یہ کیا لکھا ہے۔ حیران تھا کہ کونسی لغت کی تحریر ہے۔ بلقاء کے علاقہ میں ایک قریبی قصبہ میں گیا۔ وہاں ایک شخص سے ملاقات ہوئی۔ اس سے کہا کہ میں نے کوہِ سیاہ کے گواستان کے قریب ایک چٹان پہ ایک نوشتہ دیکھا ہے لغت و مفہوم سمجھنے سے قاصر ہوں، کیا آپ پڑھ کر بتا سکتے ہیں کہ کیا لکھا ہے؟ اس نے ایک مردِ کہنہ سال کی جانب نشاندھی کرتے ہوئے کہا کہ جو آپ نے دیکھا ہے اس بارے میں ان کی خدمت میں گزارش کریں۔ پس میں نے مردِ پیر کی خدمت میں مدعا بیان کیا تو انہوں نے کہا: وسیلہ مہیا کرو تا کہ سوار ہو کر تمہارے ہمراہ قصبہ سے باہر جاؤں۔ میں نے شتر پہ پسِ پشت بٹھا لیا اور جبلِ سیاہ کے قریب آ گئے۔ قبل ازیں میں نے قلم دوات اور سفید کاغذ اپنے پاس رکھ لیے تھے۔ بزرگوار نے منقش عبارت کو پڑھا اور کہنے لگے اس میں تعجب کی کونسی بات ہے یہ عبرانی لغت میں نوشتہ ہے ابھی اسے فصیح و روشن عربی زبان میں تبدیل کرتا ہوں، یعنی **بسم اللہ الرحمن الرحیم، لا الہ الا اللہ محمدٌ رسول اللہ علیٌ ولی اللہ**۔ موسیٰؑ بن عمران نے اپنے ہاتھ سے خود لکھا''۔ [۱۱]

مستدرک الوسائل، کتاب القضاء و بحار الانوار، جلد اوّل و غوالی الئالی میں روایت ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا: ''علماء کے منہ سے نکلی ہوئی باتوں کو لے لو اس لیے کہ وہ صاحبانِ کتب ہیں اور کتب کا مطالعہ عقل و بصیرت کو کمزور نہیں ہونے دیتا''۔ سبب اس کا یہ ہے کہ اگر یادداشت کو برقرار رکھنے کے لیے فہمِ انسانی پہ ہی قناعت کی جائے تو چونکہ ذہن میں پہلے سے ہی مجرد الفاظ و نقوش بہت سے موجود ہوتے ہیں، لہٰذا شنیدہ کلام ان میں خلط ہو جاتا ہے اور خطا کا احتمال رہتا ہے اور قول کے صحیح ہونے پہ اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

افادیتِ کتب کی ایک مثال یوں ہے کہ اگر کوئی علم العلاج کی تحصیل کا خواہشمند ہو تو وہ سفر اختیار کر کے ماہرِ طب کے پاس جائے گا اور اس استادِ کامل کی رہنمائی میں طبی کتب سے استفادہ کرے گا، اور ''عبقات الانوار'' میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے سے کہا: میں پا پیادہ ہزار فرسخ کا فاصلہ طے کر کے تحصیلِ علم کی خاطر ایک مدرسہ میں گیا اخذِ علوم میں بھی مدت طویل ہو گئی لیکن میری ہمت پست نہیں ہوئی جس کا سبب یہ ہے کہ کتب کے مطالعہ نے میرا حوصلہ بلند رکھا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: ''شر الامور یہ ہے کہ سنی سنائی باتوں پہ یقین کیا جائے جس کا ذکر کسی کتاب میں نہ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہو''، اور کتاب مخلاق میں شیخ بہائی کا قول ہے کہ ''خیر الامور وہ ہے جس کا بطریقِ تحریر ثبوت ملتا ہے اور شر الامور وہ ہے جو محض شنیدہ ہے یا ذاتی اختراع ہے''۔ مزید یہ ہے کہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جمعِ کتب میں نفعِ عظیم ہے۔ محمد بن مسعود عیاشی سمرقندی عمومی مذہب رکھتا تھا لیکن اکثر احادیث سنا کرتا تھا۔ جب اس کے باپ کا انتقال ہوا تو اسے ترکہ پدر سے تین ہزار اشرفیاں ملیں۔ یہ رقم اس نے احادیث کو کتابوں میں محفوظ کرنے میں صرف کی اور مسلکِ شیعہ اختیار کر لیا۔ سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ کے پاس اسّی ہزار کتب تھیں اور بقول صاحب بن عباد یہ کتب سات سو شتر کا بار تھا۔ علاوہ ازیں قاضی شیبانی کا کتب خانہ ایک لاکھ چالیس ہزار کتب پہ مشتمل تھا۔ ابنِ عقدہ و واقدی کے قول کے مطابق شتر ہائے بسیار کا بار تھا۔ شیخ بہائی مخلاق میں فرماتے ہیں کہ ابوبکر خوارزمی جب کہ وہ نزع کی حالت میں تھا، سے پوچھا گیا کہ کوئی خواہش ہو تو بیان کرو تو اس نے کہا: 'النظر فی حواشی الکتب'؛ یعنی حواشیٔ کتب پہ نگاہ ڈالنا چاہتا ہوں۔ ایک انصاری نے رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: یا رسولؐ اللہ! میں آپؐ سے احادیث سنتا ہوں لیکن انہیں حفظ نہیں کر پاتا، تو آنحضرتؐ نے فرمایا: جو سنتے ہو اسے تحریر کر لیا کرو۔''

آثار و افکار اکادمی کی منفرد سعیٔ بلیغ

آپ نے علم، کتب اور صاحبانِ علم کی قدر و منزلت در بارۂ معصومینؑ ملاحظہ فرمائی۔ ہم زمانۂ غیبتِ امامؑ میں رہ رہے ہیں۔ بظاہر علم و صاحبانِ علم کی قدر افزائی کرنے والا امامؑ نظر نہیں آ رہا، مگر امامِ زمانہؑ کبھی بھی مومنین کے کسی مسئلے سے بے خبر نہیں ہوتے، اس لیے انہوں نے ہر زمانے میں کسی نہ کسی فرد یا ادارے کی ڈیوٹی لگا رکھی ہے کہ وہ صاحبانِ علم کی نگارشات کی پذیرائی کرتا رہے۔ لاہور میں ایک ایسا ادارہ ''حلقۂ اربابِ فکر و نظر پاکستان'' ہے، اور کراچی میں ''آثار و افکار اکادمی پاکستان''۔

فی الوقت ہمیں آثار و افکار اکادمی (پاکستان) کراچی پر بات کرنی ہے۔ یہ ادارہ خانوادۂ اجتہاد کے فردِ فرید سیّد قائم مہدی ساحر لکھنوی کی تحریک پر 1997ء میں وجود میں آیا۔ جناب ساحر لکھنوی نے یہ تحریک ماہنامہ ''خیر العمل'' لاہور (جو اب حلقۂ اربابِ فکر و نظر کے زیرِ اہتمام شائع ہو رہا ہے) میں مفکرِ اسلام ڈاکٹر عسکری بن احمد مدظلہ العالی کے ایک اداریے سے پائی، جس میں ڈاکٹر صاحب نے ملتِ شیعہ خیر البریہؑ کے اربابِ حل و عقد کی توجہ اس جانب دلائی تھی کہ ہمارے مصنفین و مؤلفین کی پذیرائی کے لیے اپنا ادارہ ہونا چاہیے تاکہ انہیں حکومتِ وقت سے پذیرائی کی توقع نہ ہو۔ ڈاکٹر صاحب کی اپیل کی وجہ مولانا طالب کرپالوی شہیدؒ کی کتاب سیرت النبیؐ کی حکومتی مقابلۂ کتب سے بایں وجہ اخراج تھا کہ اُس میں نگہبانِ رسالتؐ شیخ البطحاء حضرت ابوطالب عمرانؑ بن عبدالمطلبؑ کے اسمِ گرامی پر ''علیہ السلام'' لکھا تھا۔

جناب ساحر لکھنوی نے اپنے خانوادہ کی روایات کے عین مطابق اس اہم قومی مسئلہ کے حل کے لیے اُدباء، شعراء اور دانشوروں میں اپنے ہم خیال تلاش کر کے علم و صاحبانِ علم کے آثار و افکار کی قدر افزائی و پذیرائی کے لیے ''آثار و افکار اکادمی (پاکستان)'' کی بنیاد مارچ 1997ء میں رکھی۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خصوصی اعزازات پر بھی ایک ہزار روپے فی کتاب پیش کرنا شروع کر دیئے اور اب اس خصوصی انعام کی تعداد تین سے بڑھا کر چھ تک کر دی گئی ہے۔

۴۔ چھ سال پیشتر اکادمی نے شاعری کی بہترین کتاب پر بیرونِ ملک مقیم پاکستانی شعراء کے لیے ''حُسنِ سخن'' ایوارڈ جاری کیا، جو نشانِ اعزاز پر مشتمل ہے۔

۵۔ پانچ سال پہلے اکادمی نے ''حُسنِ سخن'' ایوارڈ پاکستان میں مقیم شعراء کے لیے بھی جاری کر دیا جو اڑھائی ہزار روپے نقد اور نشانِ اعزاز پر مشتمل ہے۔

۶۔ پانچ سال پیشتر اکادمی نے مرحوم شعراء کے مجموعوں کی بہترین ترتیب اور تدوین کے لیے بھی ایوارڈ جاری کیا جو فی الحال ایک ہزار روپے نقد انعام اور نشانِ اعزاز پر مشتمل ہے۔

۷۔ ۲۰۰۶ء کے مقابلوں میں ادبی کتابیں بھی معقول تعداد میں موصول ہوئیں، اس لیے اکادمی نے دینی اور ادبی کتابوں کے شعبے الگ الگ کر دیئے اور انعام کی رقم میں بھی اضافہ کر کے دونوں شعبوں میں تقسیم کر دی۔

۸۔ ۱۴۲۰ھ سے اکادمی نے بزرگ اہلِ علم و اہلِ قلم کے اعترافِ علمی و ادبی خدمات کے لیے بھی ایوارڈ کا اجراء کیا جو نشانِ اعزاز کے علاوہ دس ہزار روپے نقد انعام پر مشتمل ہے۔ اب تک تیرہ علمی و ادبی شخصیات کو یہ ایوارڈ پیش کیے جا چکے ہیں۔

۹۔ پانچ سال پیشتر اکادمی نے ان اداروں اور افراد کے لیے ''اعترافِ تعاونِ خصوصی'' کے ایوارڈ کا بھی اجراء کیا جو اکادمی سے خصوصی تعاون کرتے ہیں۔ اس ایوارڈ کے ساتھ کوئی نقد انعامی رقم نہیں ہے اس لیے کہ اعترافِ تعاون پر نقد رقم انعام میں دینا بظاہر اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے۔

۱۰۔ گزشتہ چھ سال سے اکادمی نے ان جرائد کے لیے ''خوب سے خوب تر'' ایوارڈ کا بھی اجراء کیا ہے جو اپنے جرائد کو صوری اور معنوی حیثیت سے ترقی دے رہے ہیں۔ اس ایوارڈ میں نشانِ اعزاز کے ساتھ فی الحال اڑھائی ہزار روپے کی نقد رقم بھی شامل کی گئی ہے۔ ایک سے زائد انعام کے مستحقین ہوں تو دو ہزار روپے فی ایوارڈ پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۱۔ ۲۰۰۳ء میں خدا کے فضل سے ہمارے مؤقر جریدے ''خیر العمل'' لاہور نے اپنے پچیس سالہ دورِ اشاعت کی تکمیل پر سلور جوبلی منائی، تو اکادمی نے اسے ہدیۂ تبریک و تہنیت کے ساتھ نشانِ اعزاز اور اڑھائی ہزار روپے کی نقد رقم پیش کی۔

۲۰۱۰ء میں پندرہ روزہ ''ذوالفقار'' پشاور نے ماشاء اللہ اشاعت کے چالیس سال کامیابی سے مکمل کر لیے۔ اکادمی نے اسے ہدیۂ تبریک و تہنیت کے ساتھ تین ہزار روپے کا نقد انعام اور نشانِ اعزاز پیش کیا۔

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱۲۔ مولائے علمؑ کے صدقے میں اللہ کے فضل و کرم سے اکادمی نے ۲۰۰۴ء میں تین نئے ایوارڈز کا اجراء کیا۔ ان میں سے ایک ''باب العلم ایوارڈ'' ہے جو ملک بھر میں میٹرک کے کسی بھی شعبے یعنی سائنس، کامرس اور آرٹس وغیرہ میں ملتِ جعفریہ کے اس طالب علم یا طالبہ کو دیا جاتا ہے جس نے متعلقہ تعلیمی بورڈ میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کرکے پہلی پوزیشن حاصل کی ہو۔ یہ ایوارڈ بچوں میں زیادہ محنت اور شوق سے تعلیم حاصل کرنے کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے جاری کیا گیا ہے۔ اس کی انعامی رقم دس ہزار روپے ہے۔ نشانِ اعزاز بھی پیش کیا جاتا ہے۔ ۲۰۰۶ء میں خدا کے فضل و کرم سے اکادمی نے ''باب العلم ایوارڈ نمبر۲'' کا اجراء کردیا جو ''O'' لیول، ''A'' لیول میں بہترین نتائج حاصل کرنے والے طلباء کے لیے ہے۔ ۲۰۰۷ء میں خدا کے فضل اور مولائے علمؑ کی عنایت سے اکادمی نے اس کی انعامی رقم دس ہزار سے بڑھا کر بارہ ہزار روپے کردی ہے۔ ۲۰۰۸ء میں اکادمی نے میٹرک میں دوسری پوزیشن کے لیے بھی ''باب العلم ایوارڈ'' جاری کردیا، جس کی انعامی رقم پانچ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز ہے۔

۱۳۔ ۲۰۰۴ء میں ایک ایوارڈ بہترین درسگاہ کے لیے شروع کیا گیا جو صرف نشانِ اعزاز پر مشتمل ہے۔

۱۴۔ ۲۰۰۳ء سے ایک ایوارڈ بچوں کے ادب پر دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ کتابوں کے مقابلہ میں یہ الگ شعبہ ہے۔ اس کی انعامی رقم پانچ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز ہے۔

۱۵۔ ۲۰۰۳ء سے مرحوم صحافیوں کو اعترافِ خدماتِ صحافت کے طور پر ایوارڈ پیش کیے جارہے ہیں۔

۱۶۔ ۲۰۰۴ء سے اکادمی فعال صحافیوں کو بھی ایوارڈ پیش کررہی ہے جو فی الحال اڑھائی ہزار روپے نقد انعام اور نشانِ اعزاز پر مشتمل ہے۔ صحافتی خدمات کے ایوارڈ کو اکادمی نے 2010ء سے اردو صحافت کے پہلے شہید مولوی محمد باقر صاحب مجتہد شہید کے نام سے موسوم کردیا ہے جس کی انعامی رقم اڑھائی ہزار روپے اس وقت ان کی یادگار جناب محترم ڈاکٹر آغا سلمان باقر صاحب، لاہور نے اپنی جیبِ خاص سے دینے کا آغاز کردیا ہے۔

۱۷۔ اکادمی نے اخبارات و جرائد کے لیے ''تعاونِ خصوصی ایوارڈ'' کا بھی اجراء کیا ہے جو فی الحال دو ہزار سے اڑھائی ہزار روپے تک نقد اور نشانِ اعزاز پر مشتمل ہے۔

۱۸۔ ۲۰۰۵ء سے اکادمی نے ''اتحاد بین المسلمین ٹرافی'' کے نام سے بھی ایوارڈ جاری کیا ہے جو صرف نشانِ اعزاز پر مشتمل ہے۔

اکادمی سے انعام و اعزاز یافتگان:

یوں تو اکادمی 1998ء سے تقسیمِ انعامات و اعزازات میں سرگرمِ عمل ہے، مگر ہم 2004ء سے 2010ء تک اکادمی کی طرف سے میٹرک کے امتحان میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کرکے امتحانی بورڈ میں پہلی پوزیشن پہ آکر ''باب العلم ایوارڈ'' حاصل کرنے والے طالب علم یا طالبہ؛ انعامی مقابلۂ کتب میں کامیاب ہونے والے اہلِ قلم؛ ملت کے جرائد و

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱۱	جناب مولانا محسن مظفر نقوی (کراچی)	امام جعفر صادقؑ اور انکا عہد	۱۴۲۱ھ	اوّل انعام پندرہ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۲	جناب مولانا حسن ظفر نقوی (کراچی)	نشانِ راہ	۱۴۲۱ھ	دوم انعام ساڑھے سات ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۳	جناب اشتیاق حسین تقوی (کراچی)	صحیفۂ معرفت	۱۴۲۱ھ	سوم انعام چار ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۴	جناب اختر ہاشمی (کراچی)	حرفِ مدحت	۱۴۲۱ھ	خصوصی نشانِ اعزاز
۱۵	محترمہ صباحت زہرا زیدی (کراچی)	معلم کے فرائض	۱۴۲۱ھ	خصوصی نشانِ اعزاز
۱۶	جناب مراد علی جعفری (کراچی)	اوراقِ کربلا	۱۴۲۱ھ	خصوصی نشانِ اعزاز
۱۷	جناب شاہد علی نقوی (کراچی)	عزاداری	۱۴۲۲ھ	اوّل انعام مشترکہ ساڑھے سات ہزار روپے
۱۸	جناب علامہ عبد الحسن مبین سرحدی (فیصل آباد)	سیرتِ بتولؑ	۱۴۲۲ھ	اوّل انعام مشترکہ ساڑھے سات ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۹	جناب ذاکر حسین درانی (کوئٹہ)	فلسفۂ ولایت اور اقبال	۱۴۲۲ھ	مشترکہ دوم انعام، چار ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۲۰	جناب نشاط واسطی (لاہور)	نشاطِ مودّت	۱۴۲۲ھ	مشترکہ دوم انعام، چار ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۲۱	جناب حمید کوثری (پشاور)	افکارِ کوثری	۱۴۲۲ھ	مشترکہ سوم انعام، دو ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۲۲	جناب اشتیاق حسین تقوی (کراچی)	صحیفۂ مناقب	۱۴۲۲ھ	مشترکہ سوم انعام، دو ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۲۳	جناب عین الرضا (کراچی)	نقوشِ عظمت	۱۴۲۲ھ	مشترکہ سوم انعام، دو ہزار روپے اور نشانِ اعزاز

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۲۴	جناب مولانا سیّد حسن ظفر نقوی (کراچی)	حسینیت آزمائش کے میدان میں	۱۴۲۲ھ	خصوصی نشانِ اعزاز
۲۵	جناب سیّد کلب ارتضٰی نقوی (کراچی)	افکارِ عقیدت	۱۴۲۲ھ	خصوصی نشانِ اعزاز
۲۶	جناب نیساںؔ اکبرآبادی (راولپنڈی)	مولا علیؑ تاریخ کے آئینہ میں	۱۴۲۲ھ	خصوصی نشانِ اعزاز
۲۷	جناب حسین الامینی (منڈی بہاء الدین)	شیعیت کا مقدمہ	۱۴۲۳ھ	اوّل انعام پندرہ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۲۸	جناب ڈاکٹر امام علی بیگ افسرؔ (حیدرآباد)	سندھ اور اہلِ بیتؑ	۱۴۲۳ھ	دوم انعام ساڑھے سات ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۲۹	محترمہ ذکیہ بیگم زار نقوی صاحبہ (کراچی)	من و قرآن	۱۴۲۳ھ	سوم انعام مشترکہ اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۳۰	جناب غلام محمد گوہر (لاہور)	عصمتِ رسالتؐ اور سنت پر اختلاف	۱۴۲۳ھ	سوم انعام مشترکہ اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۳۱	جناب پروفیسر قیصر نجفی (کراچی)	رب آشنا	۱۴۲۳ھ	خصوصی انعام ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۳۲	جناب ڈاکٹر حسن رضوی (لاہور)	عقیدتیں	۱۴۲۳ھ	خصوصی انعام ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۳۳	جناب سہیل شاہ (کراچی)	سفینۂ کوثر	۱۴۲۳ھ	خصوصی انعام ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۳۴	جناب مولانا سیّد محمد نقوی النجفی اور جناب سیّد علی نقوی (کراچی)	تفسیر الخمسہ	۱۴۲۴ھ	اوّل انعام پندرہ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۳۵	جناب آلِ محمد رزمی (کراچی)	سرِ وادیٔ طیبہ	۱۴۲۴ھ	دوم انعام ساڑھے سات ہزار روپے اور نشانِ اعزاز

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۶۰	جناب پروفیسر ڈاکٹر سیّد مشتاق حسین (کراچی)	بون سائی سازی	۲۰۰۵ء	خصوصی انعام سائنسی ادب ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۶۱	جناب مولانا محمد حسین بہشتی (مشہد، ایران)	اہلِ بیت علیہم السلام	۲۰۰۵ء	خصوصی انعام بیرونِ ملک پاکستانی اہلِ قلم نشانِ اعزاز
۶۲	جناب ڈاکٹر سبطِ اصغر نقوی (کینیڈا)	ذکر العالمین	۲۰۰۵ء	خصوصی انعام بیرونِ ملک پاکستانی اہلِ قلم نشانِ اعزاز
۶۳	محترمہ دُرِ شہوار احمد زئی (کوئٹہ)	امام حسینؑ کی زندگی	۲۰۰۵ء	اتحادِ بین المسلمین ٹرافی نشانِ اعزاز
۶۴	محترمہ نویدہ صاحبہ (پشاور)	ڈاکٹر شمس الدین صدیقی	۲۰۰۵ء	اتحادِ بین المسلمین ٹرافی نشانِ اعزاز
۶۵	جناب مولانا حسن رضا غدیری (لاہور)	المیزان	۲۰۰۶ء	اوّل انعام (دینی) مشترکہ سات ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۶۶	جناب علامہ محمد عون نقوی (کراچی)	عرفانِ حج	۲۰۰۶ء	اوّل انعام (دینی) مشترکہ سات ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۶۷	جناب پروفیسر حسن عسکری کاظمی (لاہور)	حرفِ ہنر	۲۰۰۶ء	اوّل انعام (ادبی) مشترکہ پانچ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۶۸	محترمہ سیّدہ عابدہ نرجس نقوی صاحبہ (لاہور)	کچے دھاگے	۲۰۰۶ء	اوّل انعام (افسانوی ادب) مشترکہ سات ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۶۹	جناب ڈاکٹر سیّد ناصر زیدی (اسلام آباد)	دلائلِ وجودِ باری تعالیٰ	۲۰۰۶ء	دوم انعام (دینی) اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۷۰	جناب قلبِ حسین وڑائچ (گجرات)	انسان اور حقیقت	۲۰۰۶ء	خصوصی انعام (ادبی) ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۷۱	جناب ثاقب اکبر (اسلام آباد)	''جماعتِ اسلامی'' — ایک حاصلِ مطالعہ	۲۰۰۶ء	خصوصی انعام (دینی، ادبی) ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۷۲	جناب طاہر ناصر علی (لاہور)	کربلا سفر میں ہے	۲۰۰۶ء	خصوصی انعام (رثائی و منقبتی ادب) ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۷۳	جناب آباد محمد نقوی زائر (کراچی)	میرا اثاثہ	۲۰۰۶ء	خصوصی انعام (رثائی و منقبتی ادب) ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۷۴	جناب حسین الامینی (منڈی بہاء الدین)	توحید نہج البلاغہ کی روشنی میں	۲۰۰۶ء	خصوصی انعام (دینی) ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۷۵	جناب جمال نقوی (کراچی)	ترقی پسند تحریک ادب اور سجاد ظہیر	۲۰۰۶ء	خصوصی انعام (ادبی) ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۷۶	جناب علامہ سیّد محمد عون نقوی (کراچی)	عرفانِ قرآن	۲۰۰۷ء	اوّل انعام (دینی) ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۷۷	محترمہ عابدہ نرجس صاحبہ (لاہور)	ترے ہجر کا ڈوبا چاند	۲۰۰۷ء	اوّل انعام (افسانوی ادب) سات ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۷۸	جناب شمیم رجز (امریکہ)	نجاتِ انس و جان	۲۰۰۷ء	اوّل انعام (رثائی و منقبتی ادب) صرف نشانِ اعزاز
۷۹	جناب علامہ شہنشاہ حسین نقوی (کراچی)	تہذیبِ زندگی	۲۰۰۷ء	دوم انعام (دینی ادب) پانچ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۸۰	ڈاکٹر شبیہ الحسن (لاہور)	قیصر بارہوی کے مرثیے	۲۰۰۷ء	دوم انعام (رثائی و منقبتی ادب) تین ہزار روپے اور نشانِ اعزاز

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۸۱	جناب کلبِ ارتضیٰ نقوی (کراچی)	افکارِ حقیقت	۲۰۰۷ء	دوم انعام (ادبی) تین ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۸۲	جناب آلِ محمد رزمی (کراچی)	ہنگورجہ سے حجاز تک	۲۰۰۷ء	سوم انعام (دینی) اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۸۳	جناب سیّد سلمان رضوی (اسلام آباد)	غم کی روشنی	۲۰۰۷ء	سوم انعام (رثائی و منقبتی ادب) دو ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۸۴	جناب پروفیسر حسن عسکری کاظمی (لاہور)	ریزۂ خواب	۲۰۰۷ء	سوم انعام (ادبی) اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۸۵	جناب قاسم علی نقوی البھاکری (سیالکوٹ)	شانِ اہلِ بیتؑ و علم الاعداد	۲۰۰۷ء	خصوصی انعام (دینی) ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۸۶	جناب ڈاکٹر مزمل حسین نقوی (کراچی)	آخری تاجدارِ امامتؑ	۲۰۰۷ء	خصوصی انعام (دینی) ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۸۷	جناب مہتاب حسین زیدی (لاہور)	شانِ مجالس	۲۰۰۷ء	خصوصی انعام (دینی) ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۸۸	جناب علی سجاد نقوی (لاہور)	انتظارِ امامِ زمانہؑ	۲۰۰۷ء	خصوصی انعام (دینی) صرف نشانِ اعزاز
۸۹	جناب نجف علی ساغر نقوی (کراچی)	سفیرِ غم	۲۰۰۷ء	خصوصی انعام (رثائی و منقبتی ادب) ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۹۰	جناب سبطِ احمد رضوی (کراچی)	شعورِ حیات اور تلقینِ میت کا سائنسی جواز	۲۰۰۸ء	اوّل انعام مشترکہ (دینی ادب) ساڑھے سات ہزار روپے اور نشانِ اعزاز

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۹۱	جناب علاّمہ عبدالحفیظ پہنور (سندھ)	معرفتِ حق	۲۰۰۸ء	اوّل انعام مشترکہ (دینی ادب) ساڑھے سات ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۹۲	محترمہ سیّدہ عابدہ نرجس نقوی (لاہور)	کہو مجھ سے محبت ہے	۲۰۰۸ء	اوّل انعام مشترکہ (افسانوی ادب) پانچ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۹۳	جناب پروفیسر حسین سحرؔ (ملتان)	پھلکاری	۲۰۰۸ء	اوّل انعام مشترکہ (مانی جائسی ٹرافی) (شاعری) چار ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۹۴	جناب پروفیسر حسن عسکری کاظمی (لاہور)	لہو بولتا ہے	۲۰۰۸ء	اوّل انعام مشترکہ (شاعری) ساڑھے تین ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۹۵	جناب تبسم نواز وڑائچ (سرگودھا)	الیس منکم رجل الرشید	۲۰۰۸ء	دوّم انعام مشترکہ (دینی کتب) پانچ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۹۶	جناب محمد ساجد رضا حیدری انجینئر (کراچی)	احادیثِ معصومینؑ	۲۰۰۸ء	دوّم انعام مشترکہ (دینی کتب) پانچ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۹۷	جناب ڈاکٹر شبیہ الحسن (لاہور)	حسن عسکری کاظمی کی تخلیقی جہتیں	۲۰۰۸ء	دوّم انعام (ادبی) تین ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۹۸	جناب آلِ محمد رزمی (کراچی)	یادیں ارضِ جمال کی	۲۰۰۸ء	خصوصی انعام بعد وفات (دینی ادب) نشانِ اعزاز
۹۹	جناب فیضیاب رضوی (کراچی)	بوستانِ معصومہؑ	۲۰۰۸ء	خصوصی انعام (دینی) ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز

Contact : jabir.abbas@yahoo.com	http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱۰۰	جناب سجاد شبیر رضوی (کراچی)	یادگار لمحات	۲۰۰۸ء	خصوصی انعام (ادبی) ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۰۱	جناب ڈاکٹر آغا سلمان باقر (لاہور)	دھماکہ ایک	۲۰۰۸ء	خصوصی انعام (ادبی) ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۰۲	جناب نقاش کاظمی (کراچی)	دامنِ گل	۲۰۰۸ء	خصوصی انعام (شاعری) ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۰۳	جناب کلبِ ارتضیٰ نقوی (کراچی)	اظہارِ حقیقت	۲۰۰۸ء	خصوصی انعام (شاعری) ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۰۴	جناب پروفیسر آصف پاشا صدیقی (کراچی)	نکتہ جہانبانی	۲۰۰۹ء	اوّل انعام مشترکہ (دینی ادب) سات ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۰۵	جناب حسن مرتضیٰ (کراچی)	شہدائے ملت جعفریہ کراچی	۲۰۰۹ء	اوّل انعام مشترکہ سات ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۰۶	جناب ثاقب اکبر (اسلام آباد)	چلو پھر ایران کو چلتے ہیں	۲۰۰۹ء	اوّل انعام (ادبی) پانچ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۰۷	جناب پروفیسر حسن عسکری کاظمی (لاہور)	حرفِ عقیدت	۲۰۰۹ء	اوّل انعام (دینی شاعری) چار ہزار روپے اور نشانِ اعزاز ''مانی جائسی ٹرافی''
۱۰۸	جناب پروفیسر خادم حسین سحر (ملتان)	شہرِ خواب	۲۰۰۹ء	اوّل انعام (ادبی شاعری) تین ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۰۹	باب العلم دار التحقیق (کراچی)	احکام النساء، (شیخ مفیدؒ)	۲۰۰۹ء	اوّل انعام (اشاعتِ آثار و افکارِ سلف) دو ہزار روپے اور نشانِ اعزاز

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱۱۰	ادارۂ تبلیغِ تعلیماتِ اسلامی (کراچی)	گواہِ رسالت	۲۰۰۹ء	دوم انعام (اشاعتِ آثار و افکارِ سلف) دینی، ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۱۱	جناب مولانا نذر الحسنین محمدی (کراچی)	ترجمہ تحف العقول	۲۰۰۹ء	دوم انعام چار ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۱۲	محترمہ زینب بتول صاحبہ (کراچی)	ترجمہ، میرِ کارواں	۲۰۰۹ء	دوم انعام (ادبی) تین ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۱۳	جناب ڈاکٹر شمیم رضا جعفری (کراچی)	متاعِ عقبیٰ	۲۰۰۹ء	دوم انعام (دینی شاعری) تین ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۱۴	جناب قائم نقوی (لاہور)	نطق	۲۰۰۹ء	دوم انعام (ادبی شاعری) اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۱۵	جناب قاسم علی نقوی البھاکری (سیالکوٹ)	قرآن زندہ معجزہ	۲۰۰۹ء	سوم انعام مشترکہ (دینی) اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۱۶	جناب ساجد رضا حیدری (کراچی)	قرآن اور اخلاق	۲۰۰۹ء	سوم انعام مشترکہ
۱۱۷	جناب ڈاکٹر شبیہ الحسن (لاہور)	ادبی چوپال	۲۰۰۹ء	سوم انعام (ادبی) دو ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۱۸	جناب ارتضیٰ جونپوری (کراچی)	خامۂ عقیدت	۲۰۰۹ء	سوم انعام (دینی شاعری) دو ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۱۹	جناب علامہ شیخ شبیر حسن میثمی (کراچی)	انسان پاک ہے	۲۰۰۹ء	خصوصی انعام (دینی) ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۲۰	آقائے شیخ محمد حسین بہشتی (مشہدِ مقدس، ایران)	گوشۂ معرفت اور معیارِ شناخت	۲۰۰۹ء	خصوصی انعام (ترجمہ و تلخیص) نشانِ اعزاز، بیرونِ ملک پاکستانی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱۲۱	جناب قلبِ حسین وزائچ (گجرات)	ادراک	۲۰۰۹ء	خصوصی انعام (ادبی) ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۲۲	جناب جمال نقوی (کراچی)	بلاوا	۲۰۰۹ء	خصوصی انعام (ادبی) ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۲۳	جناب علامہ احسن عمرانی (لاہور)	شاہِ شہیداں (مرثیہ)	۲۰۰۹ء	خصوصی انعام (دینی شاعری) ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز

IV۔ بہترین تحقیقی مقالہ

نمبر شمار	مصنف کا نام وسکونت	کتاب کا نام	سنِ اشاعت	انعام واعزاز
۱	ڈاکٹر شکیل نوازش رضا (کراچی)	سید احتشام حسین، فکر وفن	۲۰۰۵ء	نشانِ اعزاز

V۔ حُسنِ سخن ایوارڈ

نمبر شمار	مصنف شاعر کا نام وسکونت	کتاب کا نام	سنِ اشاعت	انعام واعزاز
۱	جناب باقر زیدی (امریکہ)	فراتِ سخن	۱۴۲۴ھ	نشانِ اعزاز (رثائی ادب)
۲	محترمہ پروین حیدر صاحبہ (کراچی)	حرف حرف آئینہ	۱۴۲۵ھ	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز (ادبی)
۳	جناب آصف رضا رضوی (کراچی)	قرطاسِ غم	۲۰۰۶ء	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز (رثائی منقبتی ادب)

VI۔ حُسنِ ترتیب وتدوین ایوارڈ

نمبر شمار	مؤلف کا نام وسکونت	کتاب کا نام	سنِ اشاعت	انعام واعزاز
۱	محترمہ کنیز زینب عابد نگین (کراچی)	شعورِ وفا (کلام سید علی حسنین شیدا)	۲۰۰۵ء	ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۲	جناب ڈاکٹر شبیہ الحسن (لاہور)	طاہرینؑ (کلام وحید الحسن ہاشمی)	۲۰۰۶ء	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۳	جناب جاوید منظر (کراچی)	رفیع نعتیں (کلام رفیع بدایونی مرحوم)	۲۰۰۸ء	ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۴	جناب طاہر نقوی (کراچی)	کوئی سنتا نہیں آواز (کلام ثامن نقوی مرحوم)	۲۰۰۸ء	ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز

VII۔ بچوں کا ادب

نمبر شمار	مصنف کا نام وسکونت	کتاب کا نام	سنِ اشاعت	انعام واعزاز
۱	محترمہ عابدہ نرجس صاحبہ (لاہور)	دنیا کے سب سے اچھے بابا	۲۰۰۳ء	اوّل انعام تین ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۲	محترمہ سیدہ ش حسن صاحبہ (کراچی) (مترجمہ)	صبحِ امید	۲۰۰۳ء	دوم انعام دو ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۳	محترمہ عابدہ نرجس (لاہور)	نہج البلاغہ ننھے منوں کے لیے	۲۰۰۵ء	اوّل انعام تین ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۴	جناب سجاد حسین مہدوی (کراچی) (مترجم)	داستانِ وحی (حصہ اوّل)	۲۰۰۵ء	دوم انعام دو ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۵	مرکزِ علم وعمل (کراچی)	بچوں کے ادب کی اشاعت	۲۰۰۵ء	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۶	محترمہ عابدہ نرجس نقوی صاحبہ (لاہور)	سقائے سکینہؑ عباسؑ علمدار	۲۰۰۶ء	اوّل انعام اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۷	جناب سجاد حسین مہدوی (کراچی) (مترجم)	باب الحوائجؑ	۲۰۰۶ء	دوم انعام ڈیڑھ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۸	محترمہ زینب بتول صاحبہ (کراچی) (مترجمہ)	مسافرِ طوس	۲۰۰۶ء	قدر افزائی ایوارڈ ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۹	محترمہ زینب بتول صاحبہ (کراچی) (مترجمہ)	اصحابِ عاشورہ	۲۰۰۷ء	اوّل انعام دو ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۰	جناب محترم سجاد حسین مہدوی (کراچی) (مترجم)	شہر اصول دین، شہر فروعِ دین	۲۰۰۸ء	اوّل انعام اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۱	مرکزِ علم و عمل (کراچی)	روشن ستارہ	۲۰۰۹ء	اوّل انعام دو ہزار روپے اور نشانِ اعزاز

VIII۔ اعترافِ علمی و ادبی خدمات ایوارڈ

نمبر شمار	علمی و ادبی شخصیت کا نام	سکونت	سن	انعام و اعزاز
۱	جناب مولانا سیّد محمد باقر شمس	کراچی	۲۰۰۱ء	دس ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۲	جناب یاور اعظمی	کراچی	۲۰۰۱ء	دس ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۳	جناب شاہد نقوی	کراچی	۲۰۰۲ء	دس ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۴	جناب مولانا سیّد رضی جعفر	کراچی	۲۰۰۳ء	دس ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۵	جناب ڈاکٹر آغا سہیل	کراچی	۲۰۰۲ء	دس ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۶	جناب اقبال کاظمی	کراچی	۲۰۰۲ء	نشانِ اعزاز
۷	جناب وحید الحسن ہاشمی	لاہور	۲۰۰۳ء	دس ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۸	جناب سیّد سلمان رضوی	اسلام آباد	۲۰۰۴ء	دس ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۹	جناب ظہور جارچوی	لاہور	۲۰۰۵ء	مشترکہ پانچ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۰	جناب نیساں اکبر آبادی	راولپنڈی	۲۰۰۵ء	مشترکہ پانچ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۱	جناب سیّد اخلاق حسین متقی الحسنی	لاہور	۲۰۰۶ء	مشترکہ پانچ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز

Contact: jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱۲	جناب کوثر الہ آبادی	کراچی	۲۰۰۶ء	مشترکہ پانچ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۳	جناب ڈاکٹر معراج نیر زیدی	لاہور	۲۰۰۷ء	دس ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۴	جناب پروفیسر سید محمد رضا زیدی	لاہور	۲۰۰۹ء	دس ہزار روپے اور نشانِ اعزاز

IX۔ اعترافِ خدمات ایوارڈ برائے ملی جرائد

نمبر شمار	جریدہ مع مقام اشاعت	مدیر اعلیٰ	سن اشاعت	انعام واعزاز
۱	ماہنامہ خیر العمل (لاہور)	ڈاکٹر عسکری بن احمد	۱۴۱۸ھ	پانچ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۲	ماہنامہ پیامِ عمل (لاہور)	جناب وحید الحسن ہاشمی	۱۴۱۹ھ	ساڑھے سات ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۳	ماہنامہ اصلاح (کراچی)	جناب آل محمد رزمی	۱۴۲۰ھ	پانچ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۴	ماہنامہ الغدیر (لاہور)	جناب دولت علی زیدی	۱۴۲۱ھ	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز مشترکہ
۵	ماہنامہ تنظیم الاسلام (لاہور)	جناب مظاہر حسین نقوی	۱۴۲۱ھ	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز مشترکہ
۶	ماہنامہ المنتظر (لاہور)	علامہ سید ریاض حسین نجفی	۱۴۲۲ھ	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز مشترکہ
۷	ماہنامہ خواجگان (لاہور)	جناب محمد تقی جاوا	۱۴۲۲ھ	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز مشترکہ
۸	ماہنامہ معصوم (اسلام آباد)	جناب غلام حسن نقوی	۱۴۲۳ھ	پانچ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۹	ماہنامہ پیامِ زینبؑ (ضلع میانوالی)	محترمہ وجیہہ زہرا نقوی	۱۴۲۳ھ	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۰	ماہنامہ طاہرہ (کراچی)	جناب حیدر عباس زیدی	۱۴۲۴ھ	پانچ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۱	ماہنامہ مصباح المومنین (فیصل آباد)	جناب فرخ اعوان ملک	۱۴۲۵ھ	پانچ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۱۲	ماہنامہ المہدیؑ (لاہور)	جناب حسنین رضا شیرازی	۱۴۲۶ھ	خصوصی انعام ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۳	ماہنامہ پیام (اسلام آباد)	جناب ثاقب اکبر	۲۰۰۶ء	پانچ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۴	سہ ماہی شعورِ عزاداری (اسلام آباد)	جناب م۔ت۔ جوادی	۲۰۰۶ء	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز (قدر افزائی ایوارڈ)
۱۵	ماہنامہ عالمی امامیہ میگزین (کراچی)	علامہ محمد عون نقوی	۲۰۰۷ء	ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز ـــــ خصوصی انعام
۱۶	ماہنامہ المنتظر (لاہور)	علامہ ریاض حسین نجفی	۲۰۰۷ء	ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز ـــــ خصوصی انعام
۱۷	ماہنامہ اصلاح (کراچی)	علامہ سیّد رضی جعفر نقوی	۲۰۰۷ء	ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز ـــــ خصوصی انعام
۱۸	ماہنامہ لسانِ صدق (اسلام آباد)	علامہ آغا سیّد محمد ابوالحسن الموسوی المشہدی	۲۰۰۸ء	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۱۹	ماہنامہ طاہرہ (کراچی)	علامہ حیدر عباس عابدی	۲۰۰۸ء	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۲۰	ماہنامہ بچوں کا طاہرہ (کراچی)	جناب سجاد حسین مہدوی	۲۰۰۷ء	دو ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۲۱	ماہنامہ تنظیم الاسلام (لاہور)	نواب مظاہر حسین نقوی	۲۰۰۸ء	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۲۲	ماہنامہ الغدیر (لاہور)	جناب دولت علی زیدی	۲۰۰۸ء	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۲۳	ماہنامہ بچوں کا طاہرہ (کراچی)	جناب سجاد حسین مہدوی	۲۰۰۸ء	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۲۴	ماہنامہ پیامِ زینبؑ (ضلع میانوالی)	محترمہ سیّدہ وجیہہ زہرا نقوی صاحبہ	۲۰۰۹ء	چار ہزار روپے اور نشانِ اعزاز

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۲۵	ماہنامہ ولایت (کراچی)	جناب عمار یاسر	۲۰۰۹ء	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۲۶	ماہنامہ بچوں کا طاہرہ (کراچی)	جناب سجاد حسین مہدوی	۲۰۰۹ء	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز

X۔ جشنِ سیمیں وزریں ایوارڈ

نمبر شمار	جریدہ مع مقام اشاعت	مدیر اعلیٰ	سنِ اشاعت	انعام واعزاز
۱	ماہنامہ خیر العمل (لاہور)	ڈاکٹر عسکری بن احمد	۱۴۲۴ھ	اڑھائی ہزار روپے اور تبریک وتہنیت ٹرافی (۲۵ سالہ تکمیلِ اشاعت پر)
۲	پندرہ روزہ ذوالفقار (پشاور)	جناب ریاض علی کوثری	۲۰۰۹ء	تین ہزار روپے اور تبریک وتہنیت ٹرافی (۴۰ سالہ تکمیلِ اشاعت پر)

XI۔ خوب سے خوب تر ایوارڈ

نمبر شمار	جریدہ مع مقام اشاعت	مدیر اعلیٰ	سنِ اشاعت	انعام واعزاز
۱	ماہنامہ پیامِ عمل (لاہور)	جناب وحید الحسن ہاشمی	۱۴۲۴ھ	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۲	ماہنامہ تنظیم الاسلام (لاہور)	جناب مظاہر حسین نقوی	۱۴۲۵ھ	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۳	ماہنامہ الغدیر (لاہور)	جناب دولت زیدی	۱۴۲۵ھ	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۴	ماہنامہ اصلاح (کراچی)	جناب آلِ محمد رزمی	۱۴۲۶ھ	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۵	ماہنامہ خیر العمل (لاہور)	جناب علی عمران رضوی	۲۰۰۷ء	دو ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۶	ماہنامہ خواجگان (لاہور)	جناب محمد تقی جاوا	۲۰۰۷ء	دو ہزار روپے اور نشانِ اعزاز

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۷	ماہنامہ المہدی (لاہور)	جناب حسنین رضا شیرازی	۲۰۰۸ء	دو ہزار روپے اور نشانِ اعزاز

XII۔ اعترافِ خدمات ایوارڈ برائے ملی اخبارات

نمبر شمار	اخبار کا نام مع مقام اشاعت	مدیر اعلیٰ	سنِ اشاعت	انعام و اعزاز
۱	ذوالفقار (پشاور)	جناب حمید کوثری	۱۴۲۰ھ	پانچ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۲	ذوالفقار (پشاور)	جناب حمید کوثری	۱۴۲۱ھ	پانچ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۳	افکارِ توحید (کراچی)	جناب مولانا محمد حسین مسعودی	۱۴۲۲ھ	پانچ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۴	افکارِ توحید (کراچی)	جناب مولانا محمد حسین مسعودی	۱۴۲۳ھ	تین ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۵	ذوالفقار (پشاور)	جناب حمید کوثری	۱۴۲۳ھ	تین ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۶	نوائے اسلام (کراچی)	جناب ایم ایچ جعفری	۱۴۲۴ھ	پانچ ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۷	افکارِ توحید (کراچی)	جناب مولانا محمد حسین مسعودی	۱۴۲۶ھ	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۸	ذوالفقار (پشاور)	محترم حمید کوثری	۱۴۲۶ھ	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۹	ذوالفقار (پشاور)	جناب ریاض علی کوثری	۲۰۰۷ء	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز (بہترین مدیرانہ کاوش)
۱۰	افکارِ توحید (کراچی)	جناب علامہ محمد حسین مسعودی	۲۰۰۷ء	ایک ہزار روپے اور نشانِ اعزاز

XIII۔ تعاون خصوصی ایوارڈ برائے اخبارات و جرائد

نمبر شمار	جریدہ مع مقام اشاعت	مدیر اعلیٰ	سن	انعام و اعزاز
۱	پندرہ روزہ ذوالفقار (پشاور)	جناب حمید کوثری	۱۴۲۵ھ	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۲	پندرہ روزہ ذوالفقار (پشاور)	جناب ریاض علی کوثری	۲۰۰۸ء	دو ہزار روپے اور نشانِ اعزاز

XIV۔ اعترافِ خدمات ایوارڈ برائے صحافت

نمبر شمار	نام صحافی	جریدہ / صحافتی تنظیم	سن	انعام و اعزاز
۱	جناب اشتیاق حسین تقوی مرحوم (کراچی)	بانی و مدیر اعلیٰ ماہنامہ ''الامیر'' کراچی	۲۰۰۳ء	نشانِ اعزاز بعد از وفات
۲	جناب سیّد سجاد شبیر رضوی (کراچی)	جنرل سیکریٹری پاکستان پبلشرز اینڈ جرنلسٹس فورم	۲۰۰۴ء	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۳	جناب حیدر عباس رضوی مرحوم (کراچی)	سابق صدر لاڑکانہ پریس کلب	۲۰۰۵ء	نشانِ اعزاز بعد از وفات
۴	علامہ شفیق رضوی مرحوم (کراچی)	سابق مدیر روزنامہ حریت	۲۰۰۵ء	نشانِ اعزاز بعد از وفات
۵	جناب حمید کوثری (پشاور)	پندرہ روزہ ذوالفقار، پشاور	۲۰۰۶ء	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۶	علامہ احسن عمرانی (لاہور)	ماہنامہ خیر العمل، لاہور	۲۰۰۸ء	اڑھائی ہزار روپے اور نشانِ اعزاز
۷	جناب راحت کاظمی شہید (خیر پور، سندھ)	سابق صدر پریس کلب خیر پور	۲۰۰۸ء	نشانِ اعزاز
۸	جناب آصف شاہ الحسینی (کراچی)	عالمی امامیہ میگزین	۲۰۰۹ء	اڑھائی ہزار روپے اور مولانا محمد باقر شہیدؒ ٹرافی

XV۔ تعاونِ خصوصی ایوارڈ

نمبر شمار	تعاون کرنے والے حضرات کا نام	مقام	سن	انعام و اعزاز
۱	جناب سیّد تنویر عباس	کراچی	۱۴۲۴ھ	نشانِ اعزاز
۲	جناب حسین انجم	کراچی	۱۴۲۴ھ	نشانِ اعزاز
۳	جناب ڈاکٹر سردار زیدی	کراچی	۲۰۰۷ء	نشانِ اعزاز
۴	جناب پروفیسر سیّد شرافت عباس	کراچی رکوئٹہ	۲۰۰۸ء	نشانِ اعزاز

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اکادمی سے کتابوں کی اشاعت:

سال 2000ء میں اکادمی کی طرف سے ایک اور کتاب ''یقینِ کامل'' کے نام سے شائع کی گئی جس کا مطالعہ ہر شیعہ مرد، عورت، جوان اور بزرگ کے لیے انتہائی ضروری اور مفید ہے۔ اس میں ہمارے ارکانِ عبادت اور عقائد پر مخالفین کی طرف سے جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کا جواب انہی کے بڑے بڑے علماء، مفسرین، محدثین اور مؤرخین کی کتابوں سے دیا گیا ہے جن کے مطالعہ کے بعد ہر شیعہ کو یہ یقینِ کامل حاصل ہو جائے گا کہ ہمارے ہی اعمال و ارکانِ عبادت و عقائد صحیح و درست ہیں۔ ہر مسئلہ پر بہت اختصار کے ساتھ بحث کی گئی ہے گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ اس کتاب کا ہر شیعہ گھر میں رہنا بہت ضروری ہے۔ یہ کتاب اور ''ایمانی شہ پارے'' بھی اب دستیاب نہیں۔ ان کی دوسری اشاعت اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کم سے کم پانچ سو کتابوں کی فروخت کا یقین نہ ہو جائے۔ اس لیے کہ مفت کتابیں تقسیم کرنا اکادمی کے لیے مزید ممکن نہیں ہے۔ ان دونوں کتابوں کی قیمت ساٹھ ساٹھ روپے تھی، مگر مجالس و محافل میں بطورِ تبرک تقسیم کرنے یا اعزاء و احباب کو تحفتاً پیش کرنے کے لیے کم سے کم دس کتابیں خریدنے پر صرف پینتیس روپے فی کتاب کے حساب سے قیمت لی جاتی تھی۔ اب یہ کتابیں شائع ہوں گی تو ان کی قیمت میں موجودہ گرانی کی وجہ سے پہلے سے زیادہ اضافہ ہو جائے گا لہٰذا اکادمی کی اس تحریک کو کامیاب بنائیے اور مجالس و محافل کے تبرک کے ساتھ اکادمی کی شائع کی ہوئی کتابیں رعایتی قیمت پر حاصل کر کے بطورِ تبرک محافل و مجالس میں پڑھے لکھے مومنین میں تقسیم کیا کیجئے۔ یہ فروغِ علم کا بہترین ذریعہ ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا تبرک ہے جو ثوابِ جاریہ کا سبب ہوگا۔ کتابیں اگر ڈاک سے منگوائی جائیں گی تو ڈاک کا خرچ حسبِ قاعدہ خریدار کے ذمہ ہوگا۔

مستقبل میں اکادمی کے عزائم:

بقولِ حضرت ساحرؔ لکھنوی:

''۱۔ ہماری خواہش اور عزم ہے کہ مسلسل جدوجہد سے اس اکادمی کو اتنا معتبر اور نامور بنا دیں اور شہرت کی ان بلندیوں تک پہنچا دیں کہ ملتِ جعفریہ کے صاحبانِ علم و اہلِ قلم حضرات خود اس کے انعامی مقابلوں اور دوسرے مفید اور تعمیری پروگراموں کا بے چینی سے انتظار کریں، ان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کریں اور اکادمی کی طرف سے ملنے والے انعامات و اعزازات پر فخر کیا کریں۔ یہی نہیں بلکہ اکادمی کی انعام یافتہ کتابوں کی بازار میں قدر بڑھ جائے اور مومنین میں ان کے مطالعہ کا اشتیاق پیدا ہو۔

۲۔ ہمارا ایک انتہائی اہم مقصد یہ تھا کہ ملتِ جعفریہ کے اہلِ قلم کی کتابوں کی اشاعت میں حسبِ ضرورت مالی مدد کیا کریں۔ اس کام کے لیے ہندوستان میں متعدد ادارے ہیں جن کی اعانت سے ان کے لیے بھی کتابوں کی اشاعت ممکن ہو گئی ہے جو مالی وسائل نہیں رکھتے۔ ان اداروں کی مدد سے وہاں کتابوں کی اشاعت بہت بڑھ گئی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ہے۔مگر بدقسمتی سے ہمارے یہاں سرکاری سطح تک بھی کوئی ایسا ادارہ نہیں ہے۔خصوصاً ملتِ جعفریہ کے اہلِ قلم اس سہولت سے بالکل محروم ہیں۔اس بنا پر ہم نے یہ عزم کیا تھا کہ اس بارے میں پہل کریں مگر قوم کی توجہ نہ ہونے کی وجہ سے اور فنڈ زمہیا نہ ہونے کے باعث اس عزم کو اب تک پورا نہیں کیا جا سکا۔بہر حال ہمارا ارادہ اپنی جگہ ہے۔کامیابی کا مدار قومی تعاون پر ہے۔''

ہماری دعا ہے کہ آثار و افکار اکادمی اسی طرح حضرت ساحؔر لکھنوی کی سرپرستی میں اہلِ علم و قلم کی پذیرائی کا حق ادا کرتی رہے۔یہ اکادمی یقیناً حضرت ساحؔر لکھنوی اور اُن کے ساتھیوں کی باقیات الصالحات میں سے ایک ہوگی۔

منابع و مآخذ

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف کا نام	صفحہ نمبر
۱۔	کبریتِ احمر،(بحوالہ کشکول،شیخ بہائی)	محمد باقر خراسانی	۱۲
۲۔	کنز الفوائد،جلد ا	محمد بن علی کراجکی المتوفی ۴۴۹ھ	۳۲۴
۳۔	القرآن،سورۃ الکہف،آیت ۸۲	اللہ تعالیٰ	
۴۔	کنز الفوائد،جلد ا،طبع ایران	محمد بن علی کراجکی	۸
۵۔	تفسیر جوامع الجامع،جلد ۴	فضل بن حسن طبرسی	۱۱
۶۔	حیات القلوب،جلد ا	محمد باقر مجلسیؒ	۴۸۳
۷۔	کنز الفوائد،جلد ا	محمد بن علی کراجکی	۸
۸۔	تاریخ الخلفاء،ترجمہ مسمّٰی بہ بیان الامراء،مطبوعہ کتب خانہ اشرفیہ،کراچی	جلال الدین سیوطی	۱۹۷
۹۔	رسمِ قرآنی ، مطبوعہ شیخ زاید اسلامک سنٹر ، پنجاب یونیورسٹی،لاہور	حافظ سمیع اللہ فراز	(xii)
۱۰۔	رسمِ قرآنی ، مطبوعہ شیخ زاید اسلامک سنٹر ، پنجاب یونیورسٹی،لاہور	حافظ سمیع اللہ فراز	۶۷۔۶۹
۱۱۔	کنز الفوائد،جلد ا،طبع ایران	محمد بن علی کراجکی	۳۸۲
۱۲۔	کبریتِ احمر،طبع ایران	محمد باقر خراسانی	11

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مکالمہ
جدید مرثیہ ، قدیم مرثیے کی عظمت کو چھو بھی نہیں سکتا

حضرت ساحر لکھنوی سے اختر سعیدی کا خصوصی انٹرویو

حضرت ساحر لکھنوی کا شمار پاکستان کے اُن معتبر اور ممتاز شعراء میں ہوتا ہے جنہوں نے اردو مرثیے کی روایت کو زندہ رکھا ہوا ہے۔ ان کا تعلق برصغیر کے علمی و ادبی خاندان ''خانوادۂ اجتہاد'' لکھنؤ سے ہے۔ ان کا تنقیدی اور تحقیقی مقالہ ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو'' (ماہر سے ساحر تک) ایک اہم علمی و ادبی کارنامہ ہے جو تاریخِ ادب میں اُن کو زندہ رکھنے کے لیے کافی ہے۔

حضرت ساحر لکھنوی کا شاعرانہ مرتبہ، اپنی جگہ؛ ان کا تحقیقی کام، مسلّم، لیکن ان کی انسان نوازی بھی اپنی مثال آپ ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ وہ اپنی ذات میں ایک تہذیبی ادارہ ہیں۔ انہوں نے نسیم امروہوی، مولانا باقر شمس لکھنوی، مولانا دلاور حسین اور فضل نقوی جیسی نابغۂ روزگار شخصیات سے استفادہ کیا۔ آج وہ خود درجۂ استادی پر فائز ہیں۔

عموماً شعراء ادبی سفر کا آغاز غزل سے کرتے ہیں، لیکن انہوں نے ابتداء ہی سلام گوئی سے کی۔ انہوں نے پہلا مرثیہ ''قطب شاہ سے ساحر تک'' 1975ء میں لکھا جو 1977ء میں شائع ہوا۔ انہوں نے کُل 20 مرثیے تخلیق کیے۔ 1978ء کے بعد علالت کے باعث وہ یہ سلسلہ جاری نہ رکھ سکے۔ انہوں نے بتایا کہ ''سید آلِ رضا نے بھی پوری زندگی میں صرف 19 مرثیے کہے۔ تعدادِ بند کے اعتبار سے میرے 20 مرثیے بیش تر جدید مرثیہ نگاروں کے 40/35 مرثیوں کے برابر ہیں''۔

حضرت ساحر لکھنوی سے ہم نے گزشتہ دنوں ایک تفصیلی ملاقات کی۔ اس دوران ہونے والی گفتگو نذرِ قارئین ہے:

سوال: آپ کی علمی و ادبی نشو و نما میں کن عناصر نے بنیادی کردار ادا کیا؟

جواب: میرا تعلق برصغیر کے معزز اور ذی شرف علمی و ادبی خاندان، خانوادۂ اجتہاد، لکھنؤ سے ہے۔ علم و ادب کے ساتھ روحانی عظمتوں میں بھی ایسا صاحبِ عز و شرف خاندان ہے، جس کا مثل برصغیر میں تو کیا عراق و ایران میں بھی کم کم ملے گا۔ میرے گھر میں علم و ادب اور شعر و سخن کا چرچا عام تھا۔ میرے جدِ امجد نواب مولوی سیّد صغیر حسین فاخر کا شمار اساتذہ میں ہوتا تھا۔ مرثیہ اور غزل دونوں کے شاعر تھے۔ بڑی تعداد میں مرثیے کہے۔ پانچ دیوان غزلوں کے شائع ہوئے۔ ایک قلمی دیوان میرے پاس محفوظ ہے۔ حیرت کی بات ہے آج کل پڑھے لکھے حضرات بھی ہر مجموعۂ کلام کو دیوان کہہ دیتے ہیں اور جس کا ایک مجموعہ کسی بھی صنفِ سخن میں چھپ جائے اُسے 'صاحبِ دیوان'

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کہتے ہیں۔ 'دیوان' اُس مجموعۂ کلام کو کہا جاتا ہے جس میں الف سے یا تک سارے حروفِ تہجی کو قافیہ یا ردیف بنا کر غزلیں یا سلام کہے جائیں۔ ان میں ثقیل ہندی حروف اور اردو میں کم استعمال ہونے والے عربی حروف مثلاً ٹ، ڈ، ڑ، ث، ص وغیرہ کو بھی قافیہ یا ردیف کے طور پر استعمال کرنا ضروری ہوتا تھا۔ یہ تو جملۂ معترضہ آ گیا۔ حضرت فاخر کے مشاعرے تاریخِ ادب کا ایک حصہ ہیں۔ حضرت فاخر کے کئی سو شاگرد تھے۔ میرے والدِ گرامی نواب مولوی سیّد اختر حسین، مصور تخلص فرماتے تھے۔ دو عمِ محترم، افسر اور افخر اور پھوپھا نے بھی نام ہی کے ایک جزو ''عباس'' کو تخلص کے طور پر اختیار کیا تھا۔ میری والدہ کا تخلص عصمت تھا۔ میری ایک جدّہ ماجدہ اور گھر کی اور خواتین بھی شعر کہتی تھیں۔ میرے والد کے سلاموں، نوحوں اور مسدّسوں کے کئی مجموعے ان کی زندگی میں شائع ہو گئے تھے۔ وہ مجموعے کراچی سے شائع ہوئے۔ گھر کے پورے ماحول پر شعر و شاعری کی فضا چھائی ہوئی تھی۔ ہر شام کو گھر کے صحن میں تختوں کے چوکے پر سفید چاندنی کا فرش ہوتا، جس پر گاؤ تکیے لگے ہوتے۔ گھر کے سارے شاعر اور شاعرات جمع ہوتے اور دن بھر میں جس جس نے جو اشعار کہے ہوتے وہ پیش کرتے۔ اس طرح روزانہ ہی ایک چھوٹی سی شعری نشست یا مشاعرہ منعقد ہوتا۔ میرے چھوٹے چچا حضرت افخر رات کو جب ملنے کے لیے تشریف لاتے تو دروازے میں داخل ہوتے ہی کوئی لفظ دیتے اور کہتے کہ اس کے قافیے نکالو اور سب کے سب قافیے تلاش کرنے میں مشغول ہو جاتے۔ میں نے شعر و ادب کے اس ماحول میں پرورش پائی ہے۔ یہی ماحول میری قلمی، ادبی اور شعری نشو و نما کا باعث ہوا۔

سوال: کیا آپ نے بھی دوسرے شعراء کی طرح شاعری کا آغاز غزل گوئی سے کیا تھا؟

جواب: جی نہیں۔ اپنے گھر اور اپنے خاندان کے دینی اور ادبی ماحول نے جو میری فکری تربیت کی، اُس کا فطری نتیجہ یہ تھا کہ میں نے شاعری کا آغاز سلام گوئی سے کیا تھا۔

سوال: آپ کو کن اساتذہ کی سرپرستی حاصل رہی؟

جواب: اساتذہ دو شعبوں کے الگ الگ ہیں۔ اسکول و کالج کے اساتذہ الگ، اور شعر و سخن کے اساتذہ الگ۔ تعلیمی زندگی میں لکھنؤ میں نیشنل ہائی اسکول میں تعلیم حاصل کی۔ وہاں مولوی منیر حسن فارسی پڑھاتے تھے۔ اُن کے پڑھانے کا طریقہ انتہائی دلچسپ تھا۔ اُن کے پیریڈ کا انتظار رہتا تھا۔ حساب کے اُستاد ماسٹر ولی محمد تھے، سخت گیر اور سخت کلام۔ اُن کی باری آنے پر دل گھبراتا تھا اور بھاگنے کی فکر ہوتی تھی۔ تاریخ کے معلم پنڈت راجہ رام بہت پیارے آدمی تھے۔ ہیڈ ماسٹر سی بی گپتا تھے، جو بعد میں وزیر ہو گئے تھے۔ کراچی میں اسلامیہ کالج میں فرسٹ ایئر (سال اوّل) میں داخلہ لیا اور وہیں سے بی اے کیا۔ وہاں ڈاکٹر سید علی سرور رضوی اور جعفر مرحوم معاشیات کے اُستاد تھے۔ اسلامیات کے معلم، معروف عالمِ دین حافظ کفایت حسین کے خویش، غالباً مرتضیٰ

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حسین اسمِ گرامی تھا۔ میرے ذہن سے نکل گیا ہے، جس کا مجھے افسوس ہے۔ دیگر اساتذۂ کرام کے نام بھی ذہن میں نہیں ہیں۔ ایم اے (اُردو) کراچی یونیورسٹی سے پرائیویٹ طور پر کیا۔ سندھ مسلم لاء کالج میں حسن علی، عبدالرحمٰن اُستاد بھی تھے، پرنسپل بھی۔ وہاں کے تمام اساتذہ معروف قانون دان تھے۔

شاعری میں سب سے پہلے مولانا اولاد حسین عرف مولوی للن سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ میں نے اپنے تحقیقی مقالے ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو'' میں تفصیل سے ان کے بارے میں لکھا ہے۔ بدقسمتی سے میں صرف ایک سلام پر اُن سے اصلاح لے سکا، کیوں کہ تلاشِ معاش میں اُنہیں لکھنؤ چھوڑنا پڑا۔ پھر اُن کے برادرِ خورد فضل نقوی سے رجوع کیا۔ حضرت فضل نے سلام گوئی میں جو مرتبہ اور شہرت پائی، وہ اور کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ کئی ہندو شعراء بھی اُن کے شاگردوں میں شامل تھے۔ جن میں کرشن بہاری نور نے غزل گوئی میں شہرت حاصل کی۔ حضرت فضل ماہانہ مشاعرے منعقد کرتے تھے جن میں اُن کے شاگردوں کے علاوہ لکھنؤ کا کوئی ایک معروف شاعر بھی شریک ہوتا تھا۔ مشاعرے کے آغاز میں کسی اُستاد کا دیوان کھول کر اُسی وقت 'طرح' دی جاتی اور ایک گھنٹے کا وقت دیا جاتا تھا۔ ایک گھنٹہ ختم ہوتے ہی سب کاغذ اور قلم رکھ لیتے تھے۔ پھر سب اپنے کہے ہوئے اشعار پیش کرتے۔ یہ شاگردوں کی تربیت اور مشقِ سخن کا بہترین طریقہ تھا۔ حضرت فضل اپنے بیٹوں سے زیادہ مجھ سے محبت اور شفقت کرتے تھے۔ جب تک لکھنؤ میں رہا اُنہی سے فیضیاب ہوتا رہا۔ کراچی آنے کے بعد 1966ء میں شاعری کا دوبارہ آغاز کیا تو حضرت نسیم امروہوی سے مشورۂ سخن شروع کیا۔ اُن کی رحلت کے بعد طویل عرصے تک میں نے کسی کو اپنا کلام نہیں دکھایا۔ مگر جب میں نے اپنا پہلا مجموعۂ مراثی شائع کرنے کا ارادہ کیا تو مناسب سمجھا کہ اشاعت سے پہلے وہ مراثی مولانا محمد شمس لکھنوی کی خدمت میں پیش کردوں۔ وہ میرے اجداد میں سے ہیں۔ اس کے بعد میں جو کچھ کہتا اُن کے گوش گزار کر دیتا اور اُن کے ارشادات سے مستفید ہوتا۔ میں نے ذوقِ سخن اور اصلاحِ شعر کی جو صلاحیت اُن میں دیکھی، وہ کم از کم اس دور کے بڑے اساتذہ کو بھی نصیب نہیں ہے۔

سوال: مرثیہ نگاری کا آغاز کب کیا، اب تک کتنے مرثیے تخلیق کر چکے ہیں؟

جواب: میں نے پہلا مرثیہ ''مرثیہ قطب شاہ سے ساحر تک'' کے موضوع پر 1975ء میں کہا تھا جو 1977 میں شائع ہوا۔ میں نے جب یہ مرثیہ پہلی بار پیش کیا تو اللہ کے فضل و کرم سے اسے اتنی زبردست کامیابی ملی کہ اُسی وقت سے حسد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ چار پانچ مرثیے کہنے کے بعد کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ کوئی چار پانچ سال تک میں مرثیے نہیں کہہ سکا۔ پھر 1998ء سے میری شدید علالت کا سلسلہ شروع ہوا جو آج تک جاری ہے۔ تیرہ سال سے بستر نشین ہوں۔ طویل عرصے سے چلنا پھرنا بھی موقوف ہو گیا ہے۔ ان حالات کی وجہ سے میں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

1997-98ء تک صرف بیس مرثیے تخلیق کر سکا۔ ملحوظ رہے کہ ماضی کے معروف مرثیہ گو، حضرت آلِ رضا نے بھی پوری زندگی میں صرف اُنیس ہی مرثیے کہے۔ تعدادِ بند کے اعتبار سے میرے بیس مرثیے بیش تر جدید مرثیہ نگاروں کے پچیس چالیس مرثیوں کے برابر ہیں۔

میرے مرثیوں کی تعداد کم ہونے کا ایک اہم سبب یہ بھی ہے کہ میں نے علالت کے باوجود تحقیق وتنقید پر خاطر خواہ توجہ دی، جس کے نتیجے میں رثائی ادب پر میرا انتہائی اہم مقالہ ''خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو'' منصۂ شہود پر آیا۔ گزشتہ ڈیڑھ سو برس میں اس موضوع پر کوئی تحقیقی کام نہیں کیا گیا، نہ کسی یونیورسٹی نے تحقیق کرائی، نہ کسی فرد نے قلم اُٹھایا، حالانکہ رثائی ادب میں یہ بہت اہم موضوع ہے۔ دوسری اہمیت یہ ہے کہ خاندانِ اجتہاد کے بیشتر مرثیہ گو نہایت اعلیٰ پائے کے شاعر تھے۔ چنانچہ مولوی میر مہدی حسین ماہر کے بارے میں عزیز لکھنوی کی یہ رائے مشہور ہے کہ وہ میر انیس کی فکر کے مرثیہ گو ہیں۔ اسی طرح حضرت جاوید کو ان کے عہد کے پانچ عظیم مرثیہ گویوں میں شمار کیا جاتا تھا، جو ''پنجتنِ ایمانِ سخن'' کہے جاتے تھے۔

سوال: آپ کے پاس جدید اور قدیم مرثیے کو پرکھنے کا کیا پیمانہ ہے؟

جواب: جدید اور قدیم مرثیے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ قدیم مرثیہ اپنے کینوس کے اعتبار سے نہایت اہم ہے جس میں تمام شعری اصناف کا رنگ ہے۔ یہ ایک بحرِ بیکراں ہے۔ جدید مرثیہ اپنے اجزائے ترکیبی کے اعتبار سے قدیم مرثیے کے مقابلے میں جُوئے کم آب ہے۔

قدیم مرثیہ اور مرثیہ نگاروں کا یہ کارنامہ ہے کہ میر ضمیر کے ہاتھوں مکمل اجزائے ترکیبی کے پیکر میں سجنے سنورنے اور نکھرنے کے بعد شعری، فکری اور فنی ترقی کی تمام منزلیں طے کر کے اُردو جیسی ایک نسبتاً نئی اور کم مایہ زبان اور اس کی شاعری کو زمین سے اُٹھا کے عرشِ معلیٰ پر پہنچا دیا۔ جدید مرثیہ قدیم مرثیے کی عظمت کو چھو بھی نہیں سکتا۔

قدیم مرثیے کے اجزائے ترکیبی میں چہرہ، گریز، رخصت، آمد، جنگ، تلوار اور نیزے کی تعریف، پھر شہادت اور بیانِ مصائب مرثیے کا کینوس مکمل کرتے تھے۔ اسی لیے قدیم مرثیے میں وسعت تھی۔ جدید مرثیہ صرف دو اجزاء پر مشتمل ہوتا ہے۔ چہرہ اور آخر میں چند بند کربلا سے متعلق۔ چہرے میں بھی بیشتر ایسے موضوعات ہوتے ہیں جن کا کربلا سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا۔

قدیم مرثیہ شاعری کے اعلیٰ ترین نمونے پیش کرتا ہے جس میں فنی مہارت کے علاوہ، فکری اعتبار سے تخیل کی بلندی، جدتِ مضامین میں نئی نئی تشبیہات واستعارات، نئی نئی تعبیریں، مرثیہ کے ہر جُزو کے مطابق زبان کا استعمال، رزم کا بیان ہو تو الفاظ کی گھن گرج، مدح ہو تو پُر شکوہ اور نرم الفاظ، بیانِ مصائب ہو تو درد انگیز الفاظ۔ یہ ساری باتیں شاعر کے علمی، فکری اور فنی کمالات کا آئینہ ہوتی تھیں۔ جدید مرثیہ ان سب چیزوں سے محروم ہے۔ مگر جدید

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مرثیے کی توصیف کا جواز پیدا کرنے کے لیے ان چیزوں کی مذمت کرنا ضروری ہو گیا ہے جو کلاسیکی مرثیے میں شامل ہوں۔ قدیم مرثیہ اوّل سے آخر تک کربلا سے متعلق ہوتا تھا، جب کہ جدید مرثیے کا کربلا سے برائے نام تعلق ہے۔

قدیم مرثیوں میں نفسیاتی عمل نہ ہونے کا دعویٰ کرنے والوں نے کھلے ذہن اور سخن شناسی کے جذبے سے ان کا مطالعہ ہی نہیں کیا ہوگا۔ ورنہ یہ نہ کہتے کہ قدیم مرثیوں میں نفسیاتی عمل نہیں ہوتا۔

میری اس گفتگو سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہوگا کہ میں جدیدیت یا جدید مرثیے کا مخالف ہوں۔ موضوعات کے اعتبار سے میرے مرثیے بھی جدید ہوتے ہیں۔ اگر مرثیے کو مرثیے ہی کی حیثیت سے نظم کیا جائے اور اعتدال کے ساتھ جدیدیت کے تقاضوں کو برتا جائے تو یہ کوئی بری بات نہیں ہے۔ بدقسمتی سے بعض حضرات میں جدیدیت کے حد سے بڑھے ہوئے شوق نے اسے ایک نفسیاتی مرض بنا دیا ہے، جس کی وجہ سے جدید مرثیہ مرثیہ نہیں لگتا، مگر اس بات کا اطلاق سارے جدید مرثیہ نگاروں پر نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر شاہد نقوی مرثیہ کو رونے رلانے کی چیز نہیں سمجھتے تو وحید الحسن ہاشمی مصائب کے کچھ بند نظم کرنا ضروری جانتے ہیں۔

سوال: کیا شاہد نقوی کی یہ بات درست ہے کہ قدیم مرثیے پر نوابینِ لکھنؤ کا اثر تھا؟

جواب: اس کا جواب تفصیل طلب ہے، مگر میں اختصار سے اس کا جواب دوں گا۔ قدیم مرثیے نے ترقی کی ساری منزلیں لکھنؤ میں طے کیں۔ میر ضمیر اور انیس و دبیر کے زمانے اور اس کے بعد اختراعِ سلطنتِ اودھ تک اور اس سے بھی آگے گزشتہ پچاس سال پہلے تک لکھنؤ برصغیر میں علم و ادب کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ 1857ء تک معاشرہ پُرامن اور خوش حال تھا، علم و ادب کے قدر دانوں سے لکھنؤ بھرا پرا تھا۔ ادنیٰ طبقے کے لوگ بھی شعر و سخن کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا دبیر کا کلام جس کو پڑھے لکھے لوگ بھی دقیق اور مشکل سمجھتے ہیں، عام لوگوں میں بھی اسی طرح مقبول تھا، جیسے میر انیس کا کلام۔ جبھی تو پورا لکھنؤ دو طبقوں انیسیوں اور دبیریوں میں بٹ گیا تھا۔ ہر طبقے میں علماء سے لے کر جہلا تک سب شامل تھے۔ اس فضا میں اعلیٰ شاعری کی جتنی بھی قدر ہوتی، کم تھی۔ تخلیق کار قدر دانی ہی سے حوصلہ پاتا ہے اور اپنے فکر و فن کو نکھارنے، سنوارنے میں اپنا خونِ جگر صرف کر دیتا ہے۔ اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ لکھنؤ کے علم دوست اور ادب نواز رؤسا اور اُمرا کی قدر دانیوں نے مرثیہ گو شعراء کے حوصلے بلند کیے، لیکن یہ کہنا کہ مرثیے پر نوابینِ لکھنؤ کا اثر تھا، قطعی غلط اور حقائق سے لاعلمی کا نتیجہ ہے۔

اُردو مرثیے کے آغاز ہی سے ایک مرثیہ مخالف طبقہ پیدا ہو گیا تھا۔ مرثیے کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کی مخالفت بھی بڑھتی گئی۔ عبدالغفور گستاخ سے لے کر کلیم الدین احمد تک کے مرثیہ مخالف نقادوں نے مرثیے پر طرح طرح کے اعتراضات کیے۔ بعد کے حضرات انہی اعتراضات کو دُہراتے رہتے ہیں۔ شاہد نقوی کے پیروؤں نے یہ الزام نوابینِ اودھ پر رکھا تھا کہ مرثیہ اُن کے زیرِ اثر تھا۔ شاہد نقوی نوابینِ اودھ اور نوابینِ لکھنؤ میں امتیاز بھی نہ کر سکے اور یہ الزام نوابینِ لکھنؤ پر لگا دیا۔ نوابینِ اودھ اور نوابینِ لکھنؤ کا فرق میں واضح کرتا ہوں۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مغل بادشاہ محمد شاہ نے 1133ھ میں اودھ میں جاٹوں، پٹھانوں اور شیخوں کی سرکشی ختم کرنے کے لیے سید محمد امین سعادت خاں برہان الملک کو اودھ کا صوبے دار بنا دیا۔ برہان الملک اور ان کے بعد ان کی نسل کے دوسرے افراد مغل بادشاہ کے نائب کی حیثیت سے اودھ پر حکمرانی کرتے رہے، اس لیے ان کو ''نوابینِ اودھ'' کہا جاتا تھا۔ دہلی کی مغل حکومت کے زوال پر 1229ھ میں نواب غازی الدین حیدر اودھ کے حکمران ہوئے تو انہوں نے دہلی کی بادشاہت سے تعلق منقطع کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا اور نواب کے بجائے ''شاہِ اودھ'' کہلائے۔ یہاں سے نوابیت کا سلسلہ ختم ہوا اور بادشاہت شروع ہو گئی۔ یہ تھے ''نوابینِ اودھ''۔ ان کے برخلاف لکھنؤ کے وہ افراد جو شاہی خاندان سے تھے، اگرچہ حکومت میں شریک نہ تھے، اپنے نسبی رشتے سے 'نواب' کہلائے۔ ان کے علاوہ دوسرے افراد بھی جو دولتِ دنیا سے مالا مال تھے، 'نواب' کہلائے۔ انہیں 'نوابینِ لکھنؤ' کہا جاتا تھا۔ میرے جدِ امجد حضرت فاخر اور ان کے سگے چچا حضرت ماہر باوجود یہ کہ علماء و فقہاء کے معروف خاندان سے تھے، مگر دولتِ دنیا کی فراوانی کی وجہ سے 'نواب' کہلائے اور اب تک کہے جاتے ہیں۔ اس وضاحت کے بعد یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ ''قدیم مرثیہ'' نوابینِ لکھنؤ کے زیرِ اثر ہرگز نہ تھا۔ یہ دعویٰ قطعاً غلط اور حقائق سے بے خبری کی دلیل ہے۔ یہ بھی سو فی صد غلط ہے کہ مرثیہ ''نوابینِ اودھ'' کے زیرِ اثر تھا۔ یہ الزام بھی مرثیہ مخالف گروہ کے تصنیف کردہ افسانوں میں سے ایک فسانہ ہے۔ میں نے مرثیے پر تمام الزامات کا تنقیدی جائزہ اپنی تصنیف ''مرثیہ پر اعتراضات کا تنقیدی جائزہ'' میں لیا ہے، جو 2009ء میں شائع ہوئی ہے۔

سوال: کیا مرثیے میں نئے تجربات کی کوئی گنجائش ہے؟

جواب: نئے تجربات ہمیشہ مفید ہوتے ہیں، بہ شرط یہ کہ ضرورت کے تحت کیے جائیں لیکن تجربہ محض برائے تجربہ، کوئی مستحسن عمل نہیں۔ مرثیہ قطب شاہی دور سے لے کر سوداؔ کے عہد تک، تجربات کی بھٹی میں تپ تپ کے کُندن بن گیا۔ ہیئت میں ابیات سے لے کر مسدّس تک کے مختلف تجربات کیے گئے۔ بالآخر سوداؔ نے مسدّس کی ہیئت اختیار کی، جو مرثیے کے لیے موزوں ترین ثابت ہوئی۔ آج تک انتہائی کامیابی سے اسی ہیئت میں مرثیے کہے جا رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ مرثیہ مجالسِ عزا کے اجتماعات میں منبر سے پیش کیا جاتا ہے۔ مسدّس کا ہر بند چھ مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ شاعر ایک بند میں جو کچھ کہنا چاہتا ہے، بند کے پہلے چار مصرعوں میں اس کے لیے ایک فضا بناتا ہے اور اس طرح سامعین کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لیتا ہے۔ پھر آخری دو مصرعوں میں جنہیں 'بیت' کہتے ہیں، اپنے مضمون کو نقطۂ عروج پر پہنچا دیتا ہے۔ سامعین بے چینی سے بیت کا انتظار کرتے ہیں۔ اگر بیت اچھی لگائی گئی ہو تو سن کر پھڑک اُٹھتے ہیں اور بھرپور داد دیتے ہیں۔ پھر دوسرا بند شروع ہو جاتا ہے۔ اگر مرثیہ کو پھر ابیات مثلّث، مربع یا مخمس کی طرف پلٹا دیا جائے تو اس کا وہی حال ہوگا جو برس ہا برس کے ناکام

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تجربوں سے ظاہر ہو چکا تھا۔ اس طرح آزاد نظم ہو یا نثری نظم مجلس کے ماحول اور مرثیے کی فضا کے لیے قطعاً ناموزوں ہوگی۔ یہ کتابی مرثیے تو ہو سکتے ہیں مگر انہیں منبر پر بیٹھ کر پیش نہیں کیا جا سکتا۔

جہاں تک مرثیے کے موضوعات میں تجربوں کی بات ہے، اس کے لیے اوّل تو یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ مرثیے کا اصل موضوع کربلا ہے۔ جو موضوعاتِ کربلا سے نسبت رکھتے ہوں، اُن کو مرثیے کے چہرے میں زیرِ بحث لانے میں کوئی حرج نہیں، لیکن ایسے موضوعات پر تجربے کرنا جن کو کربلا اور شہدائے کربلا سے کوئی نسبت نہ ہو وہ مرثیے کو مزید نقصان پہنچانے کا باعث ہوں گے۔ ایک صاحب نے مرثیہ پیش کیا۔ ہر بند پیش کرنے سے پہلے وہ وضاحت فرماتے تھے کہ اس کا تعلق نیوٹرون سے ہے، اس کا تعلق الیکٹرون سے ہے۔ یہ یو این او کے بارے میں ہے وغیرہ وغیرہ۔ یہ مرثیے کے موضوعات ہیں، نہ ان کا کربلا یا شہیدانِ کربلا سے کوئی تعلق ہے۔ ایسے موضوعات اختیار کرنا اور آخر میں دو چار بند کربلا کے شامل کر دینا، یہ مرثیہ نہیں مرثیے کا مذاق ہے۔ ایسے تجربات سے مرثیہ بازیچۂ اطفال بن کے رہ جائے گا۔

سوال: آپ کے خیال میں مرثیہ رُو بہ زوال ہے یا ترقی کی طرف گامزن ہے؟

جواب: مرثیہ یقیناً رُو بہ زوال ہے۔ جدید مرثیے کے نام سے جو مرثیے لکھے جا رہے ہیں وہ مرثیے کو ترقی کی طرف لے جا ہی نہیں سکتے۔ مرثیہ ترقی کی ساری منزلیں طے کر کے جس بلندی تک پہنچ چکا، اُس کو برقرار رکھنا بھی ممکن نہ ہوا، ترقی کا کیا سوال؟ دعوے چاہے جو کیے جائیں! بے بس اور بے اختیار لوگوں نے پیغمبری اور خدائی کے دعوے بھی کیے ہیں تو اس سے کیا ہوتا ہے۔

سوال: اُردو ادب میں رثائی ادب کو کیا مقام حاصل ہے؟

جواب: رثائی ادب کو اُردو ادب میں بہت اہم مقام حاصل ہے۔ کلاسیکی مرثیے اُردو کی آبرو ہیں۔ شاعروں کے خلّاقانہ ذہن کا معجزہ ہیں۔ شاعری کے کمالات کا بہترین مظہر ہیں۔ یہ اخلاقی نظم بھی ہیں اور احتجاجی بھی۔ اُردو میں رزمیہ شاعری کے نمائندے ہی سامعین میں جوشِ عمل بھی پیدا کرتے ہیں۔ مظلوم سے ہمدردی بھی پیدا کرتے ہیں اور ظلم سے نفرت بھی۔ مگر جیسا کہ پہلے کہہ چکا ہوں، مرثیے کے مخالفین نے اسے ایک فرقے کی شاعری قرار دے کر اصنافِ ادب ہی سے خارج کر دیا، حالانکہ کربلا کوئی شیعہ، سُنّی جنگ نہ تھی، کوئی فرقہ وارانہ فساد نہ تھا۔ نواسۂ رسولؐ امام حسینؑ دینِ حق کو دشمنانِ اسلام کی دستبرد سے بچانے کے لیے اُٹھے تھے، تاکہ انسانیت کی اُن اعلیٰ قدروں کا تحفظ کریں، جنہیں اسلام نے اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا۔ کربلا کی جنگ انسانیت کے تحفظ کی جنگ تھی۔

اُردو مرثیہ اُس جنگ کے منظر، پسِ منظر اور پیش منظر کا آئینہ ہے۔ اگر مرثیہ ایک فرقے کی شاعری ہوتا تو متعدد اہلِ سُنّت اور ہندو حضرات مرثیے کیوں کہتے۔ کربلائی مرثیہ تو فرانس کے ایک معروف شاعر موسیو

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الیگزینڈر گرینل تک نے کہا ہے۔ امام حسینؑ کے صرف چھ ماہ کے بچے علی اصغرؑ کی شہادت کے حوالے سے اس کا ایک طویل مرثیہ ہے جو اُردو میں ''معصوموں کا ستارہ'' کے نام سے شائع ہوا۔ اُردو میں درجنوں محققین نے مرثیے اور مرثیہ گو شعراء پر تحقیقی مقالے لکھ کے ڈاکٹریٹ کی اسناد حاصل کیں۔ ان میں شیعہ سُنّی سب شامل ہیں۔ مرثیے سے متعلق نثر میں بھی سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں ہیں۔ صرف میر انیسؔ پر ساڑھے تین سو سے زیادہ کتابیں موجود ہیں۔ اس سے بھی اُردو ادب میں رثائی ادب کی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔

سوال: آپ موجودہ دَور کے کن مرثیہ نگاروں کو تخلیقی اعتبار سے اہم تصور کرتے ہیں؟

جواب: عہدِ موجود میں ہر مرثیہ گو اُستاد ہے۔ کوئی موجودہ صدی کا سب سے بڑا مرثیہ گو ہے۔ کوئی اگلی پچھلی ہر صدی کا۔ لہٰذا کسی کے نام لینے اور کسی کا چھوڑ دینے میں خوفِ فسادِ خلق مضمر ہے۔ میں پہلے ہی سے مرثیہ گو کی حیثیت سے نام نہاد نقادوں، محققین اور اُستادانِ مرثیہ گوئی کی نظروں میں ایک ناقابلِ ذکر اور حقیر شخص ہوں۔

سوال: آپ کے خیال میں مختصر اور آزاد مرثیے کا مستقبل کیا ہے؟

جواب: جس تیزی سے علم و ادب کو زوال ہو رہا ہے اور جس معیار کے مرثیے کہے جا رہے ہیں، اُس کے پیشِ نظر یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ مرثیے کا مستقبل کیا ہوگا۔ مختصر مرثیہ مختصر ترین ہوتا جائے گا، حتیٰ کہ حالی کے ''مدوجزرِ اسلام'' اور اقبال کے ''شکوہ و جوابِ شکوہ'' کی حد تک پہنچ جائے۔ وحید الحسن ہاشمی جو مختصر مرثیے کے موجد کہے جاتے ہیں، اُنہوں نے ابتداء میں مرثیے کے لیے زیادہ سے زیادہ چالیس بند کی حد مقرر کی تھی، مگر خود اس پر عمل نہ کر سکے اور ساٹھ ستّر بند ہی کے مرثیے کہے۔ کل عدیم الفرصتی کے نام پر کوئی بیس یا پچیس بند کی حد مقرر کر دے گا۔ ایسے مرثیے زیادہ سے زیادہ مقبولیت حاصل کریں گے، اس لیے مختصر مرثیے کا مستقبل روشن ہے۔

آزاد مرثیہ منبر سے پیش کرنے کی چیز نہیں ہے، مگر آج کل ایسی کوئی بات کہنا بھی غلط ہے، اس لیے کہ جو اس کی طاقت رکھتا ہے وہ اپنی شہرت اور ناموری کے بل بوتے پر جو چاہے کرے اور جس چیز کو چاہے بدل دے، وہ جدید پابند مرثیے کو بھی مسترد کر کے آزاد مرثیے کو رائج کرنے کی ہر ممکن کوشش کر سکتا ہے۔ موجودہ رُجحان کے پیشِ نظر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مستقبل میں آزاد مرثیہ ہی کہا جائے گا جو پابند جدید مرثیے سے زیادہ مقبول ہوگا۔

سوال: شعراء کی نئی نسل مرثیہ نگاری سے دامن کشاں کیوں ہے؟

جواب: میرے خیال میں ایسا نہیں ہے۔ زیادہ مرثیہ گو نئی نسل ہی سے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ برس ہا برس کی مشقِ سخن کے بعد کوئی مرثیہ نگاری کے میدان میں قدم رکھتا تھا۔ سوداؔ جیسے عظیم المرتبت شاعر کا قول مشہور ہے کہ چالیس سال کی مشقِ سخن کے بعد بھی مرثیہ کہنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ آج کل بعض حضرات تو شاعری کا آغاز ہی مرثیہ گوئی سے کرتے ہیں اس لیے کہ مرثیے جیسی وقیع اور مؤقر صنفِ سخن میں قلم فرسائی کے لیے اب فنی مہارت، قوتِ تخیل،

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سلام کیا۔ انہوں نے پوچھا ''میاں صاحب زادے لکھنؤ میں آپ کا تعلق کہاں سے ہے''۔ یہ سوال اور بھی حیران کن تھا کہ ان صاحب کا لکھنؤ سے کیا تعلق۔ بہر حال میں نے عرض کی: ''نرہئی'' سے۔ یہ میرے محلے کا نام تھا اور اسی کے حوالے سے والدِ گرامی اور اجداد امجاد نرہئی کہلاتے تھے۔ بہر حال میرا جواب سُن کر انہوں نے جیب سے ایک روپے کا نوٹ نکالا (یہ واقعہ 1976ء کا ہے) اور مجھے دکھایا۔ اس پر ''نرہئی'' لکھا ہوا تھا۔ میں حیران رہ گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ''جب آپ سلام پڑھ رہے تھے تو میں پورے لکھنؤ کا چکر لگا رہا تھا کہ ان کا وہاں کس خاندان اور کس مقام سے تعلق ہے۔ آخر میں خیال آیا کہ آپ نرہئی کے ہیں۔ سند کے طور پر میں نے اس نوٹ پر نرہئی لکھ دیا''۔ میری حیرت اور بھی بڑھ گئی۔ مزید گفتگو سے پتا چلا کہ وہ میرے ایک عمِ محترم کے بہت عزیز دوست تھے۔ بچپن میں انہوں نے مجھے دیکھا تھا۔ لکھنؤ سے ہجرت کر کے وہ راولپنڈی آ گئے تھے اور راجہ بازار میں شاہ چن چراغ کی امام بارگاہ کے متولی تھے۔ اتنی طویل مدت کے بعد اُن کا مجھے پہچان لینا انتہائی حیرت کا باعث تھا۔

دوسرا واقعہ بھی سُن لیجئے۔ 1974ء میں کراچی کی ایک مجلس میں سلام پڑھا۔ زمین مشکل تھی۔ لشکر اُتر گئے، حیدر اُتر گئے۔ دوسرے دن معلوم ہوا کہ مرزا عالمگیر قدر نے ایک شعر سُن کر کہا تھا کہ صاحب زادے تیس برس کے بعد یہ شعر کہنا۔ مطلب یہ کہ تمہاری توفیق سے بہت بلند شعر ہے۔ کسی اور نے کہہ کے دے دیا ہوگا۔ مجھے اس خبر پر یقین نہیں آیا۔ حُسنِ اتفاق سے ایسا ہوا کہ دو چار دن کے بعد ہی ڈاکٹر یاور عباس کے یہاں کی ایک مجلس کے بعد جب میں اُن کی نشست گاہ میں گیا، جہاں شعراء اور خاص خاص افراد جمع ہوتے تھے اور چائے کا دَور چلتا تھا تو دیکھا کہ مرزا حامد حسین حامدؔ لکھنوی اور مرزا عالمگیر قدر دونوں بزرگ سب سے الگ تھلگ ایک ساتھ بیٹھے ہیں۔ مجھے دیکھ کر مرزا عالمگیر قدر نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ ''مجھے آپ سے معذرت کرنی ہے۔'' یہ سُن کر میں حیران رہ گیا اور عرض کی کہ آپ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ آپ کے سلام کے ایک شعر پر میں نے کہا تھا کہ تیس برس بعد یہ شعر کہنا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ کس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ میں نے آپ کے پردادا حضرت فاخرؔ کو منبر کے نیچے بیٹھ کے سنا ہے۔ ملحوظ رہے کہ حضرت فاخرؔ کا انتقال 1909ء میں ہوا تھا۔ اُس زمانے میں بچوں یا نوجوانوں کو مجلس میں منبر کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ اس سے مرزا صاحب کی عمر کا اندازہ لگائیے۔ دونوں مرزا صاحبان ایک دوسرے سے یہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ عمر میں بڑے ہیں۔ اس واقعے کے بعد بھی وہ دونوں کافی عرصہ زندہ رہے۔ 1976ء میں جب میں نے اپنا دوسرا مرثیہ ''انسانیت اور حسینیت'' پیش کیا تو عالمگیر قدر مجلس میں شریک تھے۔ حامد لکھنوی تشریف نہیں لا سکے تھے۔ اس مجلس میں بھی مرزا عالمگیر قدر نے میری ایک بیت پر ایسی داد دی، جو دوسرے نہیں دے سکے۔ یہ اُن کی نظر کی گہرائی اور گیرائی اور سخن شناسی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آبروئے دبستانِ لکھنؤ

اس کے کلام سے ہے عیاں شانِ لکھنؤ
وہ ہے دیارِ پاک میں میزانِ لکھنؤ
وہ مرثیے کا نور، قصیدے کی روشنی
ساحرؔ ہے آبروئے دبستانِ لکھنؤ

حضرت شاداں دہلوی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جنابِ ساحؔر لکھنوی کی جانب سے کتابوں کا تحفہ ملنے پر

حُبِ اہلِ بیتؑ نے دل کو کیا سرشار آج — اوج پر پہنچا ہے اپنا طالعِ بیدار آج
کشتِ جاں پر ابرِ علم و فن ہے گوہر بار آج — دیکھ لے اے چشمِ حیراں دیکھ لے معیار آج
حضرت ساحؔر نے بھیجی ہیں کتابیں چار آج
دیکھ کر جن کو بڑھی پھر خواہشِ دیدار آج

اِک کتابِ معتبر ایسی ہے ان میں باکمال — کہ ''فنِ تاریخ گوئی'' میں نہیں جس کی مثال
مصدرِ نقد و نظر ، سرمایۂ فکر و خیال — برائے تحقیق ، نکتہ آفرینی حسبِ حال
حضرتِ ساحؔر نے بھیجی ہیں کتابیں چار آج
دیکھ کر جن کو بڑھی پھر خواہشِ دیدار آج

اِک ''صحیفہ مدحتِ'' زیبائشِ کونینؑ کا!! — جس میں شہرِ آشوب بھی سرمایۂ دارین کا
ذکرِ اقدس بھی ہے پیغمبرؐ کی نورِ عینؑ کا — زینبؑ و سقائے اہلِ بیتؑ کا ،حسنینؑ کا
حضرتِ ساحؔر نے بھیجی ہیں کتابیں چار آج
دیکھ کر جن کو بڑھی پھر خواہشِ دیدار آج

ان میں ایسا بھی ہے اِک مجموعۂ اشک و الم — مرثیہ گویوں کا جس کے دم سے باقی ہے بھرم
حمد و نعت و منقبت ، فصلِ عزا بابِ کرم — دیکھنے سے جس کے ہوتا ہے فزوں ''احساسِ غم''
حضرتِ ساحؔر نے بھیجی ہیں کتابیں چار آج
دیکھ کر جن کو بڑھی پھر خواہشِ دیدار آج

اور اِک سرمایۂ تاریخ و تہذیبِ حیات — ناظرِ فقہ و مکاتب ، شاہدِ صوم و صلات
شمعِ پُرنورِ ہدایت ، رہبرِ راہِ نجات — ہے ''یقینِ کامل'' اس کا نام از جملہ صفات
حضرتِ ساحؔر نے بھیجی ہیں کتابیں چار آج
دیکھ کر جن کو بڑھی پھر خواہشِ دیدار آج

پروفیسر شرافت عباس

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سخن میں سخی

تیرے بارے میں ہو عرض کیا کس طرح ، تو وقیع آدمی ساحرؔ لکھنوی
ہم سے عاجز ہیں اظہار میں نارسا ، تو سخن میں سخی ساحرؔ لکھنوی

مجتہد مرثیہ گو نمایاں کیے کس قدر نثر پر تو نے احساں کیے
منقبت ، نعت ، حمد و ثنا پر لکھی مشتمل شاعری ساحرؔ لکھنوی

تیرے دل میں ادب سب اماموںؑ کا ہے ، سلسلہ خوب تیرے سلاموں کا ہے
کی ہے تقسیم اشعار کی شکل میں بے بہا روشنی ساحرؔ لکھنوی

ایک مجموعہ آثار و افکار کا ، ایک مرکز رموز اور اسرار کا
پھوٹتی ہے تیرے فکر و فن سے سدا ، مستند آگہی ساحرؔ لکھنوی

معتبر مقتدر خانوادہ ترا ، اعتبار و بصیرت ہے جادہ ترا
الفتِ آلِ اطہر سے تابندہ ہے تیری اِک اِک گھڑی ساحرؔ لکھنوی

وقف ملت کی خاطر کیے روز و شب ، خدمت و عجز پر ہے مدارِ ادب
ہے نمونہ ہمارے لیے جہد کا تیری کُل زندگی ساحرؔ لکھنوی

کس طرح تجھ سے ملنے کی حسرت نہ ہو ، کیوں دل و جاں میں تیری محبت نہ ہو
تجھ سے مل کر طبیعت میں بھر جائے گی موجِ آسودگی ساحرؔ لکھنوی

کون محروم ہے تیرے اکرام سے ، تو نے کس کو نوازا نہ انعام سے
ذات تک ہی مسرت کو روکا نہیں ، تو نے بانٹی خوشی ساحرؔ لکھنوی

قد ترا ہے بڑا اوج قامت ہے تو ، حاملِ ہمت و استقامت ہے تو
اس سے آگے ہے گلزارؔ کے نطق پر لازمی خامشی ساحرؔ لکھنوی

﴿پروفیسر سیّد گلزارؔ بخاری﴾

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سخن کے تاجور

ساحرِ جادو بیاں
شعروادب کے
آسماں
اعتبارِ حرفِ مدحت
بے گماں
لکھنوی تہذیب کے
اے پاسباں
علم وحکمت، فلسفہ
قانون سے تو
باخبر
ترے لہجے کی قسم
اے شاعرِ
شریں زباں
حمد، نعت ومنقبت
نوحہ، سلام ومرثیہ
اور بھی
جتنی ہیں، اصنافِ سخن
وہ رباعی ہو، قصیدہ ہو
کہ ہو کوئی جہت
قائمِ مہدی
ہیں
اقلیمِ سخن
کے تاجور

﴿علامہ سیّد احسن عمرانی﴾

نگہبانِ سخن

ہے قلم کی سلطنت ساحر ہیں سلطانِ سخن
کیوں نہ مہکے ان کی خوشبوؤں سے ایوانِ سخن

دسترس حاصل ہے اُن کو مختلف اصناف پر
ہیں حقیقت میں وہ تابندہ دبستانِ سخن

جگمگاتی ہیں سرِ قرطاس اُن کی کاوشیں
موتیوں سے بھر گیا ہے دیکھو دامانِ سخن

کیوں نہ ہو تاثیر پنہاں ان کے ہر اِک لفظ میں
حق پرستی نے انہیں بخشا ہے عرفانِ سخن

سانس لیتی ہے زباں دانی ہر ان کے حرف میں
دورِ پُرآشوب میں وہ ہیں نگہبانِ سخن

عمر بھر سینچا انھوں نے خونِ دل سے، اس لیے
خوش نمائی سے مزیں ہے خیابانِ سخن

مرثیہ، نوحہ، سلام و حمد و نعت و منقبت
کیا سحر انگیز ہیں سارے یہ عنوانِ سخن

اِک نمائندہ ہیں ساحر، لکھنوی تہذیب کے
شخصیت دراصل ہے ان کی گلستانِ سخن

پھولنے پھلنے لگا ہوں میں بھی ساحر اس لیے
آ گیا ہوں تیرے زیرِ سایہ سلطانِ سخن

﴿سیّد طاہر ناصر علی﴾

jabir.abbas@yahoo.com
www.zargari.com
Safeer-e-Sakina
Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مظلوم امامؑ کا مظلوم شاعر

جناب ساحر لکھنوی

حضرت ساحرؔ لکھنوی ایک بلند پایہ نقاد بھی ہیں۔ان کی ناقدانہ صلاحیتوں کا اظہار ان کے اس مضمون سے بخوبی ہو رہا ہے، جو ماہنامہ حدیثِ دل، دہلی کی اشاعت بابت مارچ 2007ء میں شائع ہوا۔ملاحظہ فرمائیے! (مدیر)

ماہنامہ ''حدیثِ دل'' دہلی کے مرزا دبیر نمبر دسمبر 2005ء میں سب سے پہلا مضمون ''دبیر کے مرثیوں میں بیانیہ'' کے عنوان سے شمس الرحمان فاروقی صاحب نے تحریر فرمایا ہے، جس کا آغاز اس جملے سے ہوتا ہے: ''اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مرزا دبیر بڑے شاعر نہ تھے۔'' یہ جملہ صاحبِ مضمون کی سوچ، سخن فہمی اور سخن شناسی کے ساتھ ساتھ بیک جنبش قلم بڑی سے بڑی معزز اور قابلِ احترام شخصیتوں کو رسوا کر دینے کی ذہنیت کو واضح کر دینے کے لیے کافی ہے۔

تنقید کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں۔معتدل مزاج، مستقیم الفکر، شریف النفس اور غیر جانبدار تنقید نگار قلم کو نہ تلوار بناتے ہیں، نہ زہر میں بجھایا ہوا خنجر۔عظیم المرتبت ہستیاں تو کیا معمولی انسانوں کی تذلیل کے لیے بھی قلم کو استعمال کرنا خود قلم کی توہین ہے۔

میرے علم میں نہیں ہے۔شاید آج کے ہمارے معتبر اور باخبر نقاد حضرات یہ بتا سکیں کہ تاریخِ شعر و ادب میں کبھی بھی کوئی ایسا شاعر گزرا ہے جس کی دنیا سے رحلت کے تقریباً ڈیڑھ سو برس بعد تک اس پر تنقید کے نام سے سب و شتم کیا جاتا رہا ہو۔ایک مرزا دبیر ہی مظلوم امامؑ کا وہ مظلوم شاعر ہے جس کی دنیا سے رخصت کے 132 برس بعد بھی اس کی مذمت کا سلسلہ جاری ہے، اور خدا معلوم کب تک؟

دبیر مخالفت کا جو بیج ''موازنۂ انیس و دبیر'' کے نام سے 'علامہ' شبلی نعمانی نے بویا تھا، وہ وقت کے ساتھ ساتھ ایک تناور، مگر کانٹوں بھرا درخت بن چکا ہے۔انہوں نے کتنی نیک نیتی اور غیر جانبداری کے ساتھ ''موازنہ'' لکھا، اس کا حال یا تو وہ خود جانتے ہوں گے یا اللہ جو دلوں کے بھید جاننے والا ہے، مگر ''موازنہ'' میں انہوں نے تحقیق و تنقید اور تقابلی مطالعہ کے اصولوں کو پسِ پشت ڈال کر: (1) انیس کے مقابلہ میں کہیں دبیر کے ابتدائے مشقِ سخن کا کلام پیش کیا؛ (2) کہیں کاتبوں کی دستبرد سے محرفہ کلام درج کیا اور یہ بھی دیکھنے کی زحمت نہ کی کہ معمولی سے معمولی شاعر بھی ایسی غلطی نہیں کر سکتا یا اس طرح نہیں کہہ سکتا؛ (3) حتیٰ کہ وہ کلام بھی دبیر کے نام سے پیش کر دیا جو ان کا تھا ہی نہیں، مگر اسے دبیر کے نام سے مشہور کر دیا گیا تھا۔اس طرح سنی سنائی باتوں کو بھی انہوں نے موازنہ کی بنیاد بنایا۔اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔''المیزان''

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور ''حیاتِ دبیر'' سے لے کر ''ردالموازنہ'' وغیرہ تک میں ان حقائق کو بے نقاب کیا جا چکا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ''موازنہ'' لکھنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ دبیر کو جتنا گھٹایا جا سکتا ہو، گھٹایا جائے۔ مگر اس جانبداری پر پردہ ڈالنے کے لیے آخر میں انہوں نے انیس کے کلام پر بھی کچھ اعتراضات، اسی طرح وارد کر دیئے۔ بہرحال ایک بات تو واضح ہے کہ شبلی نے صرف دبیر کو انیس سے کمتر ثابت کرنے پر اکتفا کی۔ یہ حکم نہیں لگایا کہ دبیر بڑے شاعر تھے ہی نہیں۔

اس موقع پر یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ نہ میں انیسیہ ہوں نہ دبیریہ۔ یا یوں کہوں کہ میں انیسیہ بھی ہوں اور دبیریہ بھی۔ میرے نزدیک شریعتِ شعر و سخن میں ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا حرام ہے۔ دونوں ایک طرح کی عظمت کے حامل اور ایک طرح کے جلیل القدر مرثیہ نگار شاعر تھے۔ دونوں کا رنگ الگ تھا۔ طبیعت جداگانہ تھی، مگر شاعری میں ایک جیسے صاحبِ کمال تھے۔ میں نے ایک قصیدہ میں گریز کی منزل تک پہنچ کر مطلعٔ ثانی سے پہلے یہ شعر کہا جو میرے نقطۂ نظر کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔

دو مصرعے مل گئے مطلع میں یوں برابر کے
کہ جیسے ہوں سرِ منبر بہم انیس و دبیر

شمس الرحمان فاروقی صاحب نے مرزا دبیر کے متعلق یہ جو جملہ لکھا ہے کہ ''اس بات میں شک نہیں کہ دبیر بڑے شاعر نہ تھے''، اس کی وجہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ ہمارے بعض وہ نقاد حضرات جنہوں نے انگریزی ادب کا تھوڑا بہت مطالعہ کیا وہ بات بات میں کلنتھ بروکس، البرٹ بی لارڈ، وکٹر شکلاوسکی اور لوکاچ وغیرہ کے حوالے دے کر قارئین کو مرعوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور ان سے خود اتنے مرعوب ہیں کہ اپنے ادب، اپنی تہذیب، اپنا علم، اپنی معاشرت اور اپنے ماحول وغیرہ کو انہی کی نظروں سے دیکھتے ہیں، انہی کے دماغ سے سوچتے ہیں اور ان کی تحریروں کو آیاتِ قرآنی سمجھتے ہیں۔ ان کی اپنی کوئی آزادانہ رائے نہیں ہوتی۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ کیجئے۔ جناب ڈاکٹر محمد احسن فاروقی انگریزی کے اسکالر تھے۔ انگریزی زبان و ادب میں پی ایچ ڈی کی اعلیٰ سند رکھتے تھے اور لکھنؤ یونیورسٹی میں انگریزی کے پروفیسر تھے۔ انہوں نے میر انیس کے مراثی پر تنقید کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ اردو مرثیہ یورپ کی معمولی سے معمولی شاعری کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ بات بات پر یہ کہتے کہ یورپ کے اعتبار سے تو یہ عجیب بات ہے۔ یورپ کے اعتبار سے تو یہ بالکل غلط ہے، وغیرہ۔ انگریزی ادب اور ارسطو کے انگریزی ترجموں کو سمجھنے کی ان میں جو صلاحیت تھی وہ حضرت جعفر علی خاں اثر لکھنوی نے اپنی تصنیف ''انیس کی مرثیہ نگاری'' میں ان کے کیے ہوئے ہڈسن اور بوچر وغیرہ کی عبارتوں کے تراجم کو اور ارسطو کی ''بوطیقا'' کے انگریزی ترجمے کے مفہوم کو سمجھنے میں ان کی غلطیوں کی نشاندہی کر کے بے نقاب کر دیا تھا۔

دبیر کے تبحرِ علمی کو سمجھنے کی صلاحیت قدرت نے ہر ایک کو ودیعت نہیں کی ہے۔ یورپ اور امریکہ سے مرعوب اور اپنے علم و ادب کے بارے میں تند یہ احساسِ کمتری میں مبتلا ہو کر اردو ادب خصوصاً رثائی ادب کو یورپ اور امریکہ کی عینک

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سے دیکھنے والے اگر انیس و دبیر کی منقصت و مذمت میں پیش پیش ہیں تو حیرت کی بات نہیں۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ خود یورپ میں انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جیسی نہایت اعلیٰ پائے کی معلوماتی دستاویز کے مرتبین تو یہ کہیں کہ ''میر انیس اور مرزا دبیر مرثیہ گوئی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔'' اور اردو کے مغرب زدہ ناقدین انیس و دبیر کی مذمت کریں۔ گارساں دتاسی یہ لکھے کہ مرزا دبیر کی شہرت ہندوستان سے نکل کر ایران و عراق تک پہنچ گئی تھی اور مغربی ذہنیت کے اسیر کو اس میں شک بھی نہ ہو کہ دبیر بڑے شاعر نہ تھے۔

اس تمہیدی گفتگو کو مختصر کرتے ہوئے اب فاروقی صاحب کے مضمون کے خاص خاص نکات کا جائزہ لیتے ہیں:

1۔ ''اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مرزا دبیر بڑے شاعر نہ تھے۔ اس نتیجہ پر پہنچنے کے لیے انیس و دبیر کے تقابلی مطالعہ کی ضرورت نہیں ہے۔''

2۔ ''ان کا کلام طرح طرح کے اسقام سے مملو نظر آتا ہے۔''

3۔ ''کلام میں بے ربطی ہے۔ (''معنی و الفاظ کے در و بست اور مضمون کے ربط پر غور کیجئے تو مایوسی ہاتھ لگتی ہے۔'')۔ (''بند کے چار مصرعے عدم تناسب اور عدم توازن اور عدم ربط کی وجہ سے داغدار ہیں۔'')''

4۔ ''کلام میں معنویت کا فقدان ہے۔ (''ایک مصرع میں شکوہ الفاظ کے ساتھ شکوہ معنی بھی موجود ہے..... لیکن شکوہ معنی بہت کم ہے..... (بند کا) پہلا مصرع مشکل ہی سے معنی کا متحمل ہوسکتا ہے۔'')

اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔

آیئے اب پہلی بات کی طرف:

1۔ **''اس میں شک نہیں کہ مرزا دبیر بڑے شاعر نہ تھے۔ اس نتیجہ پر پہنچنے کے لیے میر انیس کے تقابلی مطالعہ کی ضرورت نہیں ہے۔''**

اب ایک بات تو یہ عرض کر دوں کہ شبلی نے تقابلی مطالعہ یا موازنہ سے یہ تو ثابت کرنے کی کوشش کی کہ انیس دبیر سے بڑے شاعر تھے مگر جیسا میں لکھ چکا ہوں کہ تحقیق و موازنہ کے اصولوں کو پسِ پشت ڈال کے بھی وہ اس نتیجہ پر نہیں پہنچے کہ دبیر بڑے شاعر نہ تھے۔ شبلی یہ نتیجہ تقابلی مطالعہ سے حاصل نہ کر سکے۔ وہ فاروقی صاحب نے بغیر اس کے حاصل کر لیا۔ یہی نہیں ''المیزان'' کے مطالعہ کے بعد شبلی نے یہ اعتراف کر لیا تھا کہ انہیں دبیر کے متعلق ان حقائق کا علم نہ تھا جو ''المیزان'' میں درج تھے۔ خدا کرے فاروقی صاحب بھی کوئی معقول تحریر پڑھ کر صحیح نتیجہ پر پہنچ جائیں۔

دوسری بات اردو کی کائناتِ علم و ادب کی جلیل القدر اور نابغۂ روزگار ہستیوں نے دبیر کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ ان علماء و فقہاء، مجتہدین و اساتذۂ شعر و سخن کی ژرف نگاہی، سخن فہمی اور سخن شناسی کے ارشادات نمونتہً یہاں درج کرنا ضروری ہے:۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بات یہ ہے کہ جس شاعر کے کلام میں طرح طرح کے اسقام ہوں، تناسب اور ربط کا تقریباً مکمل فقدان ہو اور معنی والفاظ کے در و بست اور مضمون کے ربط پر غور کرنے سے مایوسی ہاتھ لگتی ہو، اس کے بڑے شاعر ہونے پر گفتگو کرنا تو انتہائی حماقت ہوگی۔ اسے تو معمولی مبتدی شاعر سے زیادہ درجہ دیا ہی نہیں جا سکتا، جسے نہ علمِ شعر سے آشنائی ہو، نہ وہ زبان و بیان سے باخبر ہو۔ بس شاعری کی ابجد سیکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔ ایسے شاعر پر تنقید لکھ کر اپنا وقت خراب کرنا چاہیے نہ اپنی تنقیدی صلاحیتوں کو ضائع کرنا چاہیے۔

1۔ آخری تاجدارِ اودھ نواب واجد علی شاہ، وہ نہیں جس کو انگریزوں کے زرخرید اور ضمیر فروش مؤرخین نے ایک اوباش، عیاش اور نااہل بادشاہ کے طور پر پیش کیا، بلکہ وہ جو اپنے سیرت و کردار میں متقی و پرہیزگار، علم و ادب میں عالم فاضل، شاعری میں اور اصنافِ سخن کے علاوہ کم از کم سو مرثیوں کا خالق، ادب میں کئی سو نہایت قابلِ قدر کتابوں کا مصنف جن کے موضوعات امورِ مملکت، عسکری اصول و تربیت اور دین و مذہب سے لے کر رقص و موسیقی کے فنی رموز پر محیط ہیں۔ اس نواب واجد علی شاہ کی زبان زدِ عام بیت ہے۔

بچپن سے ان کی زلفِ سخن کا اسیر ہوں
میں کمسنی سے عاشقِ نظمِ دبیرؔ ہوں

حیرت ہے کہ ایسا ادب شناس اور سخن فہم شخص اس کی زلفِ سخن کا اسیر اور عاشقِ نظمِ دبیرؔ ہے جس کے کلام میں بے ربطی ہے، معنویت کا فقدان ہے اور طرح طرح کے اسقام سے بھرا ہوا ہے۔

2۔ لوگوں نے مفتی محمد عباس شوستری جیسے جید عالم و مجتہد سے انیسؔ و دبیرؔ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: ایک کا کلام شیریں ہے، ایک کا نمکین۔ کسی کو شیرینی زیادہ پسند ہوتی ہے تو کسی کو نمکینی۔ مگر یہ نہیں کہا کہ دبیر کے لیے کیا پوچھنا۔ ان کا کلام تو اسقام سے پُر، بے ربط اور معنویت سے محروم ہے۔ وہ بھی کوئی شاعر ہیں۔

3۔ ناسخؔ و آتشؔ کا نام کیا لوں کہ وہ تو بعض ناقدوں کے نزدیک ناقابلِ ذکر اور گھٹیا شاعروں میں شامل ہیں۔

4۔ محمد حسین آزادؔ نے فرمایا کہ ''دبیرؔ و انیسؔ وہ پاک روحیں ہیں جن کی بدولت ہماری نظم کو قوت اور زبان کو وسعت حاصل ہوئی۔ صلہ ان کا سخن آفرینِ حقیقی عطا کرے۔ ہمارے شکریہ کی کیا بساط۔''

5۔ منیر شکوہ آبادی کہتے ہیں: ''دبیرؔ سا عالی دماغ، بلند خیال، صاحبِ معلومات، ہر رنگ میں کہنے والا شاعر آج تک نہیں گزرا۔''

6۔ مظفر علی اسیرؔ لکھنوی نے کیسی منصفانہ بات کہی: ''انیسؔ و دبیرؔ دونوں استاد ہیں اور میں ایک کو دوسرے پر اعلانیہ ترجیح نہیں دے سکتا''۔

7۔ آغا شاعر قزلباش نے مرزا دبیرؔ کو ایک بحرِ ناپیدا کنار کہا ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

8۔ پروفیسر مسعود حسن ادیب سے زیادہ انیس شناس اور شیدائے انیس شاید کوئی اور نہ ہو، مگر دبیر کے بارے میں یہ تو لکھا کہ ''مرزا دبیر اعلی اللہ مقامہٗ کا پایۂ شاعری تعرضِ اختلاف میں رہا ہے۔'' یہ تنقید میں شریفانہ رویے کی بہت روشن مثال ہے۔

حیرت ہے کہ ایسے بہت سے عظیم المرتبت صاحبِ نظر اور صاحبانِ کمال کو مرزا دبیر کا کلام اسقام سے بھرا ہوا، بے ربط اور بے معنی محسوس نہیں ہوا۔

کیا میں عرض کر سکتا ہوں کہ دبیر کی معمولی سی عظمت یہ ہے کہ وہ انیس کے مدِ مقابل تھے۔ وہ نہ ہوتے تو کوئی انیس کا مدِ مقابل نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی طرح انیس نہ ہوتے، تو دبیر کا مدِ مقابل کوئی نہ تھا، حتیٰ کہ ان کے گرامی قدر استاد میر ضمیر بھی ان کے مدِ مقابل نہیں ہو سکے۔

اشعار کی تشریح و تفہیم :

فاروقی صاحب نے شعر کی تشریح و تفہیم کا بھی ایک نیا طریقہ ایجاد کیا ہے۔ مرزا دبیر کے ایک بند کی تشریح اس طرح کی ہے۔ بند کا پہلا مصرع ہے ''اے دبدبہ نظم دو عالم کو ہلا دے'' معذرت کے ساتھ مجھے فاروقی صاحب کے اکثر جملے پورے پورے نقل کرنا پڑیں گے اس لیے کہ اس مضمون کا قاری ''حدیثِ دل'' کے دبیر نمبر کو سامنے رکھ کر اور بار بار ان کے مضمون کے مندرجات کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نہیں پڑھے گا۔ پہلے پورا بند ملاحظہ کیجئے۔

اے دبدبۂ نظم دو عالم کو ہلا دے
اے طنطنۂ طبع جز و کل کو ملا دے
اے معجزۂ فکر فصاحت کو جلا دے
اے زمزمۂ نطق بلاغت کو صدا دے
اے بائے بیاں ، معنیٔ تسخیر کو حل کر
اے سینِ سخن قاف سے تا قاف عمل کر

فاروقی صاحب اس کے بارے میں فرماتے ہیں: ''مطلع کا بند ہے۔ بلند آہنگی قابلِ داد ہے۔ (پڑھ کر یا سن کر) ایک لمحہ کے لیے طبیعت دنگ رہ جاتی ہے۔ لیکن معنی و الفاظ کے دروبست اور مضمون کے ربط پر غور کیجئے تو مایوسی ہاتھ لگتی ہے..... مصرع کا بنیادی لفظ 'دبدبہ' کارگر نہیں ہے بلکہ نقصان دہ ثابت ہو رہا ہے۔ 'دبدبہ' کے معنی ہیں زبردست شور، ڈھول کی آواز، شان و شوکت، رعب و داب۔ اگر پہلے دو معنی لیے جائیں (زبردست شور یا ڈھول کی آواز) تو ان کے ذریعہ کلام کی مدح اور اپنی تعلّی کے بجائے کلام کی توقیر میں کمی اور اپنی ہجو کا پہلو نکلتا ہے۔''

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

یہاں فاروقی صاحب نے یہ نہیں بتایا کہ اپنی ہجو کا پہلو کس طرح نکلتا ہے۔ آگے چل کر فرماتے ہیں: ''اگر شان و شوکت، رعب و داب (تعلی) معنی لیے جائیں تو ''دو عالم کو ہلا دے'' کا فقرہ بے کار ہو جاتا ہے کیونکہ شان و شوکت اور رعب و داب کا عمل لوگوں کو دنگ یا ساکت کر دینا ہوتا ہے نہ کہ ان کو ہلا دینا۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ فلاں کی شوکت ایسی تھی کہ لوگ دنگ رہ گئے، جو جہاں تھا وہیں رک گیا یا ہم کہتے ہیں کہ فلاں کا رعب ایسا تھا کہ پرندہ پَر نہ مارتا تھا۔ لہٰذا ''دبدبہ نظم'' کا فقرہ اس مصرع کے لیے نامناسب ہے اور دبیر نے اپنے مصرع کی بنیاد اسی پر رکھی ہے۔ پھر مصرع کی خوبی معلوم ہے۔''

فاروقی صاحب مصرع اور لفظ کی تشریح نہیں کر رہے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ کسی بچے کے سامنے بھول بھلیاں کا نقشہ رکھا ہوا ہے، جیسا کہ بچوں کے لیے بنایا جاتا ہے۔ بچہ ایک جگہ سے سفر کا آغاز کرتا ہے۔ کچھ دور چل کر راستہ بند ملتا ہے تو واپس آ جاتا ہے۔ پھر دوسرے مقام سے راستہ طے کرنا شروع کرتا ہے۔ آگے چل کر پھر راستہ بند ملتا ہے اور وہ پھر واپس آ جاتا ہے اور اسی جدوجہد میں لگا رہتا ہے، مگر منزل تک پہنچنے کی صورت نظر نہیں آتی ہے۔

کیسے کہہ دوں کہ فاروقی صاحب جیسے پڑھے لکھے شخص کو مصرع میں صَرف کیے ہوئے لفظ کے مناسب معنی کا لغت سے انتخاب کرنا نہیں آتا اور وہ کبھی یہ معنی لیتے ہیں کبھی وہ۔ اس کے متعلق دو باتیں انہیں اچھی طرح معلوم ہونا چاہییں:

1۔ پہلی بات یہ ہے کہ مصرع میں صَرف کیے گئے لفظ کے متعدد معنوں میں صحیح معنی کا انتخاب محلِ صَرف کے مطابق کیا جاتا ہے نہ کہ ایک معنی کو آزمانا، چاہے محلِ استعمال کے اعتبار سے مصرع سے ان معانی کا تعلق ہی نہ ہو۔

2۔ لغت میں ایسے معانی بھی درج ہوتے ہیں جو کبھی قدماء میں سے کسی نے استعمال کر لیے ہوں مگر ایک عرصہ سے متروک ہیں اور اب وہ معانی مسترد ہو چکے ہیں۔ مثلاً ''پاداش'' جس کے معنی لغت میں سزا اور جزا دونوں لکھے ہیں لیکن پاداش کا لفظ جزا کے معنی میں کبھی بھی استعمال نہیں کیا جاتا۔ اگر کوئی کرتا ہے تو غلط کرتا ہے۔ ''پاداش'' صرف سزا کے یا برے نتیجہ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اگر کوئی صاحب لغت میں پاداش کے معنی جزا دیکھ کر یہ دیکھے بغیر کہ یہ مستعمل ہے بھی یا نہیں یا اس زمانہ میں بھی مستعمل تھا یا نہیں جو شاعر کا زمانہ تھا اسے شعر کی تفہیم کے لیے استعمال کریں تو کوئی صاحبِ فہم اسے تسلیم نہیں کرے گا۔

محلِ صرف کے اعتبار سے معنی لینے کی جو بات میں نے کی ہے اس کی مثال یوں سمجھئے کہ بند کے دوسرے مصرعے میں ''طنطنہ'' کی تشریح میں جو معنی لکھے ہیں وہ یہ ہیں: ''گونج، شور، گھمنڈ اور غرور خاص کر ایسا جو مبنی پر حقیقت نہ ہو۔ عجب و غرور سے بھرا ہوا برتاؤ۔'' لیکن اس کے چند معانی اور بھی ہیں: ''کرّ و فر، رعب و داب، دبدبہ، غصہ، بدمزاجی، آن بان اور تمکنت۔'' اب دو تین مثالیں ملاحظہ ہوں۔ ع

مجھے بھی طنطنہ کتنا ہے اتنی سی کٹاری پر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

محلِ استعمال کے اعتبار سے 'طنطنہ' کے اتنے معانی میں سے کون سے معنی لیے جائیں گے؟ ظاہر ہے کہ یہاں غرور، تکبر اور گھمنڈ کے علاوہ اور معنی لیے ہی نہیں جا سکتے۔ فاروقی صاحب نے مرزا دبیر کے مصرع میں اپنے لکھے معنی لکھ کر لکھا ہے کہ ظاہر ہے ان میں سے کوئی معنی لفظ ''طبع'' کے لیے مناسب نہیں ہے۔ متعلقہ مصرع درج کرنا ضروری ہے تاکہ قارئین کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ ملاحظہ ہو۔ ع

اے طنطنۂ طبع جز و کُل کو ملا دے

فاروقی صاحب نے مرزا دبیر کے کلام کو معنی و مفہوم سے عاری ثابت کرنے کے لیے طنطنہ کے صرف دو معنی لکھے جو محلِ استعمال کے اعتبار سے بے مصرف ہوں اور ہوشیاری کے ساتھ ان معانی کو چھپا لیا جو کارگر ہیں۔ طنطنہ بھی دبدبہ کا ہم معنی ہے جیسا کہ میں نے اوپر درج کیا ہے۔ اس مصرع میں دبدبہ ہی اس کا صحیح مفہوم ہے۔

فاروقی صاحب اس مصرع کے حوالہ سے یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہاں بھی اپنی ہی ہجو کا پہلو نکلتا ہے۔ مگر یہ نہیں بتاتے کہ کیسے نکلتا ہے؟ دعوائے بے دلیل کی حقیقت کون نہیں جانتا۔

فاروقی صاحب نے بند کے پہلے مصرع کی تشریح میں ''دبدبہ'' کے مختلف معانی کے جو اثرات بیان کیے ہیں وہ سب خلافِ حقیقت ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ''(مصرع) میں اگر شان و شوکت اور رعب و داب معنی لیے جائیں تو ''دو عالم کو ہلا دے'' کا فقرہ بے کار ہو جاتا ہے کیونکہ شان و شوکت اور رعب و داب کا عمل لوگوں کو دنگ یا ساکت کر دینا ہوتا ہے نہ کہ ان کو ہلا دینا۔ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ فلاں کی شان و شوکت ایسی تھی کہ لوگ دنگ رہ گئے۔ جو جہاں تھا وہیں رک گیا۔'' میں عرض کرتا ہوں کہ بے شک لوگ شان و شوکت دیکھ کے دنگ رہ جاتے ہیں مگر ساکت کر دینے کے کیا معنی؟ شان و شوکت دیکھ کر جو جہاں تھا، وہیں رک گیا۔ ہرگز ایسا نہیں ہوتا۔ اگر کوئی رک جاتا ہے تو دیر تک شان و شوکت دیکھنے کے لیے۔ اسے تماشائی کہتے ہیں۔

فاروقی صاحب یہ نہیں جانتے کہ لوگ حاکمِ جابر کے سامنے جا کے کانپنے لگتے ہیں، تھرتھرانے لگتے ہیں۔ صرف یہ خبر سن کے ہی کہ حاکمِ جابر کے سامنے جانا ہے، ہل کے رہ جاتے ہیں۔ حاکمِ جابر کو چھوڑیے، علاقہ کے تھانیدار کو لیجیے کہ اگر وہ بہت سخت اور رعب داب والا ہوتا ہے تو پورے علاقہ پر اس کا دبدبہ چھایا ہوا ہوتا ہے اور بڑے بڑے مجرم اس کا سامنا کرتے ہوئے لرزتے ہیں۔ اس لیے فاروقی صاحب کا یہ ادعا غلط ہے کہ رعب و داب لوگوں کو ساکت کر دیتا ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا تو یہ دعویٰ بھی غلط ہوا کہ ''دبدبہ نظم'' کا فقرہ اس مصرع کے لیے نامناسب ہے اور دبیر نے اپنے مصرع کی بنیاد اسی پر رکھی ہے۔ پھر مصرع کی خوبی معلوم۔ فاروقی صاحب نے گویا طے کر رکھا ہے کہ بہرحال دبیر کو ایک معمولی شاعر ثابت کرنا ہے۔ اس بحث کو آگے بڑھانے کے بجائے میں صرف یہ کہوں گا کہ فاروقی صاحب اس مصرع میں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

''دبدبہ'' سے بہتر کوئی لفظ رکھ کر دکھا دیں۔

اس کے بعد دوسرے مصرع میں لفظِ ''طنطنہ'' پر یہی اعتراض ہے کہ اس کے جتنے معنی انہوں نے لکھے ہیں ان میں سے کوئی بھی لفظ ''طبع'' کے لیے مناسب نہیں۔ اوپر لکھ چکا ہوں کہ انہوں نے ''طنطنہ'' کے جو معنی چھپائے ان میں سے دبدبہ اس کے لیے موزوں ترین ہے۔ یہاں بھی فاروقی صاحب کوئی بہتر لفظ رکھ کر دکھا دیں۔ اس بند پر ان کی ساری گفتگو اس طرح کی ہے، اس لیے اس پر مزید گفتگو بے کار ہے۔ البتہ ایک دو باتیں مختلف نوعیت کی ہیں۔ ان کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ ملاحظہ ہو: بند کا تیسرا مصرع ہے: ''اے معجزۂ فکر فصاحت کو جلا دے''۔ اس پر فاروقی صاحب فرماتے ہیں:

''چونکہ شروع کے دو مصرعوں میں دبدبہ اور طنطنہ کا تقابل ہے۔ لہٰذا تیسرے مصرع میں ''معجزہ'' کا لفظ یہ تاثر دیتا ہے کہ متکلم کی نگاہ میں معجزہ بھی دبدبہ اور طنطنہ کی ہی قسم ہے۔ لفظ معجزہ کا مقتضاء یہ تھا کہ اس کے بعد کسی اعجاز کی طرح کی کسی شئے کا ذکر ہوتا۔ معجزہ طلب کرنا اور اس سے (فصاحت پر) صرف معمولی جلا کا کام چاہنا مقتضائے بلاغت نہیں ہے۔''

فاروقی صاحب اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ معجزہ ربانی شئے ہے۔ بے شک معجزہ ربانی شئے ہے لیکن وہ معجزہ جو اللہ کے حکم سے اس کے معصوم پیغمبروں اور آئمہ علیہم السلام سے صادر ہو۔ فاروقی صاحب نے یا تو اس پر غور نہیں کیا، یا وہ یہاں معجزہ کا لفظ سمجھ نہیں سکے یا جان بوجھ کر شاعر کے مفہوم کو توڑ مروڑ کر اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کی جو صحیح تنقید سے کوسوں دُور اور بدنیتی کا مظہر ہے۔ ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ شاعر نے معجزہ نہ اللہ سے مانگا ہے جو ربانی شئے ہوتا ہے نہ اس کے ان بندگانِ خاص پیغمبروں اور آئمہ معصومینؑ سے۔ دبیر نے صاف صاف کہا ہے ''اے معجزۂ فکر.....'' اس کا مطلب یہ ہے کہ شاعر خود اپنی فکر کو معجز نما سمجھتا ہے اور اسی کا حکم دے رہا ہے کہ فصاحت پر جلا کرے۔ فصاحت کا فکر سے تعلق کوئی انجانی شئے نہیں ہے۔ پورے بند میں حضرت دبیر نے اپنے ہی کمالاتِ شاعری کو مخاطب کیا ہے، اور مرثیہ کا آغاز کرتے ہوئے پہلے اپنی قوتِ نظم کو مخاطب کیا کہ اپنے دبدبہ سے دو عالم کو ہلا کر رکھ دے۔ پھر طنطنۂ زبان و بیان کو حکم دیا ہے کہ جزو کُل کو ملا دے۔ اس طرح اگر مرزا دبیر کا کچھ کلام دقیق ہے تو ان کو مجرم کیوں قرار دیا جائے۔ اپنا مبلغِ علم بڑھائیں۔

شیدا نے غالب کی مشکل پسندی سے دلیل قائم کی اور سچ کہا کہ میں سودا کی طرف متوجہ کروں گا۔ سودا اردو کا سب سے بڑا قصیدہ نگار ہے، مگر آج اردو میں ایم۔اے کرنے والا کوئی پڑھا لکھا اور اپنے کو بہت قابل سمجھنے والا سودا کے کسی ایک قصیدہ کو مثلاً ''اٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستان سے عمل'' جس کی تشبیب کے کچھ ابتدائی اشعار میٹرک تک نصاب میں شامل تھے، اوّل سے آخر تک صحیح صحیح پڑھ کر سنا دے تو جانیں۔ سمجھنا تو دور کی بات ہے۔ تو کیا اس بناء پر سودا کو اردو کے عظیم ترین قصیدہ گو کے منصب سے برطرف کیا جا سکتا ہے۔ اگر نہیں، تو دبیر کے خلاف یہ گفتگو کیوں ہے؟

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فاروقی صاحب کو ایک بات اور معلوم ہونا چاہیے۔ پنجاب جہاں آج بھی بڑے بڑے پڑھے لکھے گھرانوں میں بھی پنجابی ہی بولی جاتی ہے، گھروں سے باہر اردو میں صرف ان لوگوں سے بات ہوتی ہے جو پنجابی زبان نہیں سمجھ سکتے۔ لکھنؤ میں اردو کے اعلیٰ ترین معیار کے مقابلہ میں پنجاب کی اردو کے معیار کو نظر میں رکھیے بلکہ پنجاب کے دیہات کی اردو فہمی اور زباں دانی کو پیشِ نظر رکھیے اور پھر حقیقت کو ملاحظہ کیجیے جس کا انکشاف جناب مولوی مرتضیٰ حسین صاحب فاضل لکھنوی نے ''جواہرِ دبیر'' میں کیا ہے کہ 1952ء میں پنجاب کے مختلف علاقوں اور دیہات میں ایامِ عزا میں گئے تو مرزا دبیر کے مرثیوں کی دھوم سنی۔ پھر ''دبیرِ پنجاب'' اور ''دبیر الشعراء'' وغیرہ کے القاب بھی سننے میں آئے۔ شوق ہوا کہ اس کی تحقیق کی جائے کہ دبیر کا کلام پنجاب میں اتنا مقبول کیوں ہے۔ اس جستجو میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے قصبہ تلونڈی میں ایک نواب قادر بخش تھے۔ ارسطو جاہ سے ان کے تعلقات تھے۔ 1857ء میں ایک صاحب سلطان علی خاں کی ماتحتی میں ریاست کپورتھلہ سے ایک فوج لکھنؤ بھیجی گئی۔ فتح کے بعد سلطان علی خاں کو جاگیر مل گئی۔ وہ بہت عرصہ تک لکھنؤ میں رہے۔ ان کی مرزا دبیر سے اتنی راہ و رسم بڑھی کہ مرزا صاحب نے ایک مرثیہ میں ان کی تعریف فرمائی۔ سلطان علی خاں نے تلونڈی میں لکھنؤ کے طرز کا عزا خانہ بنوایا۔ اس عزا خانے کی مجلسوں میں مرزا دبیر ہی کا کلام پڑھا جاتا تھا اور وہیں سے اس طریقہ کو اپنایا گیا۔

فاضل لکھنوی نے مزید لکھا ہے کہ اسی طرح سندھ میں دبیر کا نام اور ان کے مرثیے مقبول ہوئے اور سندھی شاعروں نے ان کا تتبع کیا۔

فاضل لکھنوی کی تحریر دیکھ کر میں نے لاہور میں اپنی ایک نہایت معروف اور معتبر ادیبہ متعدد دینی تاریخی کتابوں اور بچوں کے ادب کی عالی مرتبت مصنفہ و مؤلفہ محترمہ سیّدہ عابدہ نرجس نقوی صاحبہ نے جو پنجاب ہی کی ہیں، رابطہ کیا اور انہوں نے بھی تصدیق فرمائی کہ پنجاب میں بشمول لاہور مجالس میں زیادہ مرزا دبیر ہی کے مرثیے پڑھے جاتے ہیں۔ حیرت ہے کہ پنجاب اور سندھ کے لوگوں کے لیے تو دبیر کے کلام کی تفہیم دیہات تک میں ناممکن نہ ہو اور جو اردو دانی کے مدعی ہوں وہ دبیر کی مشکل پسندی کے شاکی ہوں۔ اگر سندھ اور پنجاب کے عوام مرزا دبیر کے مرثیے سمجھ نہ سکتے تھے اور ان سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے تو ان میں دبیر کا کلام مقبول کیسے ہوا؟

III. اب رہی بات کہ "کیا آج دبیر کا کلام ہمارے لیے اس طرح معنی خیز اور لطف انگیز ہو سکتا ہے جس طرح میر انیس کا کلام ؟"

میرا سوال یہ ہے کہ کیا کلامِ انیس کو لوگ آج پوری طرح سمجھ سکتے ہیں؟ ان کی زبان نسبتاً آسان سہی، مگر کتنے پڑھے لکھے لوگ ان کے کلام کی فکری اور فنی باریکیوں پر نظر رکھنے کی اہلیت رکھتے ہیں؟ کتنے لوگ ان کے حسنِ کلام اور لطفِ زبان و بیان کے سرور و کیف حاصل کر سکتے ہیں؟ موجودہ زمانہ میں زبان و ادب کو اتنا انحطاط ہو چکا ہے کہ دبیر و

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خدارا اردو زبان کو بگڑنے سے بچایا جائے

حضرت ساحر لکھنوی

قابلِ مبارک باد ہیں مڈویک میگزین ''جنگ'' کے مدیرِ محترم جنہوں نے جناب محترم ضیاء الرحمان ضیاء صاحب کا مندرجہ بالا موضوع پر مضمون شائع کر کے اس انتہائی اہم موضوع پر بحث کا دروازہ کھول دیا اور دیگر اہلِ قلم کو بھی اظہارِ خیال کی دعوت دی۔ اب تک چار پانچ خواتین وحضرات نے اپنے اپنے نقطۂ نظر کا اظہار فرمایا ہے جو یقیناً قابلِ توجہ ہے۔ لیکن یہ موضوع انتہائی اہم ہونے کی وجہ سے مختلف پہلوؤں سے غور وفکر اور بحث وگفتگو کا متقاضی ہے۔ مسئلہ صرف یہ نہیں ہے کہ لوگوں کا تلفظ غلط ہے یا انگریزی میں اردو بولی جارہی ہے۔ اردو زبان کی بربادی کے حوالے سے سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ تباہ کُن مسئلہ صرفی ونحوی قواعد اور زبان وبیان کے اصولوں کی پامالی ہے جس کی طرف ابھی تک کسی نے توجہ نہیں فرمائی۔ اس بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ ہر زندہ زبان میں وقت کے ساتھ ساتھ کچھ نئی لفظیں داخل ہوتی رہتی ہیں اور کچھ پرانی لفظیں خارج ہو جاتی ہے۔ یہی زبان کے زندہ ہونے کی دلیل ہے۔ اردو کا دامن تو بہت وسیع ہے۔ اس نے شروع ہی سے ہندی، سنسکرت، فارسی، عربی، انگریزی حتیٰ کہ ترکی اور پرتگالی زبانوں کے الفاظ تک کو اپنے دامن میں جگہ دی اور یہ سلسلہ جاری ہے، اور جاری رہے گا۔ مگر آج تک دنیا کی کسی زبان میں صرفی ونحوی اصولوں اور ضمائر وافعال وغیرہ کو تبدیل نہیں کیا گیا۔ مثال کے طور پر انگریزی زبان میں is کی جگہ am، am کی جگہ are اور are کی جگہ was یا is کی جگہ were یا were کی جگہ was کبھی بھی بولا یا کہا نہیں گیا۔ جیسے You is a good man یا She am a nice girl یا I are sick وغیرہ۔ مگر اردو دنیا کی وہ واحد زبان ہے جس پر یہ ظلم روا رکھا گیا ہے۔ 'آپ آؤ'، 'آپ جاؤ' تو اب اتنا عام ہو گیا ہے کہ ان لوگوں کی زبان بھی آلودہ ہو گئی ہے جن سے خواب وخیال میں بھی اس کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ میرے ایک بہت عزیز دوست جن کی زبان میں اب تک کوئی خرابی محسوس نہیں ہوئی تھی، ایک دن مجھ سے گفتگو کے دوران ''آپ بتاؤ'' کہہ گئے۔ یہ سن کے میرے دل کو شدید دھچکا لگا۔ اس کے ردِ عمل میں میری زبان سے کوئی بہت سخت بات نکلنے والی تھی مگر میں نے بڑی مشکل سے اس پر قابو پا کر ان سے کہا کہ اگر دوبارہ آپ کی زبان سے میں نے ایسا کوئی جملہ سنا تو میرے اور آپ کے تعلقات ختم ہو جائیں گے۔ اس کے دو ایک دن کے بعد میرے ایک نو دس سالہ پوتے نے بھی 'آپ آؤ'، 'آپ جاؤ' جیسا کوئی جملہ کہا۔ میں نے اسے ڈانٹا بھی، سمجھایا بھی۔

ایک انڈین ٹی وی چینل کے بچوں کے ایک پروگرام میں جو بچے بہت شوق سے دیکھتے ہیں، ایک کردار کہتا ہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

''ہم آرہا ہوں''، ''ہم ہوں نا'' وغیرہ۔ خیر سے ابھی یہ جملہ یہاں سننے میں نہیں آیا مگر ایک نہ ایک دن رائج ہو ہی جائے گا۔

انڈین ٹی وی کے اسی چینل کے پروگراموں نے ہمارے بچوں کے تلفظ کو برباد کیا ہے۔ دراصل ہندی زبان میں کئی آوازیں اور ان کے نمائندہ حروف ہیں ہی نہیں۔ مثلاً خ، ذ، ز، ض، ظ، اور غ وغیرہ۔ اس میں 'خطرہ' کو 'کھترا'، 'غلام' کو 'گلام'، 'ذرا' کو 'جرا' اور 'قلم' کو 'کلم' وغیرہ بولا جاتا ہے۔ اسی ٹی وی چینل کے پروگرام میں دیکھتے دیکھتے ہمارے بچے بھی اب 'خطرہ' کو 'کھترا' اور 'غلام' کو 'گلام' کہنے لگے ہیں اور اب ان کا تلفظ درست کرانا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ یہ تو پاکستان پر انڈیا کے ثقافتی اور لسانی حملہ کا نتیجہ ہے۔ اس حملہ کو کامیاب بنانے میں دوسروں کے علاوہ ہمارے بعض ٹی۔ وی ڈرامہ نگار بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ ایک مثال حاضر ہے۔

عام طور پر جن لوگوں کے بیٹیاں ہوتی ہیں مگر کوئی بیٹا نہیں ہوتا وہ بیٹے کے شوق میں بیٹی کو بھی بیٹا کہہ کے مخاطب کر لیتے ہیں۔ مگر افعال وضمائر وغیرہ بدل کر اس کی جنس نہیں تبدیل کرتے۔ لیکن ایک ٹی وی ڈرامہ میں باپ بیٹی سے کہتا ہے، بیٹے آپ کہاں جا رہے ہو۔ واپس کب آؤ گے وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح کسی سیاسی لیڈر نے کبھی اپنے کسی سیاسی جلسہ میں اپنی مقامی یا مادری زبان کے زیر اثر عوام کو مؤنث بنا دیا۔ کچھ یوں کہہ دیا کہ ''عوام کیا چاہتی ہے یا عوام کیا کہتی ہے'' وغیرہ۔ اس طرح عوام کی جنس ہی بدل گئی۔ اب اکثر تقاریر اور ٹی وی مذاکروں میں بھی بظاہر پڑھے لکھے حضرات بھی ''عوام'' کو مؤنث سمجھ کر ''عوام یہ چاہتی ہے''، ''عوام یہ کہتی ہے'' وغیرہ وغیرہ کہتے ہیں۔

اگر ہم اردو کے صرفی ونحوی قواعد اور زبان کے اصولوں کی مسلسل اور باضابطہ پامالی پر غور کریں تو صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت اردو کو ختم کر کے ایک نئی لسانی ثقافت رائج کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ کس کا منصوبہ ہے؟ انڈیا کا، کسی دوسری بین الاقوامی طاقت کا، یا کسی تیسرے مفاد پرست طبقہ کا؟ بین الاقوامی سیاست اور پاکستان کے دوست نما دشمنوں کے معاملات پر گہری نظر رکھنے والے اور خود پاکستان کے اندر مفاد پرست اور اغیار کے مفادات کے لیے کام کرنے والوں کے معاملات کو سمجھنے والے اس سوال کا جواب آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ باخبر حلقوں کے مطابق تعلیم کے نام پر بعض غیر ملکی پاکستان مخالف اور اسلام دشمن عناصر یا حکومتوں کی مدد سے قائم کیے جانے والے اداروں کا اصل مقصد اور ان کی ذمہ داری ہی یہی ہے کہ پاکستان سے اردو کو ختم کر دیا جائے۔ کیوں؟ اس کا جواب تو یہ ادارے قائم کرنے والے ہی دے سکتے ہیں، مگر جب ہم غور کرتے ہیں تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اردو میں دینی، علمی اور ادبی کتب ورسائل وجرائد وغیرہ کا عظیم ذخیرہ رفتہ رفتہ دریا برد یا طاقِ نسیان کی نذر کر دیا جائے اور اس طرح دین و

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مذہب، علومِ دینی اور شعروادب سے آنے والی نسلوں کا رشتہ منقطع کر کے انہیں ان چیزوں سے بیگانہ کر دیا جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک کوئی نئی نہیں ہے۔ اردو کو رومن میں لکھنے کی تجویز اسی کا نقطۂ آغاز تھی۔ اسی طرح آزادی کے فوراً بعد انڈیا کے صوبہ ''یو۔ پی'' (اتر پردیش) کی کانگریسی حکومت نے پہلا حملہ اردو پر کیا تھا اور اس کی تعلیم پر پابندی عائد کر دی تھی، جس کا نتیجہ آج یہ ہے کہ یو۔ پی میں عموماً اور اس کے صدر مقام لکھنؤ میں جو انڈیا میں اردو کا سب سے بڑا مرکز تھا، گریجویٹ نوجوان اپنا نام اردو میں نہیں لکھ سکتے۔ وہ تو کہیئے کہ بعض مذہبی رواسم وروایات کی بدولت مذہب سے ان کا رشتہ باقی رہ گیا ہے۔ مگر محافلِ میلاد اور مجالس وغیرہ کے اشتہارات ہندی میں چھپتے ہیں اور حمد ونعت ومنقبت اور سلام وغیرہ ہندی رسم الخط میں لکھ کر پڑھے جاتے ہیں۔ اس طرح ان کا تعلق اردو کے عظیم دینی، علمی اور ادبی اثاثہ سے ختم ہو گیا ہے جس سے وہ اب کبھی استفادہ نہیں کر سکیں گے۔

کیا اصل اردو کی جگہ ایک بگاڑی ہوئی زبان یا ایک نئی لسانی ثقافت رائج کرنے سے ہماری آنے والی نسلیں اپنی دینی، علمی اور ادبی میراث سے استفادہ کر سکیں گی؟ رفتہ رفتہ اردو کی مکمل تباہی کے بعد نہ وہ اب تک کے اردو کے ذخیرہ کو پڑھ سکیں گی، نہ سمجھ سکیں گی۔

کیا یہ اردو زبان، پاکستان اور اسلام کے لیے لمحۂ فکریہ نہیں ہے؟ کیا اس پر ہم کو تشویش نہیں ہونا چاہیے؟ مگر بحث میں شامل ایک بہت معزز محترمہ نے نہ صرف یہ واضح کر دیا ہے کہ انہیں ذاتی طور پر کوئی تشویش نہیں بلکہ یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ''اردو نواز سامعین وناظرین..... اگر اپنا نام بھی چمکانا ہو تو ماشاء اللہ اخبارات کی کمی نہیں ہے۔ کالم لکھیں، مضامین لکھیں، مراسلے تحریر فرمائیں۔'' گویا علمی وادبی مباحث میں حصہ لینے والے اپنا نام چمکانے کے لیے قلم اٹھاتے ہیں۔ لہٰذا اگر اس الزام سے بچنا ہو تو قلم توڑ ڈالیے۔ نہ کسی موضوع پر بحث کی ضرورت، نہ اس پر قلم اٹھانے کی۔

ایسی ہی ایک مثال اور ملاحظہ ہو۔ جب چند سال پہلے ''جنگ'' میں اردو کے حروفِ تہجی کے بارے میں بحث چل رہی تھی، اس پر راقم الحروف کے دو مضامین شائع ہوئے تو ساتھ ہی کسی صاحب کی یہ تحریر بھی شائع ہوئی کہ ساحر لکھنوی نے اردو کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ جہاں اس ذہنیت کے ساتھ مباحث کو دیکھا جاتا ہو، وہاں کسی بحث میں حصہ لینا اپنی عزت ووقار کو داؤ پر لگانے کے مترادف ہے۔ مگر کیا اس ڈر سے قلم روک لینا چاہیے؟

اس سلسلہ میں ایک نکتہ نظر گذشتہ دنوں ٹی وی کے ایک چینل کے ایک محترم پروڈیوسر صاحب سے ملاقات میں سامنے آیا۔ دورانِ گفتگو موضوع پر بھی بات نکل آئی۔ ہم نے جو 'آپ آؤ'، 'آپ جاؤ' اور 'عوام کہتی ہے' وغیرہ کا سوالہ دیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تو بولنے کی زبان ہے۔ اس میں کیا حرج ہے۔ لکھنے کی زبان تو الگ ہوتی ہے۔ ہم حیران رہ گئے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فاروقی صاحب کو ایک بات اور معلوم ہونا چاہیے۔ پنجاب جہاں آج بھی بڑے بڑے پڑھے لکھے گھرانوں میں بھی پنجابی ہی بولی جاتی ہے، گھروں سے باہر اردو میں صرف ان لوگوں سے بات ہوتی ہے جو پنجابی زبان نہیں سمجھ سکتے۔ لکھنؤ میں اردو کے اعلیٰ ترین معیار کے مقابلہ میں پنجاب کی اردو کے معیار کو نظر میں رکھیے بلکہ پنجاب کے دیہات کی اردو فہمی اور زباں دانی کو پیشِ نظر رکھیے اور پھر حقیقت کو ملاحظہ کیجئے جس کا انکشاف جناب مولوی مرتضیٰ حسین صاحب فاضل لکھنوی نے ''جواہرِ دبیر'' میں کیا ہے کہ 1952ء میں پنجاب کے مختلف علاقوں اور دیہات میں ایامِ عزا میں گئے تو مرزا دبیر کے مرثیوں کی دھوم سنی۔ پھر ''دبیرِ پنجاب'' اور ''دبیر الشعراء'' وغیرہ کے القاب بھی سننے میں آئے۔ شوق ہوا کہ اس کی تحقیق کی جائے کہ دبیر کا کلام پنجاب میں اتنا مقبول کیوں ہے۔ اس جستجو میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے قصبہ تلونڈی میں ایک نواب قادر بخش تھے۔ ارسطو جاہ سے ان کے تعلقات تھے۔ 1857ء میں ایک صاحب سلطان علی خاں کی ماتحتی میں ریاست کپورتھلہ سے ایک فوج لکھنؤ بھیجی گئی۔ فتح کے بعد سلطان علی خاں کو جاگیر مل گئی۔ وہ بہت عرصہ تک لکھنؤ میں رہے۔ ان کی مرزا دبیر سے اتنی راہ و رسم بڑھی کہ مرزا صاحب نے ایک مرثیہ میں ان کی تعریف فرمائی۔ سلطان علی خاں نے تلونڈی میں لکھنؤ کے طرز کا عزا خانہ بنوایا۔ اس عزا خانے کی مجلسوں میں مرزا دبیر ہی کا کلام پڑھا جاتا تھا اور وہیں سے اس طریقہ کو اپنایا گیا۔

فاضل لکھنوی نے مزید لکھا ہے کہ اسی طرح سندھ میں دبیر کا نام اور ان کے مرثیے مقبول ہوئے اور سندھی شاعروں نے ان کا تتبع کیا۔

فاضل لکھنوی کی تحریر دیکھ کر میں نے لاہور میں اپنی ایک نہایت معروف اور معتبر ادیبہ متعدد دینی تاریخی کتابوں اور بچوں کے ادب کی عالی مرتبت مصنفہ و مؤلفہ محترمہ سیّدہ عابدہ نرجس نقوی صاحبہ نے جو پنجاب ہی کی ہیں، رابطہ کیا اور انہوں نے بھی تصدیق فرمائی کہ پنجاب میں بشمول لاہور مجالس میں زیادہ مرزا دبیر ہی کے مرثیے پڑھے جاتے ہیں۔ حیرت ہے کہ پنجاب اور سندھ کے لوگوں کے لیے تو دبیر کے کلام کی تفہیم دیہات تک میں ناممکن نہ ہو اور جو اردو دانی کے مدعی ہوں وہ دبیر کی مشکل پسندی کے شاکی ہوں۔ اگر سندھ اور پنجاب کے عوام مرزا دبیر کے مرثیے سمجھ نہ سکتے تھے اور ان سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے تو ان میں دبیر کا کلام مقبول کیسے ہوا؟

III۔ اب رہی بات کہ ''کیا آج دبیر کا کلام ہمارے لیے اس طرح معنی خیز اور لطف انگیز ہو سکتا ہے جس طرح میر انیس کا کلام؟''

میرا سوال یہ ہے کہ کیا کلامِ انیس کو لوگ آج پوری طرح سمجھ سکتے ہیں؟ ان کی زبان نسبتاً آسان سہی، مگر کتنے پڑھے لکھے لوگ ان کے کلام کی فکری اور فنی باریکیوں پر نظر رکھنے کی اہلیت رکھتے ہیں؟ کتنے لوگ ان کے حسنِ کلام اور لطفِ زبان و بیان کے سرور و کیف حاصل کر سکتے ہیں؟ موجودہ زمانہ میں زبان و ادب کو اتنا انحطاط ہو چکا ہے کہ دبیر و

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

انیسؔ کے کلام کی شاعرانہ لطافتوں اور نزاکتوں سے لطف اندوز ہونا شعر و ادب خصوصاً رثائی ادب کے شائقین میں سے بھی بہت قلیل تعداد کو نصیب ہوسکتا ہے۔

آگے چل کر فاروقی صاحب ایک سوال یہ اٹھاتے ہیں کہ ''کلام میں اتنے واضح اسقام اور میر انیسؔ کے مقابلہ میں صاف کمتر ہونے کے باوجود دبیرؔ کو اس قدر کامیابی کیوں نصیب ہوئی؟'' اس کے وجوہ پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کلامِ دبیرؔ میں تشبیہات، استعارات، جدت طرازی اور مضمون آفرینی وغیرہ ساری خوبیوں (یا خرابیوں) کو مسترد کر دیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ ''دبیرؔ کے پڑھنے کا انداز بہت مؤثر اور بڑی حد تک منفرد تھا۔'' پھر اس کے بعد یہ بھی فرماتے ہیں کہ ''ہمیں ان کے اندازِ خواندگی کے بارے میں براہِ راست معلومات نہیں۔'' یہ تضادِ فکر اور تضادِ بیان ان کے مضمون میں اور مقامات پر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ اوپر ان کا یہ سوال آ چکا ہے کہ کیا آج بھی دبیرؔ کا کلام ہمارے لیے اسی طرح معنی خیز اور لطف انگیز ہوسکتا ہے جس طرح انیسؔ کا کلام ہے؟ اور پھر مرثیہ خوانی کے انداز کے متضاد بیان کے بعد لکھتے ہیں کہ دبیرؔ کا مرثیہ آج بھی خاصہ مؤثر ہے۔ ملاحظہ فرمایا، تضادِ فکر و تحریر کی یہ دوسری مثال ہے۔

اس کے بعد نظم اور نثر میں بیانیہ پر ایک طویل گفتگو ہے۔ مگر فاروقی صاحب کو ان کے اس سوال کا جواب کہ ''دبیرؔ کو اس قدر کامیابی کیوں نصیب ہوئی اور ایسا کیسے ممکن ہوا کہ دبیرؔ کا مرثیہ آج بھی خاصہ مؤثر ہے۔'' چند سیدھے سادے لفظوں میں یوں دیا جا سکتا ہے کہ کارنامے شہرت کی بنیاد ہوتے ہیں۔ حاتم نے اپنی سخاوت کی وجہ سے شہرت پائی۔ رستم اپنی شجاعت کی وجہ سے مشہور ہوا۔ اچھائی کی شہرت اچھے کاموں سے ہوتی ہے۔ بدنامی برے سیرت و کردار کا نتیجہ ہوتی ہے۔ کسی عالم کی شہرت اس کے مبلغِ علم کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اسی طرح کسی شاعر کا شہرہ اس کے کمالاتِ شعر و سخن کی بدولت ہوتا ہے۔ مرزا دبیرؔ کی شہرت کا راز بھی ان کے کمالاتِ شاعری کا گواہ ہے۔ فاروقی صاحب نے دبیرؔ کی شہرت اور مقبولیت اور ان کے کلام کے آج بھی مؤثر ہونے کا اعتراف کر کے دبیرؔ کے خلاف اپنی منفی تنقید کو خود غلط ثابت کر دیا۔ کوئی شاعر جس کا کلام اسقام سے بھرا ہوا ہو، اس میں تناسب اور ربط کا فقدان ہو اور وہ معنویت سے بھی محروم ہو، اس کو دبیرؔ جیسی کیا، معمولی سے معمولی شاعر جیسی بھی شہرت حاصل نہیں ہوسکتی۔

فاروقی صاحب نے دبیرؔ کی مقبولیت اور شہرت کا راز ان کی بیانیہ طرز گزاریوں میں تلاش کیا ہے۔ بیانیہ طرز گزاری کی ایک صورت ''واقعہ در واقعہ'' بیان کرنا یعنی اصل واقعہ کے تسلسل میں اس سے مربوط کوئی قصہ چھیڑ دینا خود ہمارے کلاسیکی ادب میں داستان گوئی کی تکنیک تھی اور داستانِ امیر حمزہ سے لے کر طلسم ہوشربا وغیرہ میں کثرت سے برتی جاتی تھی، اس کو فاروقی صاحب نے دبیرؔ کے مرثیوں میں بھی پایا اور اس کی تعریف ان الفاظ میں کی کہ ''بیانیہ طرز گزاری کی یہ جدت دبیرؔ نے بڑی خوبی سے برتی ہے۔'' میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے ان طرز گزاریوں کی تعریف میں چند جملے لکھ کر اپنی تنقید کی تلخی کم کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ تاثر بھی دینا چاہا ہے کہ دبیرؔ کے یہاں جو بات قابلِ تعریف تھی اس کی انہوں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نے تعریف بھی کی ہے حالانکہ ہر طرح سے مذمت کرنے کے بعد یہ تعریف بچوں کو لالی پاپ دے کر بہلانے کے مترادف ہے، اور پھر یہی نہیں اس میں بھی انہوں نے مذمت سے ہاتھ نہیں اٹھایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''.....(بیانیہ طرز گزاریوں میں) اس تنوع اور آہنگ واقعات کی اس پیچیدگی کے سامنے اشعار کی کمزوری ماند پڑ جاتی ہے، کیوں کہ جو اقتباسات میں نے نقل کیے ہیں وہ کوئی بہت اعلا (اعلیٰ) شاعری نہیں ہیں۔''

آخر میں ایک بات اور۔ حضرت دبیر کے تقریباً سارے ہی ناقدین نے ان کے یہاں صنائع بدائع کے بکثرت استعمال کی ہمیشہ شکایت کی ہے۔ یہاں بحث اس سے نہیں ہے کہ کس نے کس طرح یہ صنعتیں استعمال کی ہیں۔ بات کثرتِ استعمال کی ہے۔ ان کے برخلاف فاروقی صاحب نے اگرچہ ایک طرح سے دبیر پر اس الزام کو مسترد کر دیا ہے مگر توصیف کے لیے نہیں، تنقیص کے لیے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ''صنائع بدائع کے میدان میں بھی دبیر ہمارے بڑے شاعروں مثلاً میر، غالب اور انیس سے بہت پیچھے ہیں.....ان لوگوں کے خلاف دبیر کے یہاں صنائع بدائع کی وہ کثرت ہے نہ وہ فطری انداز.....اگر رعایتیں لکھنؤ کا خاص مزاج ہیں تو دبیر کے یہاں کثرت سے کیوں نہیں؟''

مندرجہ بالا اقتباس میں ایک تو یہ بات خاص طور سے توجہ کے قابل ہے کہ یہاں بھی دبیر کے مقابلہ میں، میر، غالب اور انیس کو بڑی محبت سے ''ہمارے بڑے شاعر'' لکھا ہے اور یوں دبیر کی تنقیص کا ایک اور انداز اختیار کیا ہے، جس سے واضح طور پر ان کے دل میں بغضِ دبیر اپنا جلوہ دکھا رہا ہے۔

اب صنائع بدائع کی طرف آیئے۔ مجھے حیرت ہے کہ ایک معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا انسان بھی یہ سوچ سکتا ہے کہ کہاں دبیر کے سینکڑوں مرثیے اور کہاں غالب کا مختصر سا دیوان۔ اس پر دعویٰ یہ کہ غالب نے دبیر سے زیادہ کثرت سے صنائع بدائع استعمال کیے ہیں۔ یہی صورتِ حال میر کے ساتھ ہے۔ انیس کو خواہ مخواہ بیچ میں لے آئے۔ انیس و دبیر دونوں مرثیہ نگار اور ایک دوسرے کے مدِ مقابل ہیں۔ معلوم نہیں فاروقی صاحب صرف تشبیہ و استعارے ہی کو صنائع بدائع کی کل کائنات سمجھتے ہیں اور شاعرانہ صناعیوں کے اس وسیع و حسین آئینہ خانہ اور ان نفیس مرقعوں میں ان کو ان کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آیا۔

تشبیہات تو غزل میں عام ہیں۔ استعارے بھی برابر استعمال ہوتے ہیں مگر مجاز، مراعاۃ النظیر، تجنیس کی متعدد اقسام، اشتقاق، ردالعجز علی الصدر، ترصیع، سیاق الاعداد، لزوم مالا یلزم، سجع، تنسیق الصفات، حسنِ تعلیل، اشتبائیہ، لف و نشر، جمع، تفریق، تقسیم اور مراعاۃ الاستہلال وغیرہ کے لیے غزل کے دامن میں کتنی جگہ ہے۔ یہ صنائع بدائع قصیدہ اور مرثیہ کی وسعت کے محتاج ہیں۔ حضرت دبیر نے اپنے مرثیوں میں تمام صنائع اور بدائع استعمال کیے ہیں۔ غالب و میر انیس میں ان سے کیا مقابلہ کر سکتے ہیں؟

فاروقی صاحب کے دبیر سے متعلق ان نظریات سے ان کے بعض مداح اور لواحقین تو اتفاق کر سکتے ہیں مگر ان کی تنقید کے اس انداز سے کوئی سخن فہم اور مرتبہ شناس انسان داد نہیں دے سکتا۔ ایسی تنقید قابلِ مدح نہیں۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

خدارا اردو زبان کو بگڑنے سے بچایا جائے

حضرت ساحر لکھنوی

قابلِ مبارک باد ہیں مڈویک میگزین ''جنگ'' کے مدیرِ محترم جنہوں نے جناب محترم ضیاء الرحمان ضیاء صاحب کا مندرجہ بالا موضوع پر مضمون شائع کر کے اس انتہائی اہم موضوع پر بحث کا دروازہ کھول دیا اور دیگر اہلِ قلم کو بھی اظہارِ خیال کی دعوت دی۔ اب تک چار پانچ خواتین وحضرات نے اپنے اپنے نقطۂ نظر کا اظہار فرمایا ہے جو یقیناً قابلِ توجہ ہے۔ لیکن یہ موضوع انتہائی اہم ہونے کی وجہ سے مختلف پہلوؤں سے غور وفکر اور بحث وگفتگو کا متقاضی ہے۔ مسئلہ صرف یہ نہیں ہے کہ لوگوں کا تلفظ غلط ہے یا انگریزی میں اردو بولی جارہی ہے۔ اردو زبان کی بربادی کے حوالے سے سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ تباہ کُن مسئلہ صرفی ونحوی قواعد اور زبان وبیان کے اصولوں کی پامالی ہے جس کی طرف ابھی تک کسی نے توجہ نہیں فرمائی۔ اس بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر زندہ زبان میں وقت کے ساتھ ساتھ کچھ نئی لفظیں داخل ہوتی رہتی ہیں اور کچھ پرانی لفظیں خارج ہو جاتی ہے۔ یہی زبان کے زندہ ہونے کی دلیل ہے۔ اردو کا دامن تو بہت وسیع ہے۔ اس نے شروع ہی سے ہندی، سنسکرت، فارسی، عربی، انگریزی حتیٰ کہ ترکی اور پرتگالی زبانوں کے الفاظ تک کو اپنے دامن میں جگہ دی اور یہ سلسلہ جاری ہے، اور جاری رہے گا۔ مگر آج تک دنیا کی کسی زبان میں صرفی ونحوی اصولوں اور ضمائر وافعال وغیرہ کو تبدیل نہیں کیا گیا۔ مثال کے طور پر انگریزی زبان میں is کی جگہ am، am کی جگہ are اور are کی جگہ was یا is کی جگہ were یا were کی جگہ was کبھی بھی بولا یا کہا نہیں گیا۔ جیسے You is a good man یا She am a nice girl یا I are sick وغیرہ۔ مگر اردو دنیا کی وہ واحد زبان ہے جس پر یہ ظلم روا رکھا گیا ہے۔ 'آپ آؤ'، 'آپ جاؤ' تو اب اتنا عام ہو گیا ہے کہ ان لوگوں کی زبان بھی آلودہ ہو گئی ہے جن سے خواب وخیال میں بھی اس کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ میرے ایک بہت عزیز دوست جن کی زبان میں اب تک کوئی خرابی محسوس نہیں ہوئی تھی، ایک دن مجھ سے گفتگو کے دوران ''آپ بتاؤ'' کہہ گئے۔ یہ سن کے میرے دل کو شدید دھچکا لگا۔ اس کے ردِ عمل میں میری زبان سے کوئی بہت سخت بات نکلنے والی تھی مگر میں نے بڑی مشکل سے اس پر قابو پا کر ان سے کہا کہ اگر دوبارہ آپ کی زبان سے میں نے ایسا کوئی جملہ سنا تو میرے اور آپ کے تعلقات ختم ہو جائیں گے۔ اس کے دو ایک دن کے بعد میرے ایک نو دس سالہ پوتے نے بھی 'آپ آؤ'، 'آپ جاؤ' جیسا کوئی جملہ کہا۔ میں نے اسے ڈانٹا بھی، سمجھایا بھی۔

ایک انڈین ٹی وی چینل کے بچوں کے ایک پروگرام میں جو بچے بہت شوق سے دیکھتے ہیں، ایک کردار کہتا ہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

''ہم آرہا ہوں''، ''ہم ہوں نا'' وغیرہ۔ خیر سے ابھی یہ جملہ یہاں سننے میں نہیں آیا مگر ایک نہ ایک دن رائج ہو ہی جائے گا۔

انڈین ٹی وی کے اسی چینل کے پروگراموں نے ہمارے بچوں کے تلفظ کو برباد کیا ہے۔ دراصل ہندی زبان میں کئی آوازیں اور ان کے نمائندہ حروف ہیں ہی نہیں۔ مثلاً خ، ذ، ز، ض، ظ، اور غ وغیرہ۔ اس میں 'خطرہ' کو 'کھترا'، 'غلام' کو 'گلام'، 'ذرا' کو 'جرا' اور 'قلم' کو 'کلم' وغیرہ بولا جاتا ہے۔ اسی ٹی وی چینل کے پروگرام میں دیکھتے دیکھتے ہمارے بچے بھی اب 'خطرہ' کو 'کھترا' اور 'غلام' کو 'گلام' کہنے لگے ہیں اور اب ان کا تلفظ درست کرانا بہت مشکل ہوگیا ہے۔ یہ تو پاکستان پر انڈیا کے ثقافتی اور لسانی حملہ کا نتیجہ ہے۔ اس حملہ کو کامیاب بنانے میں دوسروں کے علاوہ ہمارے بعض ٹی۔ وی ڈرامہ نگار بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔ ایک مثال حاضر ہے۔

عام طور پر جن لوگوں کے بیٹیاں ہوتی ہیں مگر کوئی بیٹا نہیں ہوتا وہ بیٹے کے شوق میں بیٹی کو بھی بیٹا کہہ کے مخاطب کر لیتے ہیں۔ مگر افعال وضمائر وغیرہ بدل کر اس کی جنس نہیں تبدیل کرتے۔ لیکن ایک ٹی وی ڈرامہ میں باپ بیٹی سے کہتا ہے، بیٹے آپ کہاں جارہے ہو۔ واپس کب آؤ گے وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح کسی سیاسی لیڈر نے بھی اپنے کسی سیاسی جلسہ میں اپنی مقامی یا مادری زبان کے زیرِ اثر عوام کو مؤنث بنا دیا۔ کچھ یوں کہہ دیا کہ ''عوام کیا چاہتی ہے یا عوام کیا کہتی ہے'' وغیرہ۔ اس طرح عوام کی جنس ہی بدل گئی۔ اب اکثر تقاریر اور ٹی وی مذاکروں میں بھی بظاہر پڑھے لکھے حضرات بھی ''عوام'' کو مؤنث سمجھ کر ''عوام یہ چاہتی ہے''، ''عوام یہ کہتی ہے'' وغیرہ وغیرہ کہتے ہیں۔

اگر ہم اردو کے صرفی ونحوی قواعد اور زبان کے اصولوں کی مسلسل اور باضابطہ پامالی پر غور کریں تو صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت اردو کو ختم کر کے ایک نئی لسانی ثقافت رائج کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ کس کا منصوبہ ہے؟ انڈیا کا، کسی دوسری بین الاقوامی طاقت کا، یا کسی تیسرے مفاد پرست طبقہ کا؟ بین الاقوائی سیاست اور پاکستان کے دوست نما دشمنوں کے معاملات پر گہری نظر رکھنے والے اور خود پاکستان کے اندر مفاد پرست اور اغیار کے مفادات کے لیے کام کرنے والوں کے معاملات کو سمجھنے والے اس سوال کا جواب آسانی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ باخبر حلقوں کے مطابق تعلیم کے نام پر بعض غیر ملکی پاکستان مخالف اور اسلام دشمن عناصر یا حکومتوں کی مدد سے قائم کئے جانے والے اداروں کا اصل مقصد اور ان کی ذمہ داری ہی یہی ہے کہ پاکستان سے اردو کو ختم کر دیا جائے۔ کیوں؟ اس کا جواب تو یہ ادارے قائم کرنے والے ہی دے سکتے ہیں، مگر جب ہم غور کرتے ہیں تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اردو میں دینی، علمی اور ادبی کتب ورسائل وجرائد وغیرہ کا عظیم ذخیرہ رفتہ رفتہ دریا برد یا طاقِ نسیان کی نذر کر دیا جائے اور اس طرح دین و

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مذہب، علومِ دینی اور شعر و ادب سے آنے والی نسلوں کا رشتہ منقطع کر کے انہیں ان چیزوں سے بیگانہ کر دیا جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک کوئی نئی نہیں ہے۔ اردو کو رومن میں لکھنے کی تجویز اسی کا نقطۂ آغاز تھی۔ اسی طرح آزادی کے فوراً بعد انڈیا کے صوبہ ''یو۔ پی'' (اتر پردیش) کی کانگریسی حکومت نے پہلا حملہ اردو پر کیا تھا اور اس کی تعلیم پر پابندی عائد کر دی تھی، جس کا نتیجہ آج یہ ہے کہ یو۔ پی میں عموماً اور اس کے صدر مقام لکھنؤ میں جو انڈیا میں اردو کا سب سے بڑا مرکز تھا، گریجویٹ نوجوان اپنا نام اردو میں نہیں لکھ سکتے۔ وہ تو کہیئے کہ بعض مذہبی رواسم و روایات کی بدولت مذہب سے ان کا رشتہ باقی رہ گیا ہے۔ مگر محافلِ میلاد اور مجالس وغیرہ کے اشتہارات ہندی میں چھپتے ہیں اور حمد و نعت و منقبت اور سلام وغیرہ ہندی رسم الخط میں لکھ کر پڑھے جاتے ہیں۔ اس طرح ان کا تعلق اردو کے عظیم دینی، علمی اور ادبی اثاثہ سے ختم ہو گیا ہے جس سے وہ اب کبھی استفادہ نہیں کر سکیں گے۔

کیا اصل اردو کی جگہ ایک بگاڑی ہوئی زبان یا ایک نئی لسانی ثقافت رائج کرنے سے ہماری آنے والی نسلیں اپنی دینی، علمی اور ادبی میراث سے استفادہ کر سکیں گی؟ رفتہ رفتہ اردو کی مکمل تباہی کے بعد نہ وہ اب تک کے اردو کے ذخیرہ کو پڑھ سکیں گی، نہ سمجھ سکیں گی۔

کیا یہ اردو زبان، پاکستان اور اسلام کے لیے لمحۂ فکریہ نہیں ہے؟ کیا اس پر ہم کو تشویش نہیں ہونا چاہیے؟ مگر بحث میں شامل ایک بہت معزز محترمہ نے نہ صرف یہ واضح کر دیا ہے کہ انہیں ذاتی طور پر کوئی تشویش نہیں بلکہ یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ''اردو نواز سامعین و ناظرین..... اگر اپنا نام بھی چمکانا ہو تو ماشاء اللہ اخبارات کی کمی نہیں ہے۔ کالم لکھیں، مضامین لکھیں، مراسلے تحریر فرمائیں۔'' گویا علمی و ادبی مباحث میں حصہ لینے والے اپنا نام چمکانے کے لیے قلم اٹھاتے ہیں۔ لہٰذا اگر اس الزام سے بچنا ہو تو قلم توڑ ڈالیے۔ نہ کسی موضوع پر بحث کی ضرورت، نہ اس پر قلم اٹھانے کی۔

ایسی ہی ایک مثال اور ملاحظہ ہو۔ جب چند سال پہلے ''جنگ'' میں اردو کے حروفِ تہجی کے بارے میں بحث چل رہی تھی، اس پر راقم الحروف کے دو مضامین شائع ہوئے تو ساتھ ہی کسی صاحب کی یہ تحریر بھی شائع ہوئی کہ ساحر لکھنوی نے اردو کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ جہاں اس ذہنیت کے ساتھ مباحث کو دیکھا جاتا ہو، وہاں کسی بحث میں حصہ لینا اپنی عزت و وقار کو داؤ پر لگانے کے مترادف ہے۔ مگر کیا اس ڈر سے قلم روک لینا چاہیے؟

اس سلسلہ میں ایک نکتہ نظر گذشتہ دنوں ٹی وی کے ایک چینل کے ایک محترم پروڈیوسر صاحب سے ملاقات میں سامنے آیا۔ دورانِ گفتگو موضوع پر بھی بات نکل آئی۔ ہم نے جو 'آپ آؤ'، 'آپ جاؤ' اور 'عوام کہتی ہے' وغیرہ کا حوالہ دیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تو بولنے کی زبان ہے۔ اس میں کیا حرج ہے۔ لکھنے کی زبان تو الگ ہوتی ہے۔ ہم حیران رہ گئے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عرض کی کہ آج اور زندگی بھر 'آپ آؤ'، 'آپ جاؤ' وغیرہ بولنے کے عادی لکھتے وقت 'آپ آیئے'، 'آپ جایئے' اور 'عوام احتجاج کر رہے ہیں' یا 'عوام انقلاب چاہتے ہیں' وغیرہ کیسے لکھیں گے۔ دوسرے یہ کہ زبان کوئی بھی ہو، اس کے صرفی اور نحوی قواعد ہوتے ہیں۔ جو زبان کسی قاعدہ قانون کی پابند نہ ہو، اسے زبان نہیں، بولی ٹھولی کہا جاتا ہے۔ اب اردو جیسی فصاحت و بلاغت وغیرہ کے اصولوں سے مزین زبان کو قواعد وضوابط سے محروم کر کے پراکیرتوں کے دور میں لے جا کے دفن کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

اردو کی تباہی اور بربادی میں دانستہ یا نادانستہ طور پر بعض ان بزرگ ادبی شخصیتوں نے بھی کردار ادا کیا ہے، جو زندگی بھر اردو کی کمائی کھاتے رہے۔ آج سے کوئی پندرہ سولہ سال پہلے اردو کے ایک معروف استاد شاعر کی ایک غزل ''روزنامہ جنگ، کراچی'' میں اس ذیلی عنوان کے تحت شائع ہوئی ''نئے مصادر کی تسکیک معہ مشتقات''۔ یہ مصادر اور مشتقات کیا تھے؟ 'برق' سے 'برقانا'، 'برف' سے 'برفانا' اور 'قلم' سے 'قلمانہ' وغیرہ ردیف معہ قوافی: وہ مجکو برقاتی تو اچھا تھا، وہ مجھکو برفاتی تو اچھا تھا، وہ مجکو قلماتی تو اچھا تھا وغیرہ۔ شاید موصوف کے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ سماعی مصادر کی بنیاد پر بقاعی مصادر نہیں بنائے جاتے۔ ہم نے اس وقت بھی تعمیر کے نام پر اردو کی اس تخریب پر احتجاج کیا تھا جو کراچی کے ایک مرحوم ادبی جریدہ میں مضمون کی صورت میں شائع ہوا تھا، جس میں طنز و مزاح کی چاشنی ان محترم کو بہت تلخ معلوم ہوئی اور وہ برا مان گئے۔ اس مضمون میں بھی ہم نے یہ سوال اٹھایا تھا کہ زندگی بھر اردو کی بدولت پیسہ اور شہرت حاصل کرنے والے اب اسی بیچاری اردو زبان کی تباہی کے درپے کیوں ہیں؟ مگر جواب کون دیتا۔

آخر میں پاکستان کے تمام ''منصبی سرپرستان و نگہبانان و محافظانِ اردو سے معذرت کے ساتھ انتہائی افسوس اور دکھ بھرے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے عرض ہے کہ اردو کی محبت، اس کی خدمت اور ترویج و تحفظ وغیرہ کے دعووں کی بنیاد پر بڑے بڑے سرکاری عہدے حاصل کرنے والوں کی طرف سے اردو زبان کی اس تباہی اور اس کے اصول و قواعد کی پامالی پر آج تک کسی احتجاج یا مذمت تک کا ایک لفظ بھی نہ پڑھا نہ سنا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ اس صورتِ حال سے قطعاً لاعلم ہیں یا انہیں اس کی کوئی پروا یا اس پر کوئی تشویش نہیں ہے، یا پھر ان کی نظر میں جو کچھ ہو رہا ہے، سب ٹھیک ہے۔ ایسے میں ان سے کیا توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اس صورتِ حال کی اصلاح اور اردو کو تباہی سے بچانے کے لیے کوئی اقدام کریں گے۔'' **وما علینا الا البلاغ** ''

مضمون میں اختصار کی ضرورت کے پیشِ نظر ہم نے ابھی صرف ایک پہلو پر گفتگو کی ہے۔ بحث جاری رہی تو انشاءاللہ دوسرے پہلوؤں پر بھی گفتگو کریں گے۔

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جدیدیت اور زبان و ادب

حضرت ساحر لکھنوی

زمانے آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔اس آنے جانے کے عمل کے نتیجہ میں تہذیبیں بدلتی ہیں، معاشرہ میں تبدیلی آتی ہے اور زبان وادب بھی تغیر پذیر ہوتے ہیں۔ ہر آنے والا زمانہ عہدِ جدید کہلاتا ہے اور جب وہی آنے والا آج گذشتہ کل بن جاتا ہے تو اسی پر قدامت کی مہر لگ جاتی ہے۔ ہر جدید عہد میں واقع ہونیوالے تہذیبی، معاشرتی اور ادبی تغیرات کو قبول کرنا عقل کا تقاضہ اور وسعتِ فکر اور کشادہ دلی کی دلیل ہوتا ہے۔مگر مشاہدہ، تجربہ، عقل اور ان تغیرات کا سنجیدہ مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ ہر قسم کا تغیر اور ہر طرح کی تبدیلی کسی بھی عہد میں اور کسی بھی زاویہ فکر سے کلیتہً مستحسن نہیں کہی جاسکتی۔ یقیناً کچھ تغیرات تعمیری اور خوشگوار ہوتے ہیں تو بعض غیر تعمیری، نامناسب اور ناپسندیدہ بھی ہوتے ہیں جن کو اگر ایک طبقہ اپنے مزاج سے ہم آہنگ پاکر نہ صرف قبول کر لیتا ہے بلکہ شد و مد سے ان کی حمایت بھی کرتا ہے، تو ایک طبقہ ایسا بھی ہوتا ہے جو ان کو غیر معقول اور غیر مفید سمجھ کر قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ جہاں تک زبان وادب میں تغیرات کا سوال ہے، ان سے دلچسپی اور ان کے نیک و بد پر نظر رکھنے والوں کا تعلق اہلِ علم، اہلِ نقد و نظر اور دانشوروں کے طبقہ سے ہوتا ہے، جن سے بجا طور پر ایک معقول، متوازن اور منطقی نقطۂ نظر کی توقع کی جاتی ہے۔عہدِ موجود میں بھی زبان وادب میں انقلابی تبدیلیاں ہوئی ہیں، جن کی حمایت کرنے والوں کی تعداد غالب اکثریت کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو تھوڑے بہت لوگ زبان وادب میں بعض تبدیلیوں کو ناپسندیدہ سمجھ کر ان پر معترض ہوتے ہیں انہیں دقیانوسی، تنگ نظر، جدید عہد کے تقاضوں سے بے خبر اور طرزِ کہن پر اڑنے والے کہا جاتا ہے۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیا واقعی عہدِ جدید کی ہر تبدیلی ہر اعتبار سے مثبت، مفید اور مستحسن ہے یا ہوتی ہے؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ اگر کچھ نئی باتیں اچھی ہیں، تو کچھ اچھی نہیں۔اس وقت گفتگو کے دائرے کو زبان اور شعری ادب تک محدود رکھنا ہے۔

زبان وادب میں ہر زمانہ میں تبدیلیاں آتی ہیں۔ جہاں تک زبان کا تعلق ہے، اس میں نئے معاشرہ، نئے حالات، مقامی اور بین الاقوامی زبانوں کے اثرات اور سائنسی ایجادات و اصطلاحات وغیرہ کے حوالے سے نئی نئی لفظیں داخل ہوتی ہیں، جبکہ کچھ غیر مستعمل ہو کر خود بخود متروک ہو جاتی ہیں۔ کبھی کبھی بعض لفظوں کے معانی و مفاہیم بھی بدل جاتے ہیں۔مگر جہاں تک زبان کے اصول و قواعد یا صَرف و نحو کا تعلق ہے، ان میں تبدیلیاں غیر مستحسن اور ناقابلِ قبول ہوتی ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک عمارت میں رہنے والے اپنی بدلتی ہوئی ضروریات کے پیشِ نظر کہیں سے کوئی تعمیر شدہ حصہ گرا دیتے ہیں اور کسی دوسرے حصہ پر کوئی نئی چیز تعمیر کرواتے ہیں یا گرائے ہوئے حصہ کو نئی ضروریات کے مطابق دوبارہ کسی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دوسرے طریقہ سے تعمیر کرواتے ہیں۔ مگر شکست وریخت اور تخریب وتعمیر کے اس عمل میں عمارت کی بنیادوں کو متزلزل نہیں کیا جاتا اس لیے کہ اس طرح پوری عمارت کے گر جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ زبان میں اصول وقواعد بھی بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں کوئی تبدیلی بھی اس عمارت کی تباہی کا باعث ہوسکتی ہے، چاہے وہ دورِ جدید کے تقاضوں کے نام ہی پر کیوں نہ کی جائے، اس لیے وہ کبھی قابلِ قبول نہیں ہوسکتی۔ اگر اس بات کو ہم دوسری زبانوں کے حوالے سے سمجھنے کی کوشش کریں تو بات زیادہ آسانی سے سمجھ میں آجائے گی۔ مثلاً اردو میں کوئی 'آپ آؤ'، 'آپ جاؤ' کی طرح کوئی شخص انگریزی میں یہ کہے کہ "I is a student" یا "You is a good boy" یا جرمن میں "Das kapital" کو "Die Kapital" یا "Der Kapital" کہے یا "Guten Tag" کے بجائے "Gute Tag" یا "Dasist sehr gut" کے بجائے "Das sind sehr gut" کہے یا مثلاً فارسی میں "آوازِ سگاں کم نہ کند رزقِ گدارا" میں 'کند' کے بجائے 'کنی' پڑھے یعنی 'آوازِ سگاں کم نہ کنی رزقِ گدارا' یا مثلاً عربی میں 'ما' کی جگہ 'لا' کہے تو کوئی اہلِ علم اور متعلقہ زبان جاننے والا اس کو صحیح اور درست تسلیم نہیں کرے گا بلکہ اس کو جہل اور بے علمی سے تعبیر کرے گا۔ یہ سلوک صرف اردو کے ساتھ روا رکھا جارہا ہے کہ فصاحت وبلاغت کے اصولوں سے لے کر صرف ونحو کے قواعد تک جدیدیت کے نام پر قدیم اور فرسودہ کہہ کر مسترد کیے جارہے ہیں اور زبان کو علمی اور ادبی سطح سے گرا کر عامی اور قصباتی زبان کی سطح پر لایا جارہا ہے۔

اسی طرح اگر ہم شاعری کے متعلق غور کریں تو یہ معلوم ہوگا کہ یہ ایک باقاعدہ علم ہے، جس میں منضبط طور پر اصول وقواعد موجود ہیں، جو اس کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں عروض ومعانی وبیان وخواص وغیرہ شامل ہیں۔ شاعری کے لیے یہ علم حاصل کرنا لازمی ہے۔ اردو شاعری میں زمانہ کے تقاضوں اور بین الاقوامی سیاسی اور ادبی اثرات کے تحت انقلابی تبدیلیاں آئیں۔ آزاد نظم سے لے کر نثری نظم تک نئے اصنافِ سخن کے طور پر اس میں داخل ہوگئیں۔ مگر مروجہ اصناف مثلاً غزل، رباعی، قصیدہ، مرثیہ وغیرہ کی حیثیت اور اصولوں میں کوئی تبدیلی قابلِ قبول نہیں سمجھی گئی۔ جو شعراء ان اصناف میں مشقِ سخن کرنے کے باوجود ان کے معینہ اصولوں یعنی عروض وقوافی وغیرہ کی پابندی نہیں کرتے، انہیں بحیثیت شاعر کوئی اعتبار حاصل نہیں ہوتا۔ مگر ان کی غلطیوں کی نشاندہی کی جائے تو اپنی بات رکھنے کے لیے وہ اس پر جدیدیت کا لیبل لگا دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ اصول وقواعد فرسودہ ہوچکے، اب ان کا زمانہ نہیں ہے۔ یہی صورتِ حال زبان کے متعلق بھی ہے۔ اسی طرح جدیدیت کی آڑ لینا اور ہر غلطی کو یہ کہہ کر جائز قرار دینا کہ ہمیں اب انیسویں صدی کے بنائے ہوئے اصول وقواعد کی ضرورت نہیں، جیسا کہ محترم پروفیسر ڈاکٹر عقیل رضوی صاحب نے مولانا شمس صاحب کے مضمون کے جواب میں "طلوعِ افکار" کی ماہِ جون ۱۹۹۰ء کی اشاعت میں لکھا۔ کیا یہ جدیدیت کے تصور کی صحیح تعبیر ہے؟

میری اس گفتگو کی محرک آج کل کی شاعری اور شعرائے کرام حتیٰ کہ نقاد حضرات کے رویے ہیں۔ مثلاً بعض

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

شعراء 'یاد' اور 'شاد' کے ساتھ 'بعد' کو بھی قافیہ بنا دیتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو قوافی کے اصولوں کا علم نہیں اور وہ ''ردیف'' اور ''قافیہ'' وغیرہ سے قطعی ناواقف ہیں۔ اسی طرح 'ابر'، 'عصر'، 'نشر' اور 'مکر' کو ہم قافیہ قرار دیا جاتا ہے، اور 'ماموں' اور 'شاموں' کے ساتھ 'نگاہوں' اور 'محبتوں' وغیرہ کو قافیہ بنا دیا جاتا ہے، جو اصولِ ''ایطاء'' سے لاعلمی کی دلیل ہے۔ عروض، قوافی اور ایطاء کے اصول تو موٹی موٹی اور بنیادی باتیں ہیں جن سے مبتدی شعراء کو بھی باخبر ہونا چاہیے، ورنہ شاعری کا علم تو بہت وسیع ہے۔ اسی طرح ایک چیز 'شتر گربہ' ہے، جس سے عام بول چال میں بھی اجتناب کیا جاتا ہے اور جو اس کا لحاظ نہیں رکھتا اس کو ہر معقول شخص خواہ وہ قدامت پسند ہو یا جدیدیت پرست، زبان سے ناواقف اور جاہلِ محض سمجھتا ہے۔ بدقسمتی سے اس شتر گربگی کو باقاعدہ زبان میں داخل کرنے کی شعوری اور ارادی کوششیں ہو رہی ہیں جن میں ہمارا ٹیلی ویژن پیش پیش ہے۔ چنانچہ اب ڈرامہ نگار حضرات ٹی وی ڈراموں میں باقاعدگی کے ساتھ 'آپ آؤ'، 'آپ جاؤ'، 'آپ بیٹھو' وغیرہ کرداروں کی زبان سے ادا کرواتے ہیں۔ کیا یہ اردو کو تباہ کرنے کی ایک کھلی ہوئی سازش نہیں ہے؟ کیا اس کو بجا طور پر جدیدیت کا تقاضہ کہا جا سکتا ہے؟ مگر اس سے زیادہ قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ بڑے بڑے تعلیم یافتہ اردو دان شعراء اپنے کلام میں شتر گربہ نظم کرتے ہیں اور اعتراض پر بات جدیدیت تک آ جاتی ہے۔ اب شاعری کا سارا حُسن لفظوں کی نئی پیکر تراشی اور نئی تراکیب میں سمجھا جاتا ہے جن میں سے اکثر لایعنی اور مہمل ہوتی ہیں۔ ان کے متعلق ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے اس رائے کا اظہار کیا ہے:۔

''آج کے شاعر کے پاس خیالات ہی کی کمی نہیں، وہ الفاظ کے افلاس کا بھی شکار ہے۔ چوٹی کے چند شاعروں کو چھوڑ کر ہماری نئی نسل جو اس دولت سے محروم ہے، بے معنی تراکیب کو تراش کر اپنی شاعری کے کوڑھی جسم پر ایسا لباس چڑھانا چاہتی ہے جس کی خوبی صرف اس کی ندرت اور انوکھا پن ہے، جس پر کچھ نہیں تو ایجادِ بندہ ضرور صادق آ سکے۔'' (مقدمہ قصائدِ ذوق، مرتبہ: سر شاہ محمد سلیمان)

جہاں تک نقاد حضرات کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں کہ ادب میں ان کا کردار ایک جمہوری حکومت میں حزبِ اختلاف کے کردار کی طرح ہوتا ہے۔ وہ اپنی تعمیری تنقید سے شعراء کو روکتا ٹوکتا رہتا ہے اور فکری و فنی بے راہ روی کے راستے بند کر کے شعر و ادب کو تباہ ہونے سے بچاتا رہتا ہے۔ مگر عہدِ حاضر میں بعض نقاد حضرات کا رویہ خود ہی تعمیری نہیں ہے۔ بسا اوقات تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ وہ خود بھی زبان اور شاعری کے اصولوں سے واقف نہیں۔ نقاد کے لیے لازم ہے کہ وہ اصولِ شاعری سے پوری طرح واقف ہو اور شعر کے حُسن و قبح کو پرکھنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ زبان کی خوبیوں اور خامیوں سے آگاہ ہو اور الفاظ کے معانی اور محلِ استعمال سے باخبر ہو۔ ان میں سے کسی ایک چیز کی کمی بھی منصبِ تنقید نگاری کے منافی ہے۔ مگر افسوس کہ بعض نقاد حضرات ان سب خصوصیات اور شرائط کو فرسودہ خیال کرتے ہیں اور تنقید کرتے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وقت کچھ خاص نظریات اور محرکات ہی کو پیشِ نظر رکھتے ہیں جن کو جدیدیت کا تقاضہ کہا جائے۔ مثال کے طور پر تنقید کا ایک انداز دیکھئے۔ ایک مسدس کا بند ہے:

آہٹ ، الاپ ، بول ، نفس ، کھلبلی ، کھنک
پتھراؤ ، سائیں سائیں ، گھٹا ، چھپچھپے ، چٹک
جھنکار ، مد و جزر ، ادا ، لحن ، دھن ، خروش
تکرار ، شور ، گونجے ، روانی ، سرک ، دھمک
ہر دم رواں بساطِ گمان و یقین پر
کتنے اخوں سے بول رہی ہے زمین پر

اس بند پر ایک آج کے بہت بڑے نقاد کی رائے ملاحظہ کیجئے:

''اس بند میں آواز کی مختلف صورتوں کو جس ترنم، شائستگی اور روانی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اس سے ہمارے کانوں میں مختلف قسم کی آوازیں گونجنے لگتی ہیں اور اس کے ساتھ ہی تمدنی ارتقاء میں آواز کا کردار بھی واضح ہونے لگتا ہے۔ یہاں آواز کی مختلف صورتوں کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ کو جس سہولت اور روانی سے باندھا گیا ہے، اس سے حضرت جوشؔ ملیح آبادی کی یاد آجاتی ہے۔''

نقادِ محترم کی اس رائے کو پڑھ کر ایک بار پھر بند کو پڑھیئے۔ اس سے قطع نظر کہ پورے بند کو پڑھ کر بھی یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ کس چیز کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ آپ خط کشیدہ الفاظ ملاحظہ کیجئے۔ یعنی نفس، کھلبلی، پتھراؤ، گھٹا، مد و جزر، ادا، تکرار، روانی اور سرک ان میں سے کوئی چیز بھی آواز یا آواز کا روپ نہیں ہے مگر محترم نقاد نے محترم شاعر کی تائید میں ان سب الفاظ کو آواز کے مختلف روپ قرار دیا ہے اور ان میں ترنم، شائستگی اور روانی بھی محسوس کی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ان سارے لفظوں سے ان پر تمدنی ارتقاء میں آواز کا کردار بھی واضح ہوگیا۔ اس جملہ کی بلاغت اور معنویت پر تو وہی روشنی ڈال سکتے ہیں مگر ان کا ان خط کشیدہ لفظوں کو آواز کے روپ سمجھ کر داد دینا موصوف کے مبلغِ علم، اندازِ تنقید اور شعر فہمی کی صلاحیت پر خود ایک واضح تبصرہ ہے مگر کیا اس طرف توجہ دلانے پر فرسودہ اصولوں اور جدیدیت کے تقاضوں کی بات سے معترض کو مطعون اور تنقید کو معتبر بنایا جا سکتا ہے؟ اسی طرح لغت میں بھی تصرفات کئے جا رہے ہیں اور لفظوں کو غلط معانی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک مثال پیشِ خدمت ہے۔ ایک شاعر نے ''پاداش'' کی لفظ کو انعام اور جزا کے معنوں میں استعمال کیا۔ میں نے ایک بہت محترم نقاد سے جو میرے کرم فرما بھی ہیں اس کا تذکرہ کیا اور پوچھا کہ کیا اس محل پر یہ لفظ صحیح استعمال ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ بالکل صحیح ہے۔ میں نے حیرت سے کہا کہ 'پاداش' کے معنی تو سزا کے ہیں۔ انہوں نے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

فرمایا کہ بیان ان معنوں میں نہیں ہے۔ عرض کی کہ دوسرے کوئی معنی ہیں ہی نہیں۔ جواب دیا کہ غالبؔ نے کہا ہے۔

''اس میں کچھ شائبہ خوبیٔ تقدیر بھی تھا''

حالانکہ یہاں 'شوئ' تقدیر' کہنا چاہیے تھا۔ میں نے پھر عرض کی کہ زبان جاننے والے جانتے ہیں کہ آدمی جب اپنے ہی حالات پر طنز کرتا ہے تو اس طرح کہتا ہے مثلاً ''یہ بھی تقدیر کی خوبی ہے کہ سونے کو ہاتھ لگا نہیں، تو مٹی ہو جاتا ہے'' یا ''ماشاءاللہ ہمارے صاحبزادے اتنے بہادر ہیں کہ چوہے سے ڈرتے ہیں''۔ مگر جب کسی دوسرے کے لیے کہا جائے کہ 'یہ تمہاری حق آگہی کی پاداش ہے' تو 'جزا' اور 'انعام' کا کوئی تصور نہیں پیدا ہو سکتا۔ یہاں صاف صاف یہ معنی پیدا ہوتے ہیں کہ نہ تم حق آگہی کی منزل میں آتے نہ یہ سزا بھگتنا پڑتی۔ صاف ظاہر ہے کہ شاعر کو پاداش کے معنی نہیں معلوم تھے۔ اس نے انعام کے معنوں میں سمجھ کر لفظ کو نظم کر دیا۔ اس فاش غلطی پر نقاد کا فرض تھا کہ شاعر کو تنبیہ کرتا مگر بجائے اس کے موصوف کا اصرار ہے کہ اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ اس سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ آخر میں انہوں نے وہی طرزِ کہن پر اڑنے اور جدیدیت کے تقاضوں سے بے بہرہ ہونے کا فتویٰ یہ کہہ کر صادر کیا کہ اس قسم کے اعتراضات اور تنقید نیازؔ فتحپوری کے زمانہ تک تھی اور ان کے ساتھ ہی ختم ہو گئی۔ پھر عرض کیا کہ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اب زبان و بیان کے کوئی اصول قابلِ قبول نہیں اور عہدِ جدید کا شاعر خرد کو جنوں کہے یا جنوں کو خرد سب صحیح ہے اس لیے کہ اس کا دامنِ فکر نیازؔ فتحپوری کی دقیانوسیت سے آلودہ نہیں ہوا ہے؟ اس پر انہوں نے از راہِ لطف و کرم فرمایا کہ نہیں ایسا نہیں ہے۔ ایک مثال اور ملاحظہ ہو: ایک شاعر نے ''حدِ چورس'' نظم کیا۔ اب یا تو شاعر موصوف کو یہ نہیں معلوم کہ فارسی اور ہندی لفظوں کو فارسی ترکیب سے مضاف نہیں کیا جا سکتا۔ یا پھر شاید انہیں یہ نہیں معلوم کہ ''چورس'' فارسی نہیں، ہندی ہے۔ مگر کسی نقاد نے اس کی طرف کوئی اشارہ بھی نہ کیا۔ اگر کوئی ادھر متوجہ کرے تو جواب غالباً یہی ہوگا کہ یہ سب اصول اور قاعدے ناسخؔ کے بنائے ہوئے تھے جن کو ہم منسوخ کرتے ہیں۔ اس لیے کہ بقول پروفیسر ڈاکٹر عقیل رضوی صاحب کے اب ہمیں انیسویں صدی کے لکھنؤ کی زبان کے اصولوں اور قاعدوں کی ضرورت نہیں ہے۔

اس ساری گفتگو کے پیشِ نظر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ:

۱۔ زبان و شعر و ادب کے حوالے سے جدیدیت کا مفہوم کیا ہے؟

۲۔ کیا جدیدیت کا تقاضہ یہ ہے کہ زبان کے ہر اصول اور قاعدۂ صرف و نحو کو اس بناء پر مسترد کر دیا جائے کہ یہ ناسخؔ اور نیازؔ فتحپوری کے زمانہ کی باتیں ہیں؟ مثال میں ''حدِ چورس'' کی ترکیب اوپر پیش کی جا چکی ہے، جس میں فارسی لفظ کو ہندی سے مضاف کیا گیا ہے۔

۳۔ کیا لفظوں کو غلط معنوں میں استعمال کرنا بھی جدیدیت کا تقاضہ ہے؟ جیسے کہ ''پاداش'' کی مثال اوپر دی گئی اور جس قسم کی غلطیوں پر اہلِ علم جاہل کہہ کر تمسخر اور نفرین کرتے رہے ہیں۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۴۔ کیا زبان (اردو) جو سینکڑوں برس کے ارتقائی عمل اور اصلاحات کے بعد ایک اعلیٰ، خوبصورت اور فصیح و بلیغ شعری اور ادبی زبان کے طور پر نکھر اور سنور کے سج دھج کے ساتھ بامِ عروج پر آئی تھی اس کو پھر اسی منزل پر واپس پہنچا دیا جائے جہاں نہ اصول و قواعد ہوں، نہ فصاحت و بلاغت کے معیار، نہ لفظوں کے کوئی معنی ہوں، نہ رسمِ صفت اور فعل کی کوئی تخصیص، یعنی زبان کو اہلِ علم کی زبان نہ رہنے دیا جائے اور اسے اس سطح پر لے آیا جائے جو قصباتی ماحول کی پیداوار اور جہالت کی آئینہ دار ہوتی ہے؟

۵۔ کیا اصولی اور پابند شاعری کے سارے اصولوں کو کالعدم قرار دینا بھی جدیدیت کا تقاضہ ہے۔ مثلاً قوافی، شتر گربہ اور ایطاء وغیرہ جس کی مثالیں اوپر پیش کی گئی ہیں۔ کیا اس طرح شاعری کی فنی حیثیت کو ختم کر کے اس کو ہر اصول سے آزاد کر دیا جائے۔ اگر ہاں، تو کیا اس طرح شیوۂ اہلِ نظر کی آبرو جاتی نہ رہے گی اور کیا شاعری ذریعۂ عزت رہ جائے گی؟

۶۔ کیا دنیا کی دوسری ترقی یافتہ زبانوں مثلاً انگریزی، جرمن اور فرانسیسی وغیرہ میں بھی جدیدیت کا یہی مفہوم سمجھا گیا ہے اور ان کو لغت اور گرامر کے ہر اصول سے آزاد کر دیا گیا ہے؟

۷۔ کیا نقاد حضرات کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ ہر قسم کے اثرات سے آزاد رہ کر پوری دیانت داری کے ساتھ سچی تنقید لکھیں اور اپنے قلم کو فکر و فن کی ایسی ناقص اور جھوٹی کسوٹی نہ بنائیں جو سونے کو پیتل اور پیتل کو سونا بتاتی ہو؟ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ نقاد حضرات ہی اپنی تنقید کو اعتبار کی منزل میں لا کر زبان اور شاعری کے فن کو تباہی سے بچا سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اس کی ضرورت محسوس کرتے ہوں۔

برصغیر کے تمام اہلِ علم، اہلِ قلم اور اہلِ نظر حضرات سے جو اردو کا درد اپنے دل میں رکھتے ہوں اور اس زبان کی آبیاری اور ترقی میں جنہوں نے اپنی زندگیاں صرف کی ہوں، وہ ان سوالوں پر سنجیدگی سے اظہارِ خیال کریں۔ اختلافِ رائے کا حق ہر ایک کو حاصل ہے اور ہر طرح کی آراء سامنے آنے سے مسئلہ پر زیادہ بہتر طور پر روشنی پڑ سکے گی۔ اس سے کم از کم یہ طے تو ہو جائے گا کہ صحیح کیا ہے، اور غلط کیا؟ آیا جدیدیت کے نام پر زبان و ادب کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا گیا ہے، عصری، علمی، ادبی اور تہذیبی تقاضوں کے لحاظ سے وہی درست اور مناسب ہے یا یہ کہ زبان و شعر و ادب کے سارے اصولوں اور لغات کو مسترد کر کے علم اور بے علمی، آگہی اور جہل کو ایک سطح پر رکھ کے جدیدیت کی آڑ میں زبان و شعر و ادب کو تباہی کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔

مجھے امید ہے کہ زبان و شعر و ادب پر گفتگو کرنے کے اہل اور مجاز سب اہلِ علم اور اہلِ فکر اس موضوع کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس پر اظہارِ خیال کر کے مجھ جیسے بے علم اور زبان و بیان کے بارے میں متضاد رویوں سے تذبذب کا شکار رہنے والوں کی راہنمائی بھی فرمائیں گے اور زبان و شعر و ادب کا ایک واحد اور قابلِ قبول معیار بھی مقرر کر دیں گے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

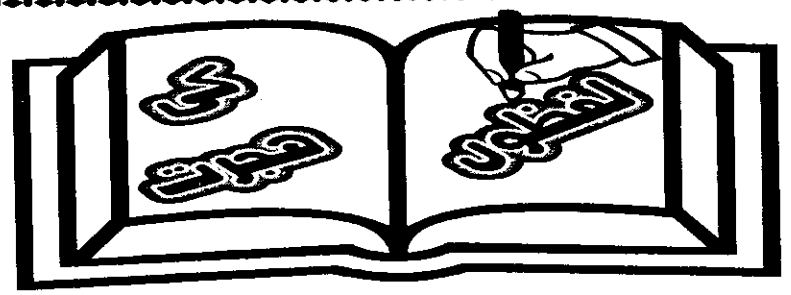

سیّد قائم مہدی ساحؔر لکھنوی

جی ہاں، لفظ بھی ہجرت کرتے ہیں۔ جس طرح سیاسی، معاشی یا سماجی عوامل سے مجبور ہو کر انسان ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کر جاتے ہیں اور موسمی حالات، غذا کی کمی اور دوسرے اسباب کی بناء پر جانور بھی خصوصاً پرندے اپنے مقام سے ہجرت کر کے دوسرے علاقوں میں چلے جاتے ہیں اسی طرح لفظ بھی ایک زبان سے دوسری زبان تک ہجرت کر جاتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ لفظوں کی ہجرت کسی مجبوری کی بناء پر نہیں ہوتی۔ یہ تو محبت کی علامت اور چاہت کا پیغام ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ انسان یا حیوان ہجرت کرتے ہیں تو اپنے اصل مقام سے ان کا وجود ختم ہو جاتا ہے اور جہاں ہجرت کر کے جاتے ہیں وہاں نئی بستیاں آباد ہو جاتی ہیں اس لیے کہ ان کا وجود مادی ہے اور مادہ ایک وقت میں ایک ہی مقام پر پایا جا سکتا ہے بیک وقت دو یا دو سے زائد مقامات پر وہ موجود نہیں ہو سکتا۔ لیکن لفظ جب ایک زبان سے دوسری زبان تک ہجرت کرتے ہیں تو وہ اپنے اصل نام پر بھی اپنا وجود برقرار رکھتے ہیں اور جہاں ہجرت کر کے جاتے ہیں وہاں بھی موجود ہوتے ہیں۔

انسان ایک علاقے سے ہجرت کر کے دوسرے علاقہ میں آباد ہو جاتے ہیں تو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان پر مقامی رنگ چڑھتا جاتا ہے اور وہ زندگی کے ہر شعبہ میں مقامی اثرات کو غیر ارادی طور پر قبول کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ ان کی معاشرت، ان کی زبان، رہن سہن، کھانا پینا، رسم و رواج، میلے ٹھیلے، شادی بیاہ، لباس، تہوار غرضیکہ ہر چیز میں تدریجی طور پر تبدیلی آتی رہتی ہے حتیٰ کہ سو دو سو سال گزر جانے کے بعد مقامی اور غیر مقامی کی کوئی تفریق باقی نہیں رہتی اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مدتوں پہلے ہجرت کر کے اس علاقے میں آباد ہو جانے والے کون لوگ اور ہمیشہ سے یہاں رہنے والے کون ہیں۔

مقامی اثرات کو قبول کرنے میں اِردگرد کے ماحول اور مقامی لوگوں سے قرابتیں اور معاشرے کے عمومی اقدار کے علاوہ کچھ قدرتی عوامل بھی شامل ہوتے ہیں، مثلاً موسم اور آب و ہوا وغیرہ۔ آب و ہوا کا اثر لب و لہجہ پر خاص طور سے پڑتا ہے۔

اس طرح جب کوئی لفظ ایک زبان سے ہجرت کر کے دوسری زبان میں آباد ہو جاتی ہے تو اس میں بھی کئی طرح

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Ranajabir Abbas

کی تبدیلیاں آجاتی ہیں، مثلاً

۱۔ اس کا تلفظ بدل جاتا ہے؛

۲۔ کبھی کبھی اس کے معنی ومفہوم اور محلِ استعمال بدل جاتا ہے؛ اور

۳۔ کبھی کبھی اس کا اِملا بھی بدل جاتا ہے۔

اس کے اسباب اور اس کی مثالیں بعد میں آئیں گی۔ پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ جب ہم زبان کی بات کرتے ہیں تو اس سے کس گروہ، کس طبقہ یا کن افراد کی زبان مراد ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک معاشرہ میں مختلف طبقوں کے لوگ آباد ہوتے ہیں جن کا لب ولہجہ، لفظیات اور تلفظ وغیرہ ایک ہی زبان بولنے کے باوجود مختلف ہوتا ہے۔ لہٰذا قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو لفظ کسی دوسری زبان سے ہجرت کر کے آتی ہے وہ کس طبقہ کے تلفظ اور محلِ استعمال کے مطابق معیاری سمجھی جائے گی۔

دنیا کی بیشتر زبانیں عموماً اور اردو خصوصاً تین طبقوں میں بٹی ہوئی ہیں۔ ایک طبقہ علمائے دین کا ہے، ایک شرفاء یا خواص کا اور ایک طبقہ عوام کا ہے۔

علمائے دین کچھ اپنے علمی مرتبہ اور عربی دانی کے تقاضوں کے پیشِ نظر اور کچھ فقہی وشرعی مسائل کے بیان میں اصطلاحاتِ علمیہ کے لازمی استعمال کی وجہ سے اپنی روزمرہ کی گفتگو میں بھی زیادہ سے زیادہ عربی الفاظ استعمال کرتے ہیں جس سے زبان ثقیل اور بوجھل ہو جاتی ہے اور عام آدمی کی فہم سے بالاتر ہوتی ہے۔ اس لیے اردو کے حوالے سے علمائے دین کی زبان کو معیاری اور مستند نہیں سمجھا جاتا ہے۔ یہ حضرات اردو میں رائج عربی لفظوں کو بھی عربی تلفظ کے ساتھ بولتے ہیں اور اسی طرح بولنے پر اصرار بھی کرتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ تلفظ بدل جانے سے عربی الفاظ کے معنی بدل جاتے ہیں۔ عربی زبان کی حد تک ان کا یہ مدعا بالکل درست ہے لیکن اردو میں کسی عربی لفظ کے کھپ جانے کے بعد اس اصول کا اطلاق اس پر نہیں ہوسکتا ہے۔ بہرحال علمائے دین کی عربی دانی مسلّم، مگر اردو زبان معیاری اور مستند نہیں سمجھی جاتی۔

عوام کا طبقہ تعلیم کی کمی کی بناء پر بیشتر الفاظ کو صحیح طور پر ادا نہیں کرسکتا، نہ اس کا ''ش''، ''ق'' درست ہوتا ہے، نہ وہ لفظوں کے صحیح محلِ صرف سے آگاہ ہوتا ہے۔ اس کا لب ولہجہ دہقانی یا قصباتی ہوتا ہے اور اس کی زبان، زبان سے کم اور بولیوں سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔ چنانچہ عوام کی زبان کو بھی معیاری اور مستند نہیں سمجھا جاتا۔

شرفاء کی زبان جسے آپ خواص کی زبان بھی کہہ سکتے ہیں شعر وادب کی زبان ہوتی ہے۔ مختلف ادوار میں تجربات کی آگ میں تپ تپ کر سونے سے کندن بنتی ہوئی اور اصطلاحات کی مشّاقی سے نوک پلک کی درستگی کے ساتھ بنتی سنورتی اور نکھرتی ہوئی یہ ہر دور میں شرفاء اور خواص کے نطق وبیان کی زینت بنتی ہے۔ اس کا حُسن محبوبانہ اور اس کا نکھار شاعرانہ ہوتا ہے۔ اس کی لطافت حُسنِ ادا کا سنگار اور اس کا لوچ لب ولہجہ کی بہار ہوتا ہے۔ اس کا تہذیبی عروج معاشرے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بذاتِ خود ایک مستقل زبان ہے جس کا اپنا ایک مخصوص مزاج ہے اور گو کہ اس کے دامن کی وسعت دوسری زبانوں سے ہجرت کرنے والے لفظوں کی آغوش بن جاتی ہے مگر مستقل طور پر صرف انہیں کو قبول کرتی ہے جو اس کے مزاج سے لگا کھاتے ہیں یا خود کو اس کے مزاج میں ڈھال لینے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور جب اس کے مزاج میں ڈھل جاتے ہیں تو اسی کے ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کا ان کی اصل زبانوں یعنی عربی، فارسی، ترکی، انگریزی، فرانسیسی اور پرتگالی وغیرہ سے وہ رشتہ قائم نہیں رہ جاتا جس کا تقاضہ ہو کہ ان کو ان کے اصل تلفظ کے ساتھ ادا کیا جائے اور لازماً ان کے اصل معنوں میں استعمال کیا جائے۔ مشاہدہ ہے کہ اردو میں انگریزی کے زیادہ سے زیادہ الفاظ استعمال کرنے کے شائق اونچی سوسائٹی کے وہ انگریزی داں حضرات جو انگریزوں اور امریکیوں کی طرح خالص برطانوی یا امریکی لہجے میں انگریزی بولنے پر فخر کرتے ہیں وہ بھی جب اردو میں انگریزی الفاظ استعمال کرتے ہیں تو ان کا لہجہ امریکی یا برطانوی نہیں رہ جاتا اور وہ اس طرح ان لفظوں کو ادا کرتے ہیں جس طرح وہ اردو میں رائج ہیں۔ اردو کے معروف اور مستند اہلِ زبان جناب جعفر علی خاں آثر لکھنوی اپنی فرہنگ میں لکھتے ہیں کہ ''اردو بجائے خود ایک زبان ہے جس نے دوسری زبانوں کے الفاظ میں نہ معلوم کیا کیا تصرفات کر ڈالے ہیں''۔ ایک اور جگہ کہتے ہیں کہ ''اردو میں اس قبیل کے نہ معلوم کتنے الفاظ وضع کر لیے گئے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ اردو آزاد زبان ہے، لکیر کی فقیر نہیں''۔

ابتداء کی گفتگو میں یہ بات کہی جا چکی ہے کہ علمائے دین اور عوام کی زبان کے مقابلہ میں خواص یا شرفاء کی زبان جس کو ٹکسالی زبان بھی کہا جاتا ہے، وہی مستند اور معیاری ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی کہی جا چکی ہے کہ ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل ہونے والے لفظوں پر اس ہجرت کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ یہاں ان کو دہرا دینا ضروری ہے۔ چنانچہ پھر ملاحظہ فرمایئے کہ جب کوئی لفظ ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل ہوتا ہے تو اس میں مندرجہ ذیل تبدیلیاں آتی ہیں یا آسکتی ہیں۔

۱۔ بیشتر حالات میں اس کا تلفظ بدل جاتا ہے۔

۲۔ بعض حالات میں اس کے معنی، مفہوم اور محلِ استعمال بھی بدل جاتے ہیں۔

۳۔ کبھی کبھی اس کا املا بھی بدل جاتا ہے۔

اب ان تبدیلیوں کی مثالیں ملاحظہ ہوں جن کا ماخذ ''نور اللغات'' اور ''فرہنگِ آثر'' ہیں جو ''نور اللغات'' کی غلطیوں کی نشاندہی اور تصحیح کے لیے جناب جعفر علی خان آثر نے لکھی تھی۔

تلفظ بدل جانے کی مثالیں:

۱۔ حقارت بمعنی خواری، اہانت، خفت اور سُبکی عربی لفظ ہے۔ اس کا تلفظ عربی میں بالفتح اوّل بروزنِ بصارت ہے مگر اردو میں آکر بالکسر اوّل بروزن اطاعت ہو گیا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۲۔ **حبشی**۔(باشندہ حبش) عربی میں بفتح اوّل ودوم ہے مگر اردو میں بسکون دوم زبانوں پر ہے۔

۳۔ **فرار**۔(بھاگنا) عربی میں بکسر اوّل ہے مگر اردو میں بفتح اوّل زبانوں پر ہے۔

۴۔ **کارد**۔(چھری، چاقو) اصل میں رائے مہملہ موقوف ہے مگر اردو میں بفتح را ہے۔

۵۔ **پلاؤ**۔فارسی میں بفتح اوّل ہے مگر اردو میں کوئی فارسی دان بھی بفتح اوّل نہیں کہتا، سب بضم اوّل کہتے ہیں۔

۶۔ **رفاقت**۔(ہمراہی کرنا) اصل میں بفتح اوّل وچہارم ہے مگر اردو میں بکسرِ اوّل وفتح چہارم ہے۔

۷۔ **رکاب**۔اصل میں بکسرِ اوّل ہے مگر اردو میں بفتح اوّل مستعمل ہے۔

۸۔ **رکابی**۔یہ بھی اصلاً بکسرِ اوّل ہے مگر اردو میں اس کا تلفظ بفتحِ اوّل ہے۔

۹۔ **مقصد**۔عربی میں بکسرِ سوم ہے مگر اردو میں عالم، جاہل، سب بالفتحِ سوم بولتے ہیں۔

۱۰۔ **ساعد**۔یہ بھی عربی بکسرِ سوم ہے مگر اردو تلفظ بفتحِ سوم ہے۔

۱۱۔ **جرس**۔عربی میں بسکون را ہے مگر فارسی اور اردو میں دونوں میں بفتح را ہے۔لکھنؤ اور دہلی سے لے کر لاہور اور کراچی تک کوئی بسکون را نظم نہیں کرتا اور نہ بولتا ہے۔

۱۲۔ **صفر**۔عربی میں بالکسر ہے مگر اردو میں بالکسر بفتح دوم رائج ہے۔

۱۳۔ **صندوق**۔عربی میں بضمِ اوّل ہے مگر فارسی اور اردو میں بفتحِ اوّل۔عوام وخواص میں کوئی بھی بضمِ اوّل نہیں بولتا۔

۱۴۔ **شمہ**۔عربی میں بالفتح وتشدید دوم مفتوح ہے (یعنی مقدار، قلیل، تھوڑا) مگر اردو میں بالکسر ہے۔

۱۵۔ **شمع**۔عربی بفتحِ اوّل ودوم وسکون سوم ہے۔مگر فارسی اور اردو میں بسکون دوم وسوم ہے۔

۱۶۔ **صندل**۔اصل تلفظ چندل تھا۔معرّب ہوکر صندل ہوگیا اور یہی تلفظ اردو میں ہے۔

۱۷۔ **چپقلش**۔ترکی زبان کی لفظ ہے جس کا اصل تلفظ بالفتح وفتح سوم وچہارم ہے مگر مورد ہوکر (اردو میں آکر) بکسر چہارم ہوگیا۔

۱۸۔ **حاتم**۔عربی میں بکسر سوم مگر اردو میں بفتحِ سوم ہے۔

۱۹۔ **حشمت**۔عربی بالکسر وفتح سوم تھا۔مورد ہوکے بالفتح وفتح سوم ہوگیا۔

۲۰۔ **ہبنق**۔(عربی) اردو میں ہونق کہا جاتا ہے۔

یہ محض چند مثالیں ہیں ورنہ ایسی سینکڑوں لفظیں ہیں جن کا اصل تلفظ کچھ اور مگر اردو میں منتقل ہونے کے بعد کچھ اور ہو گیا۔اس سلسلہ میں صاحبِ نور اللغات کی آراء اور اقوال پر جناب جعفر علی خان اثر کے چند دلچسپ تبصرے بھی ملاحظہ ہوں:

نور اللغات: حقارت (عربی) بکسرِ اوّل غلط ہے۔

اثر۔بکسرِ اوّل غلط ہے تو ہو۔اردو میں یونہی صحیح ہے اور بفتحِ اوّل غلط۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نوراللغات: حبشی (باشندۂ حبش) بفتحِ اوّل ودومّ۔

اثر۔ حبشی کو اردو میں اگر کوئی بجائے سکون دومّ بفتحِ اوّل ودومّ بولے تو عربی سے واقف مگر اردو میں بالکل کورا سمجھا جائے۔

نوراللغات: فرار (عربی) بکسرِ اوّل صحیح اور بفتحِ اوّل غلط۔

اثر۔ عربی میں جو کچھ ہو۔ اردو میں بفتحِ اوّل ہے اور یونہی فصیح ہے۔

نوراللغات: کارد۔ رائے مہملہ موقوف و بہ حرکت را غلط ہے۔

اثر: غلط ہے تو ہوا کرے۔ اردو میں بفتح را ہے اور اسی طرح فصیح ہے۔

نوراللغات: رفاقت۔ بفتحِ اوّل وچہارم۔ بکسر اوّل غلط ہے۔

اثر: اردو میں بکسرِ اوّل غلط ہوتے صحیح ہے کیونکہ اردو میں اسی طرح رائج ہے۔ بقول آتش روم جائیں گے تو بیگم بفتح گاف کو بیگم بضم گاف بولیں گے۔ ایسے الفاظ کی ایک معقول تعداد ہے۔

نوراللغات: رکاب۔ بکسرِ اوّل۔

اثر: اردو میں بفتحِ اوّل بولتے ہیں کون رَکاب دار کو رِکاب دار کہے گا۔

نوراللغات: شمہ۔ بفتح وتشدید دومّ مفتوح۔ اس کا تلفظ بلکسر غلط ہے۔

اثر: اردو میں کوئی شمہ بالفتح بولے تو گنوار بنے۔ اردو زبان کا رخ دیکھئے۔ عربی فارسی کی اندھی غلامانہ تقلید کو خیر باد کہیئے۔

نوراللغات: خباثت۔ بفتحِ اوّل۔

اثر: عربی میں جو کچھ ہو، اردو میں بکسرِ اوّل بولتے ہیں۔

معنی و مفہوم و محل استعمال بدل جانے کی مثالیں:

اختصار کے ساتھ اب کچھ مثالیں معنی ومفہوم وغیرہ بدل جانے کی ملاحظہ ہوں:

۱۔ **راشی۔** (عربی) رشوت دینے والا۔ عربی کی رو سے رشوت لینے والے کو راشی کہنا غلط ہے۔ اس کے واسطے مرتشی صحیح ہے مگر اردو میں رشوت لینے والے ہی کو راشی کہتے ہیں۔ مرتشی اردو میں رائج ہی نہیں۔ بقولِ آتش عربی میں جو کچھ ہو اردو میں راشی رشوت لینے والا ہے اور جہاں تک اردو کا تعلق ہے اس معنی میں راشی صحیح اور مرتشی غلط ہے۔

۲۔ **جدول:** عربی میں بمعنی نہر ہے مگر فارسی میں صفحہ کے چاروں طرف کے خطوط کو کہتے ہیں، اور یہی مفہوم اردو میں ہے۔

۳۔ **جرس۔** عربی میں آوازِ نرم کو کہتے ہیں جبکہ اردو میں فارسی کی طرح اس کا مطلب ہے وہ گھنٹا جو قافلہ کے کوچ کے وقت بجاتے ہیں۔

۴۔ **جذبہ:** عربی میں بمعنی مسافت بعیدہ ہے جبکہ اردو میں ان معنی سے کوئی نسبت بھی نہیں۔ بلکہ اردو میں مثل فارسی کے اس کے معنی دل کا جوش، کشش اور ولولہ ہیں۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

۵۔ حسرت: عربی میں افسوس، پشیمانی اور تاسف مگر فارسی اور اردو میں آرزو، ارمان اور تمنا وغیرہ کے معنوں میں مستعمل ہے۔

۶۔ دست: فارسی میں بمعنی ہاتھ مگر اردو میں آکر بغیر عطف و اضافت استعمال ہو تو اسہال کے معنی دیتا ہے۔

۷۔ جناب: عربی میں صرف درگاہ اور آستانہ کے معنی میں ہے مگر فارسی کی طرح اردو میں حضرت، قبلہ اور حضور وغیرہ کے کلماتِ احترام کے طور پر بھی مستعمل ہے۔

اختصار کے پیشِ نظر اتنی مثالیں کافی ہیں۔

املا بدلنے کی مثالیں:

آیئے اب املا بدلنے کی دو چار مثالیں دیکھ لیں۔

۱۔ **توفان**: مورد ہو کر اس کا املا 'طوفان' ہو گیا۔

۲۔ **تومار**: اس کا مورد املا بھی 'طومار' ہے۔

۳۔ **سپیل**: فارسی سے عربی اور اردو میں آیا تو 'صفیر' ہو گیا۔

۴۔ **سنجرف**: عربی میں سین مہملہ سے ہے مگر فارسی اور اردو میں اس کا املا تلفظ بدلنے کے ساتھ 'شنجرف' اور 'شنگرف' ہو گیا۔

۵۔ **چندل**: عربی، فارسی اور اردو میں تلفظ اور املا 'صندل' ہے۔

۶۔ **ہبنق**: مورد ہوا تو 'ہونق' املا ہو گیا۔

۷۔ **خراتین**: فارسی سے معرب ہو کر 'خراطین' لکھا جانے لگا۔

یہ چند مثالیں میرے نقطۂ نظر کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں۔

کبھی کبھی تذکیر و تانیث میں بھی تبدیل آ جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں مثالوں کی ضرورت نہیں اس لیے کہ سب جانتے ہیں کہ دہلی اور لکھنؤ میں درجنوں لفظوں کی تذکیر و تانیث میں اختلاف ہے۔ بعض لفظ جو لکھنؤ میں مذکر بولے جاتے ہیں وہ دہلی میں مونث ہیں اور بعض لفظ لکھنؤ میں مونث بولے جاتے ہیں وہ دہلی میں مذکر ہیں۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ایک جگہ لفظ کی جنس اصل زبان کے مطابق ہے اور دوسری جگہ اس میں تبدیلی آ گئی ہے۔

آخر میں لفظ ''سانس'' کے تذکیر و تانیث پر ایک نظر ڈال لی جائے جس کا ذکر ابتداء ہی میں آ چکا ہے اور جس پر میرے کرم فرما مجھ سے ناخوش ہو گئے تھے۔

'سانس' ہندی لفظ ہے۔ لکھنؤ میں بالاتفاق مونث ہے۔ کوئی مذکر نہیں بولتا۔ دہلی میں مختلف فیہ ہے۔ کوئی مونث بولتا ہے، کوئی مذکر۔ قلعہ معلّٰی کی زبان کے مطابق مونث ہی ہے چنانچہ بہادر شاہ ظفر کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

ٹھنڈی ٹھنڈی جو کوئی سانس ہے آتی جاتی
دل میں ہے آگ مرے اور لگاتی جاتی

دبستانِ لکھنؤ کے اسناد ملاحظہ ہوں:

مرزا دبیر:

زین العباؑ کے پاؤں میں زنجیر پڑ گئی
پیدل جو چند گام چلے سانس اکھڑ گئی

میر انیس:

سانس اکھڑے گی جس وقت تو فریاد کروں گی
میں ہچکیاں لے لے کے تمہیں یاد کروں گی

امیر:

بڑھا ہجر میں اس قدر ضعفِ دل
مجھے سانس لینی بھی مشکل ہوئی

شعور:

سانس چلتی نہیں سینے میں شعور
جس طرح بند گھڑی ہوتی ہے

دبستانِ لکھنؤ کا ایک مشہور شعر ہے:

سانس دیکھی تنِ بسمل میں جو آتے جاتے
اور چرکا دیا جلاد نے جاتے جاتے

مصحفی نے بھی مونث کہا ہے:

سانس سینے سے کچھ اوپر کو چڑھی جاتی ہے
وقت آیا ہے مگر آج برابر میرا

کسی اور کا شعر ہے:

کیا آئے تم جو آئے گھڑی دو گھڑی کے بعد
سینے میں ہو گی سانس اڑی دو گھڑی کے بعد

البتہ داغ نے مذکر کہا ہے:

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دیکھ لینے کو ترسے سانس لگا رکھا ہے
ورنہ بیمار غمِ ہجر میں کیا رکھا ہے

چنانچہ طے پا گیا کہ اہلِ زبان کی اکثریت جس میں اہلِ دہلی بھی شامل ہیں سانس کو مونث بولتی ہے جبکہ اہلِ دہلی کا ایک طبقہ اسے مذکر بولتا ہے۔

بہر حال مندرجہ بالا بحث سے یہ بات پورے طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ جو الفاظ دوسری زبانوں سے ہجرت کر کے اردو کی دنیا میں آباد ہو گئے ہیں اور اس میں، اس کے مزاج میں ڈھل گئے ہیں وہ اب اردو کے الفاظ ہیں۔ ان کے تلفظ، معنی و مفاہیم اور املا وغیرہ میں اردو کے مزاج کے مطابق تبدیلیاں آ چکی ہیں اور اس اعتبار سے ان کا اپنی اصل زبان یا اصلی ماخذ سے وہ رشتہ قائم نہیں رہ گیا ہے کہ ان کو اسی تلفظ کے ساتھ ادا کیا جائے یا انہیں معانی میں استعمال کیا جائے اور اسی املا کے مطابق لکھا جائے۔ چنانچہ عربی داں حضرات یا عربی دانی کے مدعی حضرات کا اس بارے میں اصرار غلط بھی ہے، اور غیر ضروری بھی۔ یہ ایک طرح سے اردو کو عربی میں بولنے کی سعیٔ لاحاصل ہے اور اس کا نتیجہ زبان کو بگاڑنے، معیار سے گرانے اور اس کا حُسن غارت کرنے کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ علمائے کرام بھی اپنی زبان بدل دیں۔ ان کے علمی اور دینی منصب کا تقاضہ ہے کہ وہ عربی الاصل الفاظ کو صحیح عربی تلفظ بلکہ صحیح مخارج کے ساتھ ادا کیا کریں۔ چونکہ ان کی عربی دانی مسلّم ہے اور ان کی اردو ٹکسالی نہیں سمجھی جاتی اس لیے ان سے زبان کو نقصان پہنچنے کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔ مگر ان کا یہ اصرار بہر حال غلط ہے کہ اردو میں مروج عربی الفاظ کو عربی تلفظ کے ساتھ ادا کیا جانا ضروری ہے۔ اردو کو اردو ہی رہنے دیجیئے۔ اسے عربی لبادہ اُوڑھانے اور عبا، قبا میں ملبوس کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس ضمن میں آتش کا یہ قول، قولِ فیصل کا حکم رکھتا ہے کہ جب ترکی زبان میں شعر کہیں گے تو بیگم (فتحِ سوم) کو بیگم (بضمِ سوم) یعنی ترکی تلفظ کے ساتھ ہی نظم کریں گے، مگر اردو میں تو بیگم بفتحِ سوم ہی ہے۔

بقول جعفر علی خان اثر:

''اردو بجائے خود ایک زبان ہے جس نے دوسری زبانوں کے الفاظ میں نہ معلوم کیا کیا تصرفات کر ڈالے ہیں۔''

اسی طرح ایک لفظ پر بحث کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں:

''اردو میں اس قبیل کے نہ معلوم کتنے الفاظ وضع کر لیے گئے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ اردو ایک آزاد زبان ہے، لکیر کی فقیر نہیں۔''

عربی کے وہ الفاظ جو اردو کے مزاج میں ڈھل کر اس کا جزو بن چکے ہیں ان کو اردو میں عربی تلفظ کے ساتھ بولنے سے عربی دانی کا سکہ تو بیٹھ سکتا ہے مگر اردو دانی کا بھرم کھل جائے گا۔

اس لیے جعفر علی خان اثر کا یہ مشورہ جو انہوں نے لفظ شمہ کے تلفظ پر بحث کرتے ہوئے دیا، ہر اعتبار سے صائب ہے اور اردو کی ترقی کی راہ میں چراغِ منزل کی حیثیت رکھتا ہے کہ

''اردو کا رخ دیکھیئے۔ عربی، فارسی کی اندھی غلامانہ تقلید کو خیر باد کہیئے۔''

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

تشیّع: ''قربانیوں کا مذہب''

(حضرت ساحر لکھنوی کی زیرِ قلم تحقیقی اور تنقیدی تصنیف ''برصغیر میں تشیّع اور اجتہاد'' کا ایک باب)

دنیا کی کسی قوم نے عقائد کی بناء پر اتنی قربانیاں پیش نہیں کیں اور خون کا اتنا نذرانہ نہیں دیا جتنا شیعیانِ علیؑ نے دیا۔ حضور سرورِ کائنات پیغمبرِ اسلام کی حیاتِ ظاہری کی تکمیل کے بعد سقیفائی سیاست کے مخالفین اور حضرت علیؑ کے واضح ترین حقِ خلافت کو مسترد کیے جانے کے مخالفین کے خلاف صاحبانِ اقتدار کے تادیبی اقدامات کا کیا ذکر، خود دُخترِ رسولؐ، مرکزِ تطہیر، دُعائے سورۂ کوثر، ملکہ قدسیان و خاتونِ جناں پر جو قیامتیں ٹوٹیں اور جو مصائب آپؑ پر گزرے اُن کی سب سے بڑی گواہی تاریخ میں محفوظ آپؑ کا وہ مرثیہ ہے جس کا ایک مشہور شعر یہ ہے ؎

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّھَا
صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

یعنی (بابا!) آپؐ کے بعد مجھ پر اتنے مصائب گزرے کہ اگر وہ دِنوں پر گزرتے تو دن سیاہ رات میں تبدیل ہو جاتے۔ مگر حضور سرورِ کائناتؐ کے دنیا سے رخصت ہوتے ہی اسلام میں انتشار و افتراق کی جو صورت پیدا ہونے کے آثار ظاہر ہو رہے تھے اُن سے اسلام کو بچانے کے لیے حضرت علیؑ نے اپنے ساتھ اس زبردست ناانصافی پر احتجاج کے بجائے، عدم ٹکراؤ کا راستہ اختیار کیا جس کی وجہ سے آپؑ کے مخالفین کو آپؑ کے شیعوں پر ظلم و تشدد کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہ ہوئی لیکن حضرت عثمان کے دور میں جب ان کے اعزاء و اقرباء و احباب نے بیت المال کو دونوں ہاتھوں سے لوٹنا شروع کر دیا تو حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت سلمان فارسیؓ اور جنابِ عمارِ یاسرؓ وغیرہ نے صدائے احتجاج بلند کرنا شروع کی جس کی پاداش میں شیعیانِ علیؑ پر جبر و تشدد کے دور کا آغاز ہوا۔ حضرت ابوذرؓ کو جلاوطن کر کے ربذہ کے صحرا میں بھیج دیا گیا جہاں عالمِ غربت میں انہوں نے انتقال فرمایا۔ اس طرح اور بھی شیعیانِ علیؑ جبر و تشدد کا نشانہ بننے لگے۔

حضرت عثمان کے ہاتھوں مملکتِ اسلامی پر آلِ سفیان کی حکومت کی داغ بیل ڈالی گئی جس کے اوّلین صاحبِ اقتدار حاکمِ شام نے حضرت علیؑ سے دوستی اور اُن سے تمسک کے الزام میں محمدؐ بن ابی بکر، حجر بن عدیؓ، جناب مالکِ اُشترؒ، عمروؓ بن حمق خزاعی، رشید ہجریؒ، جویریہؓ بن مسہر عبدی جیسے منتخبِ روزگار شیعیانِ علیؑ اور رسولِ خدا کے صحابۂ کرامؓ کو چن چن کر قتل کیا۔ حاکمِ شام کی ماں ہندہ نے حضرت حمزہؓ کا سینہ چاک کر کے ان کا جگر چبایا تھا۔ خود اُس نے اور اس کے پروردہ زیاد بن سمیہ نے انتہا درجہ کے ظلم و ستم کے ساتھ لوگوں کو قتل کرنے کے طریقے ایجاد کیے تھے۔ انہیں ہاتھ پاؤں باندھ کر قتل کرنا، جسم کے اعضاء کاٹ کے درختوں پر ان مجرو حین کو لٹکا دینا حتیٰ کہ ان کا دم نکل جائے، زندہ جلا دینا، زندہ زمین میں دفن کر دینا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اور سینکڑوں لوگوں کو قید خانوں میں بھیڑ بکریوں کی طرح بھر دینا، یہ سب طریقے انہیں کے ایجاد کردہ تھے۔ چنانچہ محمدؐ بن ابی بکر کو گدھے کی کھال میں سِلوا کر زندہ جلوا دیا گیا۔ جب اس واقعہ کی خبر مدینہ پہنچی تو معاویہ کی بہن اُمِ حبیبہ زوجۂ رسولؐ نے ایک بھنا ہوا گوسفند اس پیغام کے ساتھ محمد بن ابی بکر کی بہن بی بی عائشہ کو بھجوایا کہ ''تمہارا بھائی بھی اس طرح بھونا گیا تھا''۔ (سفینۃ البحار، جلد نمبر ا، صفحہ نمبر ۳۱۳) سب سے بڑھ کر حضرت علیؑ پر منبروں سے سب وشتم کا سلسلہ شروع کیا گیا۔

اس طرح کا ظلم وتشدد اس لیے کیا جاتا تھا تا کہ عوام کی نظروں میں حضرت علیؑ کی جتنی اہانت کی جا سکے کی جائے اور صرف شیعیانِ علیؑ ہی نہیں، خود رسولِ اسلام کا نام نامی بھی مٹا دیا جائے۔ اسی لیے منبروں سے حضرت علیؑ پر سب وشتم کرایا جاتا تھا۔ جن شیعیانِ علیؑ کو گرفتار کیا جاتا، ان کی رہائی کی شرط یہی رکھی جاتی کہ حضرت علیؑ سے برأت کا اظہار کریں اور سب وشتم کریں۔ مگر آفرین ہے ان جاں نثارانِ حق اور فدا کارانِ حضرت علیؑ پر جو زندگی اور موت کے درمیان ہر قسم کے ظلم وتشدد اور موت کا انتخاب کرتے تھے مگر اپنے آقا مولا حضرت علیؑ سے برأت کا اظہار نہیں کرتے تھے۔

آلِ سفیان اور آلِ مروان سے لے کر عباسیوں اور ان کے بعد آج تک کئی لاکھ شیعہ تہہِ تیغ کیے جا چکے ہیں۔ یہ کئی لاکھ کا لفظ ہر قسم کے مبالغہ سے خالی ہے۔ تاریخ اس پر گواہ ہے۔ چند موٹے موٹے واقعات درج ذیل ہیں جن سے اس بیان کی تصدیق ہو جائے گی۔

(ا) حاکمِ شام نے سرکاری فوج کے علاوہ کچھ دہشت گرد دستے بھی منظم کیے تھے جن کو وہ لوٹ مار اور غارتگری کے لیے بھیجتا رہتا تھا۔ یہ آگ لگانے، قتل کرنے، قافلوں کو لوٹنے اور گھروں کو مسمار کرنے میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔ اس نے اس قسم کے دستے یزید بن شجرہ، عبدالرحمٰن بن قیس، زہیر بن مکحول، مسلم بن عقبہ اور عبدالدین مسعدہ وغیرہ کی ماتحتی میں رکھے۔ ایسے کچھ دستوں کی کمان اس نے خود بھی کی (تاریخ کامل، ابنِ اثیر)

پروفیسر عباس محمود عقاد نے لکھا ہے کہ ''معاویہ کے کارندے تربیت یافتہ تخریب کار تھے۔ وہ ہوشیار کتے تھے جو بکثرت شکار کرتے تھے۔'' لبنان کے عیسائی مصنف جارج جرداق نے لکھا ہے کہ ''معاویہ کے سپاہی انسانی خون کی بو سونگھتے پھرتے تھے۔ وہ بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کا شکار کرنے کے شائق تھے۔ خوف وہراس پھیلا کر بھاگ جانا ان کی وارداتوں کا عام طریقہ تھا۔'' (''الشیعۃ والحاکمون'' از علامہ محمد جواد مغنیہ)

معاویہ بن ابی سفیان نے خلیفۂ رسولؐ حضرت علیؑ کے دورِ حکومت میں شام میں اپنا غیر قانونی اقتدار قائم کر کے ''ریاست کے اندر ریاست'' قائم کرنے کے بعد نعمان بن بشیر، یزید بن شجرہ، مسلم بن عقبہ، ضحاک بن قیس فہری، عبدالرحمٰن بن قیاث، زہیر بن مکحول، سفیان بن عوف غامدی اور بسر بن ابی ارطاۃ کو سپاہی اور اسلحہ دے کر حکم دیا کہ جن علاقوں میں حضرت علیؑ کی حکومت قائم ہے اور وہاں ان کا حکم چلتا ہے وہاں تباہی مچا دو اور افراتفری پھیلا دو۔ یہ خلیفۂ وقت کے خلاف کھلم کھلا بغاوت تھی۔ اس مہم پر حاکمِ شام نے سفیان بن عوف غامدی کو انبار اور مدائن

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ ''اس مہم کے دوران جو بھی حضرت علیؑ کا حامی نظر آئے اُسے قتل کر دو۔ ان کے گاؤں اُجاڑ دو اور سامان لوٹ لو کیوں کہ سامان لٹ جانے سے زیادہ تکلیف پہنچتی ہے اور یہ قتل کرنے سے بھی زیادہ مؤثر ہے۔'' (شرح نہج البلاغہ، ابنِ ابی الحدید، جلد نمبر ا، صفحہ ۴۴، طبع قدیم) سفیان غامدی نے اس مہم سے واپس آ کر جب اس کی رپورٹ حاکمِ شام کو دی تو یہ بھی کہا: ''اے امیر! مجھے کسی جنگ سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی اس جنگ سے ہوئی۔ خدا کی قسم میں نے لوگوں کے دل دہلا دیئے تھے۔'' حاکمِ شام نے کہا: ''مجھے تم سے یہی امید تھی۔''

اس جنگ میں سفیان غامدی کے ہاتھوں کتنے شیعیانِ علیؑ شہید ہوئے، اس کا ذکر نہیں ہے۔ خود ہی اندازہ کر لیجئے۔

(۲) نعمان بن بشیر کو دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ ''عین القمر'' پر حملہ کا حکم دیا گیا۔ وہاں کے عامل مالک بن کعب کے پاس صرف دو سو سپاہی تھے مگر اس دلیر نے اتنے ہی سپاہیوں اور کچھ شیعیانِ علیؑ کی مدد سے نعمان کو مار بھگایا۔ اس جنگ میں شہید ہونے والوں کی تعداد کا بھی علم نہیں۔

(۳) بسر بن ابی ارطاۃ کو تین ہزار سپاہیوں کے ساتھ مدینہ پر حملہ کرنے کو بھیجا گیا اور ہدایت کی گئی کہ جب مدینہ میں داخل ہونا تو لوگوں کو بتا دینا کہ تم ان کی جانوں سے کھیلنے یعنی ان کو قتل کرنے کے لیے آئے ہو۔

ابنِ ابی الحدید نے لکھا ہے کہ اس مہم میں بسر بن ابی ارطاۃ نے تیس ہزار (30,000) لوگوں کو قتل کیا۔ اس نے امیر شام سے کہا کہ ''روانگی سے واپسی تک میں نے تمہارے دشمنوں کے چھکے چھڑا دیئے اور انہیں قتل کر دیا۔''

(۴) عمرو بن عاص نے چار ہزار فوج کے ساتھ مصر پر حملہ کیا اور اس جنگ کے نتیجہ میں مصر کے گورنر محمدؐ بن ابی بکر کو شکست ہوئی تو انہیں گرفتار کر کے زندہ جلا دیا گیا۔ اس کا ذکر آ چکا ہے۔ اس وقت مصر میں شیعیانِ علیؑ کی کثیر تعداد آباد تھی۔ محمدؐ بن ابی بکر کے علاوہ وہاں اس حملہ میں کتنے شیعہ قتل کیے گئے، تاریخ خاموش ہے۔

آلِ سفیان کے ظلم و ستم کی یہ داستان بہت طویل ہے۔ جو کچھ لکھا گیا ہے اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب ایک تخریب کار اور دہشت گرد دستے کے سربراہ بسر بن ابی ارطاۃ نے کم از کم تیس ہزار لوگوں کو شہید کیا تو مندرجہ بالا باقی سات سرغنوں اور ان کے دہشت گردوں نے کتنوں کو شہید کیا ہوگا۔

حضرت علیؑ کے زیرِ تسلط علاقوں میں شیعیانِ علیؑ کا قتلِ عام، لوٹ مار، کھیتوں کی تباہی و بربادی اور گھروں کی مسماری امیرِ شام کے حکم کی لفظاً لفظاً بجا آوری تھی، جس کا بنیادی مقصد اولادِ رسولؐ اور شیعیانِ علیؑ کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنا تھا۔

حجاج بن یوسف ثقفی ان ظالموں میں تھا جن کے ظلم و ستم کی مثال نہیں مل سکتی۔ ایک روایت کے مطابق وہ واقعتاً شیطان کا نطفہ تھا کیوں کہ شیطان اس کے باپ یوسف ثقفی کی صورت اختیار کر کے اس کی ماں سے ہم صحبت ہوا تھا۔ روایت ہے کہ جب حجاج پیدا ہوا تو وہ دودھ نہیں پی رہا تھا۔ چنانچہ شیطان ایک اور شخص کی صورت

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میں آیا اور اُس نے مشورہ دیا کہ ایک کالا بکرا ذبح کر کے تین دن تک اس کا خون اُسے چٹاؤ۔ پھر دوسرا کالا بکرا ذبح کر کے اس کے خون میں اسے ڈبو دو اور تین دن تک وہ خون اس کے منہ پر ملو تو چوتھے دن وہ دودھ پینا شروع کر دے گا۔ اگر چہ حضرت علامہ محمد جواد مغنیہ نے ان روایات کے سو فیصد صحیح ہونے کی تصدیق نہیں کی مگر اس کا کردار یقیناً ان روایات کی تصدیق کرتا ہے۔ اس نے اپنے دورِ اقتدار میں ایک لاکھ بیس ہزار شیعیانِ علیؑ کو شہید کیا۔ (مروج الذہب مسعودی) یہ تعداد جنگوں میں شہید ہونے والوں کے علاوہ ہے۔ اس نے بعض کو قتل کرا کے، بعض کو زندہ دفن کر کے اور بعض کو زندہ جلا کے شہید کیا۔ وہ خون کا اتنا پیاسا تھا کہ بوڑھوں، جوانوں سب کو قتل کرتا تھا۔ لوگوں کو قتل کرنے کے لیے صرف شیعہ ہونے کی تہمت کافی ہوتی تھی۔ اس لیے اس کے زمانہ میں اپنے آپ کو کافر کہلوانا شیعہ کہلوانے سے بہتر تھا۔ ابنِ ابی الحدید نے امام محمد باقرؑ کا ایک ارشاد شرح نہج البلاغہ میں نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ''جس شہر میں بھی ان کو ہمارے شیعہ مل گئے انہوں نے اُن کو قتل کر دیا۔ جن پر شیعہ ہونے کا شبہ ہوا ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ جس کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ ہمیں دوست رکھتا ہے اُسے قید کر دیا گیا۔ اس کا اسباب لوٹ لیا اور گھر مسمار کر دیا۔ یہ ظلم ابنِ زیاد کے دور تک، جس نے امام حسینؑ کو شہید کیا، بڑھتا چلا گیا۔ پھر حجاج آیا جس نے صرف شیعہ ہونے کے شبہ میں لوگوں کو قتل کیا یا قید کر دیا۔'' (شرح نہج البلاغہ، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۰)

(۵) حجاج ایک جنونی قاتل تھا۔ وہ لوگوں کا اجتماعی قتل کرتا تھا، اور ان بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو بھی قتل کر دیتا تھا جو اس کی اطاعت قبول کر لیتے تھے۔

قتلِ عام کے علاوہ حجاج نے جن عظیم المرتبت شخصیات کو قتل کیا ان میں جناب قنبرؒ، جناب کمیلؒ اور جناب سعیدؒ بن جبیر بھی شامل تھے۔

جناب قنبرؒ حضرت علیؑ کی غلامی کے فیض سے روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو گئے تھے۔ ایک دن حجاج نے اپنے کارندوں سے کہا کہ ''آج میں علیؑ کے کسی ساتھی کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔'' انہوں نے کہا: ''قنبرؒ بہتر رہے گا۔'' حجاج نے انہیں بلوایا اور حضرت علیؑ پر تبرا کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے انکار کیا۔ اس نے کہا: ''میں تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں۔ تو بتا تجھے کس طرح قتل کروں؟'' آپؒ نے کہا کہ امیر المومنینؑ مجھے بتا چکے ہیں کہ مجھے گوسفند کی طرح ذبح کیا جائے گا جبکہ میرا کوئی گناہ نہیں ہوگا۔'' حجاج کے حکم سے انہیں اسی طرح ذبح کر دیا گیا۔

جناب کمیلؒ بن زیاد مقربِ بارگاہِ امیر المومنینؑ تھے۔ آج تک مومنین ان کے نام سے منسوب دُعائے کمیلؒ خضوع و خشوع سے پڑھتے ہیں۔ حجاج کے حکم سے ان کا سر قلم کر دیا گیا۔

جناب سعیدؒ بن جبیر تابعین میں سے تھے۔ اس وقت ان کے پائے کے عالم، متقی، زاہد اور مفسرِ قرآن دنیائے اسلام میں دو چار سے زیادہ نہ تھے۔ حجاج کے پاس وہ گرفتار ہو کے آئے۔ اس کے ساتھ ان کی کچھ گفتگو

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کے بعد ان کو قتل کر دیا گیا۔ ابنِ اثیر نے لکھا ہے کہ جب سعیدؒ بن جبیر کا سر کٹ کے گرا تو انہوں نے تین مرتبہ ''**لا الٰہ الا اللہ**'' کہا۔ ایک مرتبہ بلند آواز سے اور دو مرتبہ دھیمی یا معدوم ہوتی ہوئی آواز سے۔ یعنی ان کے کٹے ہوئے سر سے تین مرتبہ یہ آواز آئی۔

جناب سعیدؒ کا قتل حجاج کو بہت مہنگا پڑا۔ وہ اپنے حواس کھو بیٹھا۔ وہ مسلسل چلاتا تھا: ''ہماری زنجیریں کھولو، زنجیریں کھولو۔'' جب وہ سوتا تھا تو خواب میں جناب سعیدؒ کو دیکھتا جو اس کا گریبان پکڑ کے پوچھتے تھے کہ ''اے دشمنِ خدا! تو نے مجھے کس جرم میں قتل کیا؟''

یہ ظلم و ستم اس حد کو پہنچ گیا تھا کہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں ایک دن حضرت عمر بن عبدالعزیز اس حقیقت پر نظر کر کے چیخ اٹھے کہ ''عراق میں حجاج، شام میں ولید، مصر میں قرہ بن شریک، مدینہ میں عثمان بن حیان اور مکہ معظمہ میں خالد بن عبداللہ قسری، خداوندا! تیری دنیا ظلم سے بھر گئی ہے۔ اب لوگوں کو راحت دے۔'' (خلافت وملوکیت، صفحہ نمبر ۱۸۶ نیز ذیلی نگارش ''شیعہ اور جابر حکمران''، صفحہ نمبر ۱۴۶)

شیطان کے نطفہ سے پیدا ہونے والا اور خون چاٹ چاٹ کے اور خون میں لوٹ پوٹ ہو کے پرورش پانے والا خونی حجاج چون (۵۴) سال کی عمر میں شدید ترین بیماریوں کا عذاب جھیلتے ہوئے اور ان کی وجہ سے جلد سے جلد موت کی تمنا کرتے ہوئے جہنم رسید ہوا۔

حجاج کے مرنے کے بعد اس کے قید خانوں میں پچاس ہزار بے قصور مرد اور تیس ہزار عورتیں کسی مقدمہ کے بغیر سڑ رہے تھے۔ ان میں سولہ ہزار برہنہ تھے۔ اس کے قید خانوں میں کوئی چھت نہیں تھی جو دھوپ، گرمی، سردی اور بارش وغیرہ سے قیدیوں کو بچاتی۔ جناب علامہ محمد جواد مغنیہ نے بجا طور پر لکھا ہے کہ ''تاریخ کے مطالعہ کے دوران مجھے حجاج سے زیادہ ظالم آدمی نظر نہیں آیا۔'' (شیعہ اور جابر حکمران، صفحہ نمبر ۱۴۸)

عمر بن عبدالعزیز کا یہ قول بھی تاریخ کے صفحات پر موجود ہے کہ اگر دنیا بھر میں خباثت کا مقابلہ کرایا جائے اور ہر ملک و قوم اپنے اپنے خبیث لے کر مقابلہ میں شریک ہو تو ہم صرف حجاج بن یوسف ثقفی کو پیش کر کے مقابلہ جیت لیں گے۔

آپ خیال کر سکتے ہیں کہ جب صرف حجاج نے ایک لاکھ بیس ہزار شیعیانِ علیؑ کو ظلم و جور کے ساتھ شہید کیا تو باقی ان چار ظالموں نے جن کے ظلم کے خلاف حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اللہ سے فریاد کی یعنی ولید نے شام میں، قرہ بن شریک نے مصر میں، عثمان بن حیان نے مدینہ میں اور خالد بن عبداللہ قسری نے مکہ معظمہ میں کتنے شیعیانِ علیؑ کو تہہِ تیغ کیا ہوگا۔

حجاج کے بعد ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، یزید بن عبدالملک اور ولید بن یزید بن عبد

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

الملک وغیرہ آلِ ہاشم، اولادِ رسولؐ۔ بنی فاطمہؑ اور دیگر شیعیانِ علیؑ پر ظلم کے پہاڑ توڑنے میں اپنا اپنا ہنر دکھا کر اپنے اپنے انجام کو پہنچے۔

سلیمان بن عبدالملک کے بعد عمر بن عبدالعزیز جمعہ ۲۰ صفر ۹۹ ھ کو حکمران ہوئے اور جمعہ ۲۵ رجب ۱۰۱ھ کو حمص کے نواح میں دیر سمعان کے علاقے میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

عمر بن عبدالعزیز بنی اُمیہ ہی کے فرد تھے مگر ان کے اتالیق یا معلم ایک شیعہ تھے جو تقیہ میں تھے۔ انہوں نے عمر بن عبدالعزیز کی فکری تربیت اس نہج سے کی کہ بنی اُمیہ کی ظالمانہ فطرت اور حضرت علیؑ اور اولادِ فاطمہؑ سے بغض وعداوت ان کی رگوں میں سرایت نہ کر سکی۔ انہوں نے تختِ خلافت پر قدم رکھتے ہی ۴۰ ھ سے جاری حضرت علیؑ اور اولادِ فاطمہؑ پر تبرے کا سلسلہ بند کرا دیا اور بنی اُمیہ کے لوگوں کی مخالفت کے باوجود فدک امام محمد باقرؑ کو واپس کر دیا جسے ان کے بعد یزید بن عبدالملک نے دوبارہ قبضہ کر کے اپنی تحویل میں لے لیا۔ لوگوں نے عمر بن عبدالعزیز کے ان اقدامات کی بہت تعریف کی۔ (تاریخ کامل، ابنِ اثیر ''۹۹ ھ کے واقعات.....'' نیز ابنِ ابی الحدید، جلد نمبر ا، صفحہ نمبر ۳۰۶)

بالآخر ۱۳۲ھ کے آواخر میں بنی عباس نے بنی اُمیہ کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔ بنی اُمیہ کا پورا دور اولادِ رسولؐ اور شیعیانِ علیؑ کی قربانیوں سے بھرا پرا ہے۔

بنو عباس نے حضورؐ سے اپنی قرابت اور آلِ رسولؐ و اولادِ فاطمہؑ پر بنی اُمیہ کے مظالم کا بدلہ لینے کا نعرہ لگا کر شیعیانِ علیؑ کی مدد سے اقتدار حاصل کیا اور اُمید تھی کہ اب علیؑ و اولادِ رسولؐ و بنی فاطمہؑ کو سانس لینا نصیب ہوگی مگر کسی کو نہیں معلوم تھا کہ اقتدار کے ان بھوکوں اور موقع پرستوں کی آستینوں میں بھی خنجر چھپے ہوئے تھے۔ ظلم وستم اور بدکرداری میں بنی عباس بنی اُمیہ سے بڑھ کر ثابت ہوئے۔ ان کے حکمرانوں میں ابراہیم اور اس کا بھائی سفاح معاویہ بن ابوسفیان کی مانند نکلے۔ منصور اور ہارون رشید، ہشام بن عبدالملک کی طرح اور متوکل عباسی، یزید بن معاویہ ثابت ہوا۔ اسی طرح مہدی عباسی، ہادی عباسی اور معتصم وغیرہ اولادِ فاطمہؑ اور شیعیانِ علیؑ پر ظلم وستم ڈھانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے رہے۔

محمد السقطوری کے بیان کے مطابق ایک دن منصور نے اس سے کہا کہ ''میں نے اولادِ فاطمہؑ میں سے ایک ہزار سے زائد افراد کو قتل کیا مگر اب تک ان کے سرپرست (امام جعفر صادقؑ) کو قتل نہیں کر سکا۔ اس کا افسوس ہے۔'' آخر کار وہ بھی زہر دے کر شہید کر دیئے گئے۔

بنی عباس کے دور میں آلِ رسولؐ و اولادِ فاطمہؑ پر جو ظلم ڈھائے گئے ان کے آگے بنی اُمیہ کے مظالم ماند پڑ گئے۔ ایک شاعر نے ایک شعر میں کہا کہ ''خدا کی قسم، بنو عباس کے مظالم کے مقابلے میں بنی اُمیہ کے مظالم عشر عشیر بھی نہ تھے۔''

قاسم بن ابراہیم طباطبائی نے اپنے اشعار میں کہا ہے کہ ''ہمارا خون بہانے سے منصور کی تسلی نہیں ہوئی۔ وہ اب

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بے مثل کتب خانوں کو تباہ کر دیا جن میں ایک کتب خانہ میں دو لاکھ کتابیں تھیں۔ اتنا بڑا کتب خانہ اور کہیں نہیں تھا۔ (صلاح الدین ایوبی کے بارے میں یہ معلومات ''الخطط (جلد نمبر ۲۔۳)''، ''الازہر فی الف عام جزو نمبر ا''، ''تاریخ کامل''، ''تاریخ ابنِ اثیر''، جلد نمبر ۹، ''اعیان الشیعہ''، جلد نمبر ا اور ''تاریخ الشیعۃ'' میں درج ہیں۔ آخری دو کتابوں کے مصنفین نے سُنّی کتابوں پر انحصار کیا ہے۔ صلیبی جنگوں میں صلاح الدین ایوبی کے کارنامے اپنی جگہ، مگر ان کی بناء پر اس کے تشیع پر حملے، شیعوں کا قتل، تشیع کے آثار مٹانا، جبراً شافعی، اشعری اور مذاہبِ اربعہ کو رائج کرنا، بڑے بڑے کتب خانوں کو تباہ کرنا شیعوں سے اس کے تعصب کی انتہا تھی۔

سولہویں صدی میں بیشتر عرب ممالک ترکی کی عثمانی سلطنت کے تسلط میں آ گئے۔ صفوی سلطنت میں شاہ اسمٰعیل صفوی تھے جو شیعہ تھے مگر عثمانی سلطان سلیم عثمان سُنّی تھا۔ اس نے کچھ نام نہاد علماء سے فتویٰ حاصل کیا کہ شیعہ کافر اور واجب القتل ہیں۔ اس فتوے کی بناء پر اس نے شیعوں کا قتلِ عام کروایا۔ (البلاد العربیہ والدولۃ العثمانیہ، خضری، صفحہ نمبر ۴۰)

''اعیان الشیعہ'' میں ہے کہ سلطان سلیم نے ''اناہزل'' میں چالیس ہزار یا ستر ہزار شیعوں کا خون بہایا۔ عکا کے عامل جزار نے حجاج کے مظالم کی یاد تازہ کر دی اور درجنوں بڑے بڑے جید شیعہ علماء کو شہید کر دیا، کتب خانے لوٹ لیے، اور ایک ہفتہ تک ان کتابوں کو جلا کر عکا کے حمام گرم کیے جاتے رہے۔

ہم اس قصہ کو مختصر کرتے ہیں اور چند سطروں میں برصغیر پاک و ہند کے بارے میں لکھتے ہیں۔

برصغیر میں بھی ہر مسلم حکومت کے دور میں شیعیانِ علیؑ پر مظالم ڈھائے جاتے رہے۔ اس میں مغل حکومت بھی شامل ہے۔ فیروز شاہ تغلق نے ''فتوحاتِ فیروز شاہی'' میں بڑے فخر سے لکھا ہے کہ ''رافضی جنہیں شیعہ کہا جاتا ہے ان میں سے بہت سوں کو سخت سزائیں دی، کچھ کو تشہیر کیا۔ کچھ کو تنبیہ کی۔ ان کی کتابیں سرِ بازار جلوا دیں اور بعنایتِ ربانی اس گروہ کے شر کا خاتمہ کر دیا۔''

محمود غزنوی نے ملتان کی چھوٹی سی اسمٰعیلی ریاست پر حملہ کر کے اسے ختم کر دیا۔ اذان سے ''حی علیٰ خیر العمل'' نکال دیا اور بہت کچھ کیا۔ اس کے نتیجہ میں بہت سے شیعہ اور اسمٰعیلی قتل ہوئے۔ کچھ اسمٰعیلی تصوف اختیار کر کے سہروردیہ فرقہ میں شامل ہو گئے۔ کچھ نے تقیہ کیا اور خاموشی سے اپنے کاروبار میں لگے رہے۔ مگر ان کی ایک بڑی تعداد نے اثنا عشری شیعہ مذہب اختیار کر لیا اور یوں ملتان شیعہ ہو گیا۔

جس بات کے لیے ہم نے اتنی گفتگو کی اور اعداد و شمار اور تاریخی حقائق پیش کیے ان میں سے ایک تو وہی ہے جو ابتداء میں ہم نے کہی تھی کہ عقیدہ کی بناء پر آلِ سفیان کے دور سے اب تک شیعوں نے کئی لاکھ جانوں کی قربانی دے کر اور اپنے خون سے شجرِ تشیع کی آبیاری کر کے نہ صرف اسے سرسبز و شاداب رکھا بلکہ روز افزوں اس خون سے سیراب ہو کر اس کی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جڑیں پھیلتی چلی گئیں اور مضبوط سے مضبوط تر ہو کر اس نخلِ تمنائے علیؑ کا سایہ مشرق و مغرب میں پھیل گیا۔

لطف کی بات یہ ہے کہ فیروز شاہ تغلق کی طرح آلِ سفیان سے لے کر آج تک جس نے بھی شیعیانِ علیؑ اور اولادِ رسولؐ کے خلاف تلوار اٹھائی، اسی عزم سے اٹھائی کہ شیعیت اور شیعوں دونوں کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کر دے گا۔ ان کا نام و نشان مٹا دے گا۔ فیروز شاہ تغلق تو اس خوش فہمی میں مبتلا ہو گیا کہ واقعاً اُس نے ''اس قوم کا شر'' بعنایتِ ربانی ختم کر دیا۔ مگر مر گئے اس قوم کو ختم کرنے والے۔ خود فنا ہو گئے طاقت کے زور پر نہتے، مظلوم اور بیکس شیعوں کا قتلِ عام کرنے والے۔ آج ان میں سے بیشتر کی قبروں کے نشان تک باقی نہیں اور کتنوں ہی کی نسلیں معدوم ہو گئیں۔ مگر خدا کے فضل اور مولا علیؑ کی مدد سے آلِ رسولؐ بھی پھل پھول رہی ہے اور شیعیانِ علیؑ بھی۔ تشیع بھی ماشاء اللہ سرسبز و شاداب ہے اور اس کی بدولت حقیقی اسلام بھی۔ خود دیکھ لیجئے کہ آلِ سفیان کے زمانہ میں دنیا میں کتنے شیعہ آباد تھے۔ آلِ مروان، بنو عباس، خلافتِ عثمانیہ، شاہانِ تغلق اور محمود غزنوی کے اپنے اپنے عہد میں دنیا بھر میں شیعیانِ علیؑ کی تعداد کتنی تھی اور آج خدا کے فضل و کرم سے دنیا میں شیعوں کی تعداد کتنی ہے۔

افسوس کہ بے بصیرت لوگ آج بھی تاریخ سے سبق نہیں لیتے اور سمجھتے ہیں کہ وہ ٹارگٹ کلنگ اور بم دھماکوں سے خدا کے گھروں کو نمازیوں کے خون میں ڈبو کر، امام بارگاہوں، ایامِ عزا کے جلوسوں حتیٰ کہ جنازوں کے اجتماعات میں سینکڑوں اور ہزاروں شیعیانِ علیؑ کو شہید کر کے وہ عزائے حسینؑ کو ختم کر دیں گے، تشیع کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے اور دنیا کو حقیقی اسلام سے محروم کر دیں گے۔ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ چودہ سو برس میں بڑی بڑی قاہر اور جابر حکومتیں اپنا سر پٹک کے رہ گئیں اور یہ حسرت دل میں لیے اپنے انجام کو پہنچ گئیں۔ جس قدر انہوں نے تشیع کو ختم کرنے کی کوششیں کیں اسی قدر تشیع مضبوط ہو گیا۔

کراچی میں عاشورہ ۱۴۳۱ھ کے جلوس میں بم دھماکہ کر کے پچاس کے قریب شیعہ، سُنّی دونوں کو شہید کر دیا اور بے شمار کو زخمی کر دیا۔ کیا اس سے عزاداری رُک گئی۔ جلوس ہائے عزا میں شرکت کرنے والے منہ چھپا کے گھروں میں بیٹھ گئے؟ جی نہیں، چہلم کا جلوس اور زیادہ شان سے اور زیادہ مجمع کے ساتھ برآمد ہوا۔ پھر چہلم کے دن بھی حملہ کر کے تیس چالیس شیعوں کو شہید اور درجنوں کو زخمی کر دیا گیا۔

کاش یہ نام نہاد مسلمان تاریخ سے سبق لیں۔ نہ تو کم عمر لڑکوں اور نوجوانوں کو خودکُش حملے کروا کے حرام موت پر آمادہ کریں، نہ ہزارہا بے قصور لوگوں کو شہید کر کے خود اللہ کے قہر و غضب کو دعوت دیں کیوں کہ قرآنِ مجید میں خداوند تعالیٰ کا واضح ارشاد موجود ہے کہ ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے شیعہ، سُنّی، ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی کسی کی تخصیص نہیں کی ہے۔ **فاعتبروا یا اولی الابصار۔ وما علینا الی البلاغ۔**

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

در مدحِ حضرت ابراھیمؑ و حضرت اسماعیلؑ

اے قلم چھیڑ اِک قصیدہ مدحِ اسمٰعیلؑ میں — اٹھ رہی ہیں آج لہریں زمزمِ تخئیل میں
لطف ہو ایجاز کا تاریخ کی تفصیل میں — فن کی شمعیں جگمگائیں فکر کی قندیل میں
روشنائی تیری بیت اللہ کی تنویر ہو
زمزمہ تیرا منائے عشق کی تکبیر ہو

ہاں دکھا دے یوں بہارِ باغِ ابراہیمؑ آج — تیری جنبش سے خجل ہو موجۂ تسنیم آج
صفحۂ قرطاس پر جھک جائے تعظیم آج — کر منائے فکر و فن پر خم سرِ تسلیم آج
دیکھ لے اکھڑیں نہ ہرگز یہ قدم میدان سے
امتحاں گاہِ سخن میں آ خلیلی شان سے

دیکھ مکہ کا دشتِ بے گیاہ و بے ثمر — جس میں سبزہ ہے نہ موجِ آب تا حدِ نظر
ایسے صحرائے لق و دق میں بس اِک تنہا شجر — درمیاں میں بے در و دیوار سا وہ ایک گھر
ہے یہ ہم رتبہ فرشتوں کی عبادت گاہ کا
یہ وہ گھر ہے جس کو سب کہتے ہیں گھر اللہ کا

ہاں کعبہ، عظمتِ حق کی جو اِک بیّن دلیل — سجدہ گاہِ انبیاءؑ ہے، کارگاہِ جبرئیلؑ
اِک بجز عرشِ خدا اس کا نہیں مثل و مثیل — عظمتوں میں عرش کو چھوتی ہے اس کی ہر فصیل
حُسن میں ہے یہ گُلِ فردوس سے ملتا ہوا
دامنِ صحرا میں جیسے اِک کنول کھلتا ہوا

آج اس صحرا میں آئے لے کے پیغامِ بہار — ایک مردِ نور پیکر، اِک زنِ عالی وقار
جس کی آغوشِ وفا میں ایک طفلِ گلعذار — ہر نفس جن کی صدا، لبیک یا پروردگار
آئی کعبہ سے جواباً یہ صدا، صلِّ علیٰ
یا خلیلؑ، اھلاً و سھلاً مرحبا صلِّ علیٰ

کون ہے یہ مردِ حق، کعبہ جسے تعظیم دے — جس کے استقبال کو آئیں بہاریں خلد سے
جس کی عظمت کے ترانوں سے یہ صحرا گونج اٹھے — جس کے قدموں سے زمیں یہ ہمسرِ جنت بنے
یہ ہے ابراہیمؑ، یہ وہ مردِ حق آگاہ ہے
دوستی جس کی خدا سے ہے، خلیل اللہ ہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جس کی سیرت شرکِ باطل کو مٹانا ، وہ خلیلؑ
تھے سبھی جھوٹے خدا جس کا نشانہ ، وہ خلیلؑ
جس نے سورج کی خدائی کو نہ مانا ، وہ خلیلؑ
جس نے صرف اللہ کو اللہ جانا ، وہ خلیلؑ
کفر کو جس نے ذلیل و خوار کر کے رکھ دیا
وقت کا ہر بت کدہ مسمار کر کے رکھ دیا

ساتھ اس کے ہے جو اِک فخرِ خواتینِ جہاں
ہے خلیلؑ اللہ کی زوجہ ، ذبیح اللہ کی ماں
ہے امیں اس نسلِ ابراہیمؑ کی یہ بے گماں
اس کا اسمٰعیلؑ ہے جس کا امیرِ کارواں
اس پہ خالق کی عطا کا خاتمہ ہو جائے گا
اس کا اِک بیٹا محمدؐ مصطفےٰ ہو جائے گا

ہاجرہؑ ہے یہ ، اور اس کی گود میں ہے جو پسر
ہے خلیلؑ اللہ کے باغِ تمنا کا ثمر
باپؑ کے دل کی صدا ، ماںؑ کی دعاؤں کا اثر
گلبدن ، غنچہ دہن ، جانِ چمن ، رشکِ قمر
چشمِ فطرت میں یہ ان کی عظمت و تکریم ہے
نیم قدؑ کعبہ بھی استادہ پئے تعظیم ہے

باغِ ابراہیمؑ کی ہے اس گلِ نو سے بہار
جس پہ اس گلزارِ ہستی کی بہاریں ہیں نثار
ہاجرہؑ کا لعل اسمٰعیلؑ ، حق کا شاہکار
منزلت اس کی ہے کعبہ سے منیٰ تک آشکار
اس کی قربانی کی بزمِ کُن فکاں میں دھوم ہے
اس کی عظمت آسماں والوں کو بھی معلوم ہے

تھا جو تشنہ لب یہ بچہ ، ماں کو تھا وہ اضطراب
بینِ مروہ و صفا کی سعی کہ حاصل ہو آب
دوڑتی تھیں دیکھ کر پانی تو ملتا تھا سراب
دیکھ کر یہ اپنی ماں کی مامتا ، یہ پیچ و تاب
ریگ کو بچہ نے موجوں کی روانی کر دیا
ایڑیوں کی ضرب سے پتھر کو پانی کر دیا

ماں کو حیرت ہو گئی صحرا کا نقشہ دیکھ کر
زیرِ پائے طفل اِک چشمہ ابلتا دیکھ کر
موجِ ریگِ خشک کو مواجِ دریا دیکھ کر
کہہ کے ''زم زم'' دوڑ اٹھیں پانی کو بہتا دیکھ کر
چشمۂ رحمت جو اُبلا ، دشت جل تھل ہو گیا
لالہ و گل کھل اٹھے ، جنگل میں منگل ہو گیا

گونج اٹھا ''زم زم'' کے نغموں سے مکانِ کردگار
آ گئی مکہ کے اس صحرا میں جنت کی بہار
موجۂ زمزم کے چھینٹے ہیں کہ پڑتی ہے پھوار
یا برستی ہے شرابِ رحمتِ پروردگار
زمزمے زمزم کے سن سن کر خزاں شرما گئی
لو مبارک میکشو ، برسات کی رُت آ گئی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

آج یوں بھی تو منائے[1] عشق میں آتے ہیں لوگ
دوسروں کے نفس کو قربان فرماتے ہیں لوگ
اپنے بیٹوں پر جو آنچ آئے، تڑپ جاتے ہیں لوگ
غیر کے بیٹوں کو اُن کے خوں میں نہلاتے ہیں لوگ

ہر گلی کوچہ میں لاشوں کا تڑپنا دیکھئے
واہ کیا یہ ذوقِ قربانی ہے اپنا، دیکھئے

عزمِ اسمٰعیلؑ دیتا ہے صدا یہ آج بھی
طاعتِ معبود سے بڑھ کر نہیں عظمت کوئی
زیرِ خنجر بھی نہ تڑپے جو بہ ذوقِ بندگی
ہاں وہ اسمٰعیلؑ ہے یا پھر حسینؑ ابنِ علیؑ

جس کا ذوقِ سرفروشی عشق کی معراج ہے
ہاں وہی سر تو سرِ انسانیت کا تاج ہے

راہِ اسمٰعیلؑ پر ساحرؔ یوں آئیں ہم اگر
اپنے دل کو عشق کا کعبہ بنائیں ہم اگر
خواہشاتِ نفس پر خنجر چلائیں ہم اگر
نفرتوں کو بھینٹ مِلّت کی چڑھائیں ہم اگر

اتحاد و نظم ہو گا ذوقِ ایمانی کے ساتھ
متحد کُل قوم ہو گی عزمِ قربانی کے ساتھ

﴿حضرت ساحرؔ لکھنوی﴾

فٹ نوٹ:

۱۔ منٰی

۲۔ "نیم قد کعبہ" — اس لیے کہا گیا کہ اُس زمانے میں اس کی دیواریں بہت نیچی تھیں، زیادہ بلند نہ تھیں۔ (ساحرؔ)

صدائے نوحہ و ماتم بلند ہو نہ اگر
یزیدیت سے ہمیں ہوشیار کون کرے
کریں نہ ماتمِ شہؑ ہم تو ظالموں کے خلاف
اس احتجاج کو اپنا شعار کون کرے

﴿حضرت ساحرؔ لکھنوی﴾

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

در مدحِ حضرت ابوطالبؑ

مدحِ بوطالبؑ کا منصب مل گیا تقدیر سے
واہ کیا نیکی ہوئی ہے آج چرخِ پیر سے

ذکر ابوطالبؑ کا سننا ہو سنیں پڑھ کر درود
نام لیں مثلِ پیمبرؐ عزت و توقیر سے

یہ نہ کرتے گر پیمبرؐ کی حمایت ہر طرح
پھولتا پھلتا نہ دینِ حق کسی تدبیر سے

کوئی بھی حامی محمدؐ کا نہ دینِ حق کا تھا
یہ تو بس اسلام کو ہاتھ آ گئے تقدیر سے

دشمنِ دین و نبیؐ ہر سُو تھے، لیکن آپؑ نے
دونوں کو محفوظ رکھا ان کی داروگیر سے

دیکھئے مکہ کے اس ماحول میں ان کا وقار
اس طرح جیتے ہیں ان حالات میں توقیر سے

نام ابوطالبؑ کا تھا اِک حرزِ جاں اسلام کو
دین نے صحت بھی پائی ہے اسی اکسیر سے

بس وہی نسبت ابوطالبؑ کو دینِ حق سے ہے
ہوتی ہے نسبت جو اِک بنیاد کو تعمیر سے

ہیں علیؑ تا مہدیؑ دیں سب ابوطالبؑ کی آلؑ
ہر کڑی حق کی جڑی ہے اِک اسی زنجیر سے

ان کے بیٹے کی ولادت گاہ بن کر آج تک
گونجتا رہتا ہے کعبہ نعرۂ تکبیر سے

کیوں نہ جھلکے حضرتِ عباسؑ میں ان کی وفا
رنگ کھنچ آتا ہے آئینہ میں بھی تصویر سے

کی نبیؐ کی پرورش جس نے، اسے کافر کہا
یہ کھلا انکار ہے قرآن کی تحریر سے

کر نہیں سکتا کوئی کافر نبیؐ کی پرورش
اور نہ لیتا ہے غذا وہ کافرہ کے شیر سے

درجنوں اشعار میں اعلانِ ایماں کر دیا
پھر بھی باز آئے نہ ظالم فتنۂ تکفیر سے

اس ثنا گوئے نبیؐ کے کچھ قصیدے تو پڑھیں
دشمنانِ دین و ایماں چشمِ پُر تقصیر سے

نعت جو پہلے پہل لکھی انہوں نے دہر میں
آج تک زندہ ہے نعت اس نعت کی تاثیر سے

باپ کو بیٹے کی نسبت سے سمجھنا چاہیے
آتا ہے قرآں سمجھ میں معتبر تفسیر سے

گلِ ایماں کو پدر ہی سے ملا ایمانِ گل
ارث پاتا ہی ہے بیٹا باپ کی جاگیر سے

فرق ابوطالبؑ میں اور ایمانِ گل میں ہے کہاں
خود ملا کر دیکھ لو تصویر کو تصویر سے

ان کے دشمن جان لیں دوزخ بھڑک اٹھتا ہے اور
اس نگہدارِ رسولؐ پاک کی تکفیر سے

عرض سرکارِ ابوطالبؑ میں ساحؔر کی یہ ہے
وہ بہت نادم ہے حضرتؑ، مدح میں تقصیر سے

﴿حضرت ساحؔر لکھنوی﴾

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نقشِ اوّل

در مدحِ مقصودِ کائناتؐ

تھی پسِ پردۂ تخلیق ابھی صبحِ ازل
بُو کا عالم تھا ، نہ گلشن تھے ، صحرا نہ جبل

نہ کوئی حور نہ غلماں نہ ملائک نہ بشر
پردۂ غیب میں تھی صنعتِ صانع اوجھل

خاک اڑتی تھی تصور کے گلستانوں میں
نہ کہیں برگ و شجر تھے نہ کہیں پھول نہ پھل

نہ مہ و مہر کے فانوس ، نہ تاروں کے چراغ
نہ کوئی شمعِ فروزاں نہ کہیں جھاڑ کنول

نہ ثوابت تھے نہ سیّار ، نہ برج اور نجوم
عقرب و ثور نہ جوزا ، نہ عطارد ، نہ زحل

نہ اُجالا ، نہ اندھیرا ، نہ سحَر اور نہ شام
نہ حرارت ، نہ برودت ، نہ حیات اور نہ اجل

نہ لپکتا ہوا کوندا ، نہ کڑکتا ہوا رعد
نہ چمکتی ہوئی بجلی ، نہ گرجتا بادل

ابرِ باراں کی جھماجھم نہ ترشّح نہ پھوار
خونِ ناحق کی نہ بارش نہ لہو کی دَلدل

نہ کہیں دشتِ جنوں خیز کی اُڑتی ہوئی خاک
نہ کہیں بچھی ہوئی سبزۂ نَو کی مخمل

نہ چٹکتی ہوئی کلیاں ، نہ مہکتے ہوئے پھول
نہ لہکتے ہوئے گلشن نہ گھنیرے جنگل

نہ غزالانِ در و دشت نہ مرغانِ چمن
نہ کہیں کرمکِ شب تاب نہ زنبورِ عسل

نہ زمیں اور نہ زمیں پر کوئی تعمیر و بناء
نہ کوئی کاخ نہ ایواں ، نہ رواق اور نہ محل

نہ المناکیِ عُسرت گہِ نادار و فقیر
نہ طربناکیِ عشرت کدۂ اہلِ دَوَل

کوئی نمرود نہ آزر نہ صنم زار و حرم
نہ پجاری ، نہ پروہت ، نہ کوئی لات و ہبل

نہ سماعت ، نہ صدائیں ، نہ کوئی ساز ، نہ سوز
نہ ترانے ، نہ ترنم ، نہ مغنّی ، نہ غزل

نہ معاش اور نہ معیشت نہ سماج اور رسوم
نہ یہ ادیان و مذاہب ، نہ یہ اقوام و ملل

نہ کوئی راہِ ہدایت ، نہ ہدایت کی کتاب
نہ کوئی مرشد و ہادی ، نہ نبیؐ و مرسلؑ

نہ کوئی چاند سا چہرہ ، نہ یہ چاندی سے بدن
نہ غزالوں کی سی آنکھیں تھیں نہ ان میں کاجل

چشم و ابرو ، لب و دنداں نہ جبین و رخسار
نہ کوئی سر ، نہ دماغ اور نہ دماغوں میں خلل

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وقت ایسا کہ کوئی وقت کا پیمانہ نہیں — کوئی ساعت نہ کوئی پل ، نہ کوئی آج نہ کل
منظر ایسا کہ حدِ چشمِ تصور میں نہیں — وہ سماں جو نگہِ وہم و گماں سے اُوجھل
تھی نہاں خواب گہِ ''کُـــن'' میں ابھی رحمتِ حق — دستِ قدرت نے نہ چھیڑا تھا ابھی سازِ ازل
یہی عالم تھا کہ اِک نور کا سوتا پھوٹا! — جگمگا اٹھا وہ جس نور سے عالم جھل جھل
رسمساتی ہوئی اِک ناز سے بیدار ہوئی — لے کے انگڑائی اٹھی رحمتِ حق صبحِ ازل
پھر عطا کر کے اُسے پیکرِ انساں حق نے — بھیجا اس کرۂ خاکی پہ بنا کر مرسل
وہ بھی نازل ہوا اللہ کی رحمت بن کر — مطلعِ نو بھی ملا صورتِ وحیِ منزل
اُٹھ گیا شب کا شبستانِ حقیقت سے عمل — ہو گئی صبحِ ازل صبحِ ربیع الاوّل
پڑ گئی بت کدۂ دہر میں ہر سُو ہلچل — مارے دہشت کے گرے کتنے ہی بت منھ کے بل
جھوم کر میکدۂ دہر پہ چھایا بادل — رُت بدلنا تھی کہ ساقی نے اٹھا لی بوتل
اس طرح بھر دیئے اس ابرِ کرم نے جل تھل — ''جیسے سرطاں میں ہوا نیرِ اعظم کا عمل''
حسرتِ دید میں جن کی تھا بہت تو بیکل — آ گئے سامنے وہ ، اے دلِ بیتاب سنبھل
یہ مرقع نہ ہو کیوں نازشِ نقاشِ ازل — اُس کے ہر نقش سے بہتر ہے یہ نقشِ اوّل
کیسی سج دھج سے یہ محبوبِ دل و جاں آیا — رُخ جو قرآں تو نظر حُسنِ عمل کی مشعل
سایۂ قد کی جگہ قامتِ روشن کی ضیاء — فرق پر سایہ فگن رحمتِ حق کا بادل
نورِ ''والشّمـــس'' سے ماتھے کا ستارہ روشن — چشمِ پُرنور میں ''واللّیـــــل'' کا گہرا کاجل
شافعِ روزِ جزا ، مالکِ خلد و کوثر — خضرِ راہِ بقا ، چشمۂ حیواں کا کنول
جلوۂ اوّلِ تخلیق پسِ پردۂ ''کُـــــن'' — آخرِ کُلِ رُسُل ، خَلق میں سب سے اوّل
راہِ سدرہ کی تجلّی ، شبِ اَسریٰ کا چراغ — مہرِ رخشانِ ابد ، نیرِ تابانِ ازل
جلوۂ قدرتِ خلاق کا پہلا مظہر — خاتمِ دستِ نبوت کا نگینِ اوّل
منزلِ اوّلِ خلقت ، شہِ ''لـولاک لـمـا'' — علّتِ غائیِ تخلیقِ جہاں روزِ ازل
روحِ ایجاد ، گُلِ سرسبدِ گلشنِ ''کُـــــن'' — چمنِ ہستیِ مطلق کی بہارِ اوّل
کنزِ احسان و عطا ، جود و سخا کا مخزن — فیض کا قلزمِ ذخّار ، کرم کا بادل
رہبرِ منزلِ حق ، ناشرِ احکامِ خدا — شارعِ شرعِ متیں ، ماحیِ بدعات و ذلل

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اہلِ دنیا کی نظر میں شہِ شاہانِ جہاں
اہلِ حق کے لیے ہادی و نبیؐ مرسل

پیکرِ جلوۂ حق ، شمعِ شبستانِ قِدم
پرتوِ نورِ خدا ، آئینۂ حُسنِ ازل

صلح میں صبر کا پیغام دلوں کی قوت
جنگ میں چینِ جبیں تیغِ دوپیکر کا بدل

ہاتھ وہ ہاتھ کہ بیعت کو یداللہ بڑھے
پَیر وہ پَیر کہ جو سجدہ گہِ لات و ہبل

لب وہ لب جن سے رواں نُطق کے شیریں چشمے
نُطق وہ نُطقِ زباں جس سے ہوئی موجِ عسل

نام وہ نام کہ جس نام پہ پڑھتے ہیں درود
کام وہ کام کہ جس کام سے خوش عزّ وجل

عزم وہ عزم کہ جس عزم سے ہٹ جائیں پہاڑ
رزم وہ رزم کہ میداں میں مچا دے ہلچل

غیظ وہ غیظ کہ سرچشمۂ صد عفو و کرم
تیغ وہ تیغ کہ ہے خُلق کی جس پر صیقل

قہر وہ قہر کہ دشمن کا ہو پتّہ پانی
خُلق وہ خُلق جو دل جیت لے بے جنگ و جدل

عدل وہ عدل کہ ہو داد طلب کسریٰ بھی
بذل وہ بذل کہ صحرا و چمن سب جل تھل

صدق وہ صدق کہ کہتے ہیں عدو بھی صادق
خُلق وہ خُلق کہ دنیا کے لیے ضربِ مثل

اسم وہ اسم کہ نقطہ بھی نہیں رکھ سکتے
ان سے پہلے جو کبھی بھی نہ ہوا مستعمل

عارضِ پاک پہ یہ ریش مبارک کا حصار
مصحفِ نور پہ "والّیل" کی جیسے جدول

رُخِ پُرنور کے پہلو میں یہ گیسوئے سیہ
یا ہم آغوش ہیں شامِ ابد و صبحِ ازل

پُتلیاں دیدۂ شفاف میں یوں ہیں ، جیسے
چشمۂ نور کی موجوں پہ حقیقت کے کنول

ایک اس جلوہ سے روشن ہوئے یوں ارض و سما
جیسے وہ شمع ہو اور کون و مکاں شیش محل

چاند کے گرد ہے ہالا کہ گلے میں اُس کے
پرتوِ نورِ محمدؐ کی پڑی ہے ہیکل

دیکھ کر دبدبۂ حُسنِ خدا ساز ان کا
گر گئے سجدۂ تعظیم میں عزیٰ و ہبل

میوۂ باغِ جناں ان کی محبت کا ثمر
گلشنِ خلدِ بریں ان کی اطاعت کا پھل

حشر میں جن کو نہ حاصل ہو شفاعت ان کی
کام آ سکتا نہیں اُس کے کوئی حُسنِ عمل

اُس کے پھل ہوں نہ اگر ان کے محبوں کے لیے
نخلِ طوبیٰ میں ثمر آئیں نہ پھوٹے کونپل

بڑھ کے خود پوششِ کعبہ بھی اُسے دے بوسہ
زینتِ دوشِ مبارک ہو جو کالا کمبل

نقشِ پا پر جو کریں سجدہ ولی و اقطاب
ان کی چوکھٹ پہ کریں سجدے نبیؐ و مرسلؑ

آپؐ کا دین جو ہے ناسخِ ادیانِ سلف
سرنگوں آپؐ کے دَر پر ہیں سب ادیان و ملل

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عقلِ کُل ہو جو محمدؐ سا بشر کوئی تو پھر
تابع عقلِ بشر کیوں نہ ہو عقلِ اوّل

عرش و کرسی و فلک ، خلد و جناں ، کون و مکاں
کون سا ہے وہ جہاں جس میں نہیں ان کا عمل

ان کی خدمت سے چمک اُٹھے بلالِؓ حبشی
بن گیا حُسن کا معیار بس اب حُسنِ عمل

بدّوؤں نے بھی تمدّن کے طریقے سیکھے
اس نے یوں آئینۂ فکر پہ کر دی صیقل

ان کے اوصافِ حمیدہ کا قصیدہ قرآں
اور قرآن کی تفسیر ہے حضرتؐ کا عمل

آپؐ کی مدح میں ہر آیتِ قرآنی کی
لاکھ تفصیل سے تفسیر ہو پھر بھی مجمل

ایسا بے سایہ شجر یہ ہے کہ خود اس کا وجود
خَلق کو سایۂ لطف و کرمِ عزّ وجل

دن کو خورشید کو ہے آپؐ کے سائے کی تلاش
رات کو ماہ لیے پھرتا ہے اپنی مشعل

قوتِ بازوئے احمدؐ نہ ہو گر بہرِ مدد
''تیغِ اُردی سے نہ ہو ملکِ خزاں مستاصل''

ناخنِ عقدہ کشا ان کا جو کھولے یہ گرہ
رازِ ہستی نہ رہے عقدۂ **ما لا ینحل**

دیکھے یہ بحرِ کرم تو سوئے طیبہ مڑ جائے
''سمت کاشی سے چلے گر سوئے متھرا بادل''

خشکیٔ چشم سے ان کی ہو فضا اتنی خنک
ابرِ خورشید کو خود اُٹھ کے اُڑھا دے کمّل

جانبِ عرش یہ جائیں جو سرِ پشتِ بُراق
ساتھ میں ابلقِ ایّام رواں ہو کوتل

جیسا اس دستِ سخا سے ہوا بارانِ کرم
اس طرح سے تو کبھی کھل کے نہ برسا بادل

عرش پر آپؐ نے وہ نورِ الٰہی دیکھا
طور کی برق بھی تھی جس سے کم از یک مشعل

یہ وہ پروردۂ آغوشِ ابوطالبؑ ہے
جس کا کونین میں ثانی نہ مماثل نہ بدل

اس طرح گود میں آئے ابوطالبؑ کی
جیسے ہو رحل پہ ایمان کی وحیِ مُنزل

یوں گُلِ آمنہؑ ہے دستِ ابوطالبؑ پر
جیسے زمزم کی وہ موجیں یہ نبوت کا کنول

یہ وہ آغوش ، جس آغوش کی زینت ٹھہرا
ایک پیغمبرؐ آخر ، اِک امامؑ اوّل

کائنات ان کی غلامی میں خدا نے دے دی
ہو گیا عرش سے تا فرش محمدؐ کا عمل

ان کی ٹھوکر نے سرِ نخوتِ شاہی توڑا
ڈھا دیئے قیصر و کسریٰ کے فلک بوس محل

یہ نہ آتے تو نہ انساں کو شرف ہاتھ آتا
یہ نہ ہوتے تو یہ دنیا تھی جہنم کا بدل

ان سے سیکھا کہ ہے کیا چیز حلال اور حرام
ان کے صدقے میں ہوئی اچھے بُرے کی اٹکل

ان کے دَر سے جو میسر ہو تو مٹی اکسیر
ان کے گھر سے جو نہ ہاتھ آئے وہ سونا پیتل

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جو گیا عرشِ الٰہی پہ بھی نعلین سمیت
اُس کی خدمت میں چل اے میرے قلم سر کے بل

پیش کر لکھ کے عریضہ یہ کہ اے رحمتِ حق
مظہرِ نورِ خدا ، منزلِ وحیِ مُنزل

تو وہ ممدوح کہ معبود ہے تیرا مداح
کیا قصیدہ ترا لکھے گا کوئی عبدِ اقل

تیری عظمت کو سمجھ سکتا ہے پھر کون بھلا
اس کے اِدراک سے عاجز ہو جو عقلِ اوّل

میرے اشعار میں آ ہی نہ سکا عکسِ جمال
لاکھ کی آئینۂ فکر پہ فن کی صیقل

بس دُعا یہ ہے کہ اے خسروِ ملکِ رحمت
اے شہِ عرشِ حشم ، سرورِ اقلیمِ ازل

میرے اس شہر پہ یوں قہرِ خدا کا ہے نزول
بن گیا دشتِ قضا گلشنِ امید و امل

زخمیوں کی کہیں چیخیں ، کہیں بارود کی بُو
ہر نفس موت ہے ، ہر گام پہ ہے اِک مقتل

کشتِ احساس میں خود نفرتیں بوئیں ہم نے
دل کی کھیتی میں تعصب کے اُگائے حنظل

اب وہی فصلِ جنوں خیز ہوئی بارآور
اب وہی بغض و تعصب کے شجر لائے ہیں پھل

ہم سمجھتے ہیں یہ اپنے ہی کیے کی ہے سزا
اِک نہ اِک دن تو ہے دنیا میں مکافاتِ عمل

چکھ لیا ہم نے بہت بغض و تعصب کا مزا
اب سزا ختم ہو ، اے رحمتِ حق روحِ ازل

ختم ہو آپؐ کے صدقے میں بس اَب دَورِ عذاب
مرکزِ امن و اماں پھر سے بنے یہ مقتل

خوں کی بارش کی جگہ بارشِ رحمت ہو یہاں
خوب گھر گھر کے اٹھے رحمتِ حق کا بادل

قلزمِ خوں ہو ، نہ لاشوں کے جزیرے اس میں
کھیت زخموں کے کہیں ہوں نہ لہو کی دَلدل

شر بشر میں ہو نہ انساں میں درندہ صفتی
آدمی پھر سے ہو مخلوقِ خدا میں افضل

پھر مسلمان بنے عظمتِ انساں کا امیں
پھر سے پھولے پھلے اسلام کا گلزارِ امل

آپؐ کے دشمنوں کے واسطے دوزخ کا عذاب
اور غلاموں کے لیے حشر میں جنت کے محل

گلشنِ نعت رہے تا بہ قیامت شاداب
شجرِ فکر میں آتے ہی رہیں مدح کے پھل

بعد مرنے کے بھی زندہ رہے اشعار سے نام
تیرے مداح کو مرنے پہ بھی آئے نہ اَجل

ساحؔر اس صاحبِ اعجاز کا اعجاز ہے یہ
نعت لکھتا ہوں تو قرطاس پہ کھلتے ہیں کنول

حضرت ساحؔر لکھنوی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جشنِ غدیر

مرحبا صلِّ علیٰ اے بادہ خوارانِ غدیر
خم کے میخانے سے ہونے کو ہے اعلانِ غدیر

دید کے قابل ہے دشتِ خلد سامانِ غدیر
بن گیا ہے پھول ہر خارِ مغیلانِ غدیر

یوں سجایا ہے اسے مشاطۂ فطرت نے آج
صورتِ گلزارِ جنت ہے بیابانِ غدیر

یوں ہوئی جاروب کش اس دشت میں بادِ مراد
مثلِ آئینہ چمک اٹھا ہے میدانِ غدیر

مہرِ عالمتاب نے دی ہے انہیں وہ آب و تاب
ضوفشاں ذرّوں سے ہے جشنِ چراغانِ غدیر

اب کرے گا بادۂ کوثر کا چھڑکاؤ یہاں
میکدہ بردوش ہے یہ ابرِ بارانِ غدیر

ہے شرابِ حُبِّ حیدرؑ کی وہ ارزانی کہ بس
آج خم پر خم لنڈھائیں میگسارانِ غدیر

یہ فضائیں ، یہ ہوائیں ، یہ بہارِ بے خزاں
آج تو جنت بھی شاید ہو نہ ہمشانِ غدیر

منتظر کب سے تھا اس لمحہ کا ، اس ساعت کا یہ
آج قسمت سے ہوا پورا یہ ارمانِ غدیر

بن گیا ہے اِک نئے انداز کا منبر بھی آج
یوں مکمل ہو گیا ہے ساز و سامانِ غدیر

دیکھ کر یہ حاجیوں کے دل کو اِک دھڑکا لگا
دیکھیے ہونے کو ہے کیا آج اعلانِ غدیر

شاید اعلانِ ولی عہدی کریں ختم الرسلؐ
دیکھنے رہتا ہے کس کے ہاتھ میدانِ غدیر

ذوالعشیرہ کا وہ وعدہ کیا وفا ہونے کو ہے
آئے ہیں جبریلؑ کیا اب لے کے فرمانِ غدیر

یک بیک منبر پر آئے حضرتِ خیرالبشرؐ
جلوۂ ختم الرسلؐ سے بڑھ گئی شانِ غدیر

پھر علیؑ کو بھی بلا کر زینتِ منبر کیا
اوجِ منبر کا بڑھا ، دونی ہوئی شانِ غدیر

ہیں سرِ منبر پیمبرؐ اور علیؑ دونوں بہم
ایک ہی مسند پہ ہیں دو تاجدارانِ غدیر

مملکت ہے ایک ، حاکم دو ہیں ، دونوں ایک ہیں
یہ بھی مولاؑ وہ بھی ، دونوں سربراہانِ غدیر

پہلے اِک خطبہ دیا حمدِ خدا میں آپ نے
پھر وہ فرمایا جو تاریخی ہے اعلانِ غدیر

”جس کا میں مولاؑ، علیؑ بھی اس کے مولاؑ ہیں“، سنو
یاد رکھو ، حکمِ خالق ہے یہ فرمانِ غدیر

ہو مبارک ہو گیا ہے مرضیٔ خالق سے آج
وارثِ مہرِ نبوت ، ماہِ تابانِ غدیر

آیۂ ”بلّغ“ سے لے کر تا بہ ”اکملت لکم“
حق نے نازل کر دیا ہے آج قرآنِ غدیر

دین بھی کامل ہوا ، سب نعمتیں بھی مل گئیں
ہو گیا راضی خدا بھی ، ہے یہ احسانِ غدیر

سُن کے یہ ”بخٍ لک“ ”بخٍ لک“ کا غل ہوا
گونج اٹھا تبریک نعروں سے میدانِ غدیر

پڑھ رہا ہے مدحِ مولاؑ میں قصیدہ جھوم کر
آج تو حسّان بھی ہے زمزمہ خوانِ غدیر

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

در مدحِ تاجدارِ امن و صلح

طفلی میں جو نبیؐ تھے وہی ہُو بہُو حسنؑ
تصویر سامنے ہے کہ ہیں روبرو حسنؑ

لو گلشنِ نبیؐ میں شگفتہ ہوا یہ پھول
اس باغ کو ہوئے سببِ رنگ و بو حسنؑ

آئی ہے ان کے دم سے اب اس باغ میں بہار
گلزارِ مصطفیٰؐ کو ہیں وجہ نمو حسنؑ

پوری خدا نے کر دی انہیں بھیج کر یہاں
تھے قلبِ مصطفیٰؐ کی بڑی آرزو حسنؑ

حُسن و جمال و سیرت و فکر و شعور میں
جیسے رسولؐ ویسے ہی ہیں ہُو بہُو حسنؑ

سورج کو حق نے نور دیا ان کے نور سے
خوبی ہے جس کے رخ میں یہ، وہ خوبرُو حسنؑ

پشتِ نبیؐ پہ بیٹھے ہیں اور ہیں لیے ہوئے
ہاتھوں میں ان کی زُلفِ سیہ مُشکبو حسنؑ

پشتِ نبیؐ پہ، مہرِ نبوت پہ ہے نشست
رکھتے ہیں زیرِ پا یہ مقامِ علو حسنؑ

آتی ہے جس میں صاف نظر شکلِ مصطفیٰؐ
چشمِ عدو میں بھی ہیں وہ آئینہ رو حسنؑ

عزت خدا کے دیں کی بچائیں گے صلح سے
مٹنے نہ دیں گے حق کی کبھی آبرو حسنؑ

چاکِ قبائے دینِ خدا کو بشکلِ صلح
اب سوزنِ قلم سے کریں گے رفو حسنؑ

انسانیت کو امن کا پیغام دے گئے
دینِ خدا کو کر گئے یوں سرخرو حسنؑ

اللہ رے فصاحتِ فرزندِ بوترابؑ
قرآں خموش ہو جو کریں گفتگو حسنؑ

ساحرؔ سے بے ہنر کو بھی مدحت کے باب میں
حق کے کرم سے کرتے رہیں سرخرو حسنؑ

﴿حضرت ساحرؔ لکھنوی﴾

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

موت و حیات

در مدحِ سیّد الشہداء امام حسینؑ

جہاں رنگِ خزاں میں موت کی ہے کارفرمائی
وہیں دیکھی بہارِ زندگی کی بزم آرائی

دلوں پر موت کی ہیبت بھی آفاقی حقیقت ہے
جنونِ زندگی بھی ایک عالمگیر سچائی

جلالِ موت جیسے دوزخی سانپوں کی پھنکاریں
جمالِ زندگی کھلتے ہوئے پھولوں کی رعنائی

وہ شب کوری، سیاہی، گھپ اندھیرا، رات، تاریکی
یہ جلوہ ، روشنی ، پَرتو ، اُجالا ، نور ، بینائی

وہ یکسر ناتوانی ، بےبسی ، بیچارگی ، حسرت
یہ طاقت ، زور ، دَم خم ، حوصلہ ، ہمت ، توانائی

وہ ماتم ، سوگواری ، رنج ، وحشت ، خانہ ویرانی
یہ نغمہ ، لَے ، ترنّم ، رنگ ، نکہت ، حُسن ، زیبائی

وہ بیہوشی ، سکوتِ عقل ، غفلت ، خود فراموشی
یہ بینائی ، بصیرت ، فہم ، دانش ، علم ، دانائی

مگر اِک موت وہ جس نے سند پائی شہادت کی
بہارِ زندگی بھی اُس کے ہر جلوے سے شرمائی

نہ اُس کے گرد پُرہیبت سکوتِ شب کا سناٹا
نہ اُس کی منزلِ دشوار میں احساسِ تنہائی

نہ اس کے عشق میں دیوانگیِ شوق کج فہمی
نہ اس دیوانگیِ شوق کا انجام رسوائی

نہ اس کی راہ میں طوفان کی پروا ہے کشتی کو
نہ اس میں جرأتِ اقدام کا انجام پسپائی

نہ اس میں عزم دل مٹتا ہے سینہ چاک ہونے سے
نہ اس میں سَلب ہوتی ہے زباں بندی سے گویائی

ہو اس میں پاؤں تھک جائیں تو سر نیزوں پہ چلتے ہیں
نفس کا زور گھٹتا ہے تو بڑھتی ہے توانائی

یہاں مقصد اگر مل جائے تو پھر سب برابر ہے
ہجومِ مقتلِ عشاق یا تربت کی تنہائی

یہ ایسی موت ہے ، جس پہ بہارِ زندگی صدقے
یہ ایسی زندگی جس نے بہارِ جاوداں پائی

یہی وہ موت ہے جس کے تمنائی رہے مرسلؑ
یہی وہ زندگی جو حضرتِ شبیر نے پائی

وہی شبیر جس کو فاطمہ نے گود میں پالا
وہی شبیر جس نے آیتوں سے تربیت پائی

وہی شبیر جس نے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے
سرِ دوشِ پیمبر جس کے آ کے ان کی زلف سلجھائی

وہی شبیر جس کے واسطے ناقہ بنے آقا
وہ جس کے پاؤں نے مہرِ نبوت پہ جگہ پائی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جو آنکھ کھول کے دیکھا جمالِ روئے حسینؑ
ہوئیں کچھ آنکھوں ہی آنکھوں میں گفتگوئیں، جیسے
ابھی سے قوتِ باطل شکن نمایاں ہے
نگاہ پڑتے ہی بھائی کے دست و بازو پر
حسینؑ نے یہ ابھی سے سمجھ لیا، جیسے
ابھی سے ہوگئیں مخصوص ان کے نام کے ساتھ
علیؑ کی گود میں، مہر و وفا کے جھولے میں
جناں میں خوش ہیں ابوطالبؑ وفاپرور
برائے دینِ خدا یہ ہوں یا ابوطالبؑ
رئیسِ مکہ تھے جد آپؑ کے ابوطالبؑ
چلے گا ملکِ وفا میں انہیں کا اب سکّہ
بہت عزیز تھے بچپن سے یہ انہیں، جب تو
حسینؑ دشت میں پیاسے تھے، اور یہ دریا میں
تھا قبضہ نہر پہ پھر بھی نہیں پیا پانی
یہ کیوں اکیلے نہ اعداء سے چھین لیں دریا
یہ رعبِ ضیغمِ شیرِ خدا تھا فوجوں پر
پرے یہ توڑ کے فوجوں کے گھاٹ پر پہنچے
انہیں نے ڈال دیا جب فرات میں گھوڑا
وغا میں جنبشِ تارِ نظر سے کٹ کٹ کر
یہ تشنگی میں جو مشکِ سکینہؑ بھرنے لگے
یہ چھڑ لرزتی نہیں تھی جری کے کاندھے پر
پیامِ عشق و محبت ہے ان کی زمرروی
غلامِ حضرتِ عباسؑ تھے، غلامِ حسینؑ
ثواب اس کا ہمیشہ ہو اُن کی روح کو نذر
ہیں جو بھی دل سے غلامانِ حضرتِ عباسؑ
شرۂ وفا سے ہو جن کے دلوں میں بغض کی آگ
زباں پہ نغمۂ مدحت [illegible] عباسؑ ہو

لبوں پہ موجِ تبسم سی ہوگئی جاری
ابھی سے ہونے لگی کربلا کی تیاری
ابھی سے دیکھو ذرا بازوؤں کی تیاری
ابھی سے بخش دی شبیرؑ نے علمداری
انہیں کو زیب ہے فوجِ خدا کی سالاری
وفا، شجاعت و سقائی و علمداری
ابھی سے پلنے لگا جذبۂ فداکاری
ہے ان کی نسل میں معراج پر وفاداری
ہیں وہ بھی رحمتِ حق، یہ بھی رحمتِ باری
مبارک ان کو ہو ملکِ وفا کی سرداری
رہے گی اب اس علمدار کی علمداری
حسینؑ کرتے تھے دن رات نازبرداری
زمانہ دیکھ کے حیراں تھا یہ وفاداری
ذرا تو سوچیئے راہِ وفا کی دشواری
ہو لاکھ بھی تو یہ فوجِ ستم پہ تھا بھاری
مقابلہ سے تھا، اِک ایک سر اُترا عاری
عدو کی مل گئیں مٹی میں [illegible] آگئی
عدو کی [illegible] ہو گئی ساری
سمٹ کے آگئیں موجیں [illegible] کی آری
علَم بھی وجد میں تھا دیکھ ان کی جرّاری
نوید فتح و ظفر ان کی بزم کا [illegible]
جنہوں نے سلسلہ اس بزم کا ہو رحمت
رہے خلد تک ان پہ خدا کا کرم رہے یہ
ہمیشہ اُن پہ سرِ جالی ساحر
ہمیشہ اُن کو [illegible] رہے جاری
علیؑ سے ہو تو [illegible]

حضرت ساحر لکھنوی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جشنِ غدیر

مرحبا صلِّ علیٰ اے بادہ خوارانِ غدیر
دید کے قابل ہے دشتِ خلد سامانِ غدیر
یوں سجایا ہے اسے مشاطۂ فطرت نے آج
یوں ہوئی جاروب کش اس دشت میں بادِ مراد
مہرِ عالمتاب نے دی ہے انہیں وہ آب و تاب
اب کرے گا بادۂ کوثر کا چھڑکاؤ یہاں
ہے شرابِ حُبِّ حیدرؑ کی وہ ارزانی کہ بس
یہ فضائیں ، یہ ہوائیں ، یہ بہارِ بے خزاں
منتظر کب سے تھا اس لمحہ کا ، اس ساعت کا یہ
بن گیا ہے اِک نئے انداز کا منبر بھی آج
دیکھ کر یہ حاجیوں کے دل کو اِک دھڑکا لگا
شاید اعلانِ ولی عہدی کریں ختم الرسلؐ
ذوالعشیرہ کا وہ وعدہ کیا وفا ہونے کو ہے
یک بیک منبر پر آئے حضرتِ خیرالبشرؐ
پھر علیؑ کو بھی بلا کر زینتِ منبر کیا
ہیں سرِ منبر پیمبرؐ اور علیؑ دونوں بہم
مملکت ہے ایک ، حاکم دو ہیں ، دونوں ایک ہیں
پہلے اِک خطبہ دیا حمدِ خدا میں آپؐ نے
''جس کا میں مولاؐ علیؑ بھی اس کے مولاؑ ہیں'' ، سنو
ہو مبارک ہو گیا ہے مرضیِ خالق سے آج
آیۂ ''بلّغ'' سے لے کر تا بہ ''اکملتُ لکم''
دین بھی کامل ہوا ، سب نعمتیں بھی مل گئیں
سُن کے یہ ''بخٍ لك'' ''بخٍ لك'' کا غل ہوا
پڑھ رہا ہے مدحِ مولاؑ میں قصیدہ جھوم کر
خُم کے میخانے سے ہونے کو ہے اعلانِ غدیر
بن گیا ہے پھول ہر خارِ مغیلانِ غدیر
صورتِ گلزارِ جنت ہے بیابانِ غدیر
مثلِ آئینہ چمک اٹھا ہے میدانِ غدیر
ضوفشاں ذرّوں سے ہے جشنِ چراغانِ غدیر
میکدہ بردوش ہے یہ ابرِ بارانِ غدیر
آج خم پر خم لنڈھائیں میگسارانِ غدیر
آج تو جنت بھی شاید ہو نہ ہمشانِ غدیر
آج قسمت سے ہوا پورا یہ ارمانِ غدیر
یوں مکمل ہو گیا ہے ساز و سامانِ غدیر
دیکھئے ہونے کو ہے کیا آج اعلانِ غدیر
دیکھئے رہتا ہے کس کے ہاتھ میدانِ غدیر
آئے ہیں جبریلؑ کیا اب لے کے فرمانِ غدیر
جلوۂ ختم الرسلؐ سے بڑھ گئی شانِ غدیر
اوج منبر کا بڑھا ، دونی ہوئی شانِ غدیر
ایک ہی مسند پہ ہیں دو تاجدارانِ غدیر
یہ بھی مولاؑ وہ بھی ، دونوں سربراہانِ غدیر
پھر وہ فرمایا جو تاریخی ہے اعلانِ غدیر
یاد رکھو ، حکمِ خالق ہے یہ فرمانِ غدیر
وارثِ مہرِ نبوت ، ماہِ تابانِ غدیر
حق نے نازل کر دیا ہے آج قرآنِ غدیر
ہو گیا راضی خدا بھی ، ہے یہ احسانِ غدیر
گونج اٹھا تبریک نعروں سے میدانِ غدیر
آج تو حسّانؓ بھی ہے زمزمہ خوانِ غدیر

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بس یونہی تو ہو نہیں جائے گی بخشش حشر میں — پہلے تولے جائیں گے ایماں بہ میزانِ غدیر
ان میں سے ایک ایک ہے جشنِ ولایت کا گواہ — ہیں سوا لاکھ آج یہ حاجی جو مہمانِ غدیر
اُس سے تو اللہ خود سمجھے گا، اب ہم کیا کہیں — جو کوئی توڑے گا "بخ" کہہ کے پیمانِ غدیر
کیسے ہو اس کی ثناء جس کے شرف ہوں بے حساب — ساقیِ کوثر، قسیمِ خلد، سلطانِ غدیر
نازِ عیسیٰؑ، فخرِ موسیٰؑ، رشکِ یوسفؑ سر بسر — پیکرِ دیں، روحِ ایماں، شانِ حق، جانِ غدیر
باعثِ شادابیِ گلزارِ دینِ مصطفیٰؐ — نو بہارِ گلشنِ حق، روح و ریحانِ غدیر
زینتِ بزمِ ولایت، جلوہ فرمائے حرم — نور بر طورِ امامت، گل بدامانِ غدیر
برسرِ منبر قدم، تاجِ ولایت زیبِ سر — کیوں نہ ہو فخرِ سلیمانؑ یہ سلیمانِ غدیر

اللہ اللہ یہ شرف اس شاعرِ ناچیز کا
مثلِ حسّانؓ آج ساحرؔ ہے ثناخوانِ غدیر

﴿حضرت ساحر لکھنوی﴾

خطبۂ غدیر کے بعد حضرت حسّان بن ثابت کا قصیدہ

یُنَادِیهِمْ یَوْمَ الْغَدِیرِ نَبِیُّهُمْ — بِخُمٍّ وَّ اَسْمِعْ بِالرَّسُوْلِ مُنَادِیَا

غدیر کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ با آوازِ بلند پکار پکار کر صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر رہے تھے اور میں حضورؐ کی یہ بلند آواز سن رہا تھا۔

یَقُوْلُ فَمَنْ مَّوْلَاكُمْ وَ وَلِیُّكُمْ — فَقَالُوْا وَلَمْ یَبْدُ وا هُنَاكَ التَّعَامِیَا

حضورؐ نے فرمایا کہ (اے میرے دوستو!) تمہارا مولا اور ولی کون ہے؟ یہ سن کر انہوں نے (یعنی صحابہ کرامؓ نے) جواب دیا اور اس جواب میں کسی طرح کے تکدر یا کراہت کا اظہار نہیں کیا (یعنی خلوص سے یہ جواب دیا):

اِلٰهُكَ مَوْلَانَا وَ اَنْتَ وَلِیُّنَا — وَلَمْ تَرَ مِنَّا فِی الْوِلَایَةِ عَاصِیَا

یا حضرتؐ! پروردگارِ عالم ہمارا مولا ہے اور آپ ہمارے مولا ہیں، اور آپ اس "ولایت" میں (یعنی خدا کو اور آپؐ کو اپنا مولا اور ولی تسلیم کرنے میں) ہماری طرف سے کوئی نافرمانی نہیں پائیں گے۔

فَقَالَ لَهٗ قُمْ یَا عَلِیُّ فَاِنَّنِیْ — رَضِیْتُكَ مِنْ بَعْدِیْ وَلِیًّا وَّ هَادِیَا

یہ سن کر حضورؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ کھڑے ہو جاؤ (تاکہ تمہیں سب دیکھ لیں) میں نے تمہیں اپنے بعد ولی اور ہادی کے منصب کے لئے پسند کیا ہے۔

فَمَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا وَلِیُّهٗ — فَكُوْنُوْا لَهٗ اَنْصَارَ صِدْقٍ مُوَالِیَا

اس کے بعد اعلان فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں، یہ (علیؑ) بھی اس کا مولا ہے۔ تم اس کے سچے مددگار اور دوست بن جاؤ۔

هُنَالِكَ دَعَا اَللّٰهُمَّ وَالِ وَلِیَّهٗ — وَكُنْ لِلَّذِیْ عَادٰی عَلِیًّا مُعَادِیَا

اور اس وقت حضورؐ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! تو اس کے (یعنی حضرت علیؑ کے) دوست کو دوست رکھ، اور جو شخص اس سے عداوت رکھے اس سے عداوت رکھ۔

(ماخوذ: "الغدیر" از امینی حسینی، جلد ۱، صفحہ ۲۳۱)

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

در مدحِ سیّدۃ نّساء العالمینؑ

سلیقہ دیں ثناء کا مجھکو گر جنابِ فاطمہؑ
بنا دیں اس خزف کو بھی گہر جنابِ فاطمہؑ

زنانِ عالمیں میں مقتدر جنابِ فاطمہؑ
نساء میں ہیں رسول سربسر جنابِ فاطمہؑ

نبیؐ کی ابتری کے جو تھے مدعی ، وہ دیکھ لیں
پدر کی شامِ غم کی ہیں سحر جنابِ فاطمہؑ

نبیؐ نے پہلی بار گوشِ طفل میں جو دی اذاں
ہیں اس اذانِ حق سے بہرہ ور جنابِ فاطمہؑ

پدر کی نسل کی یہی ہیں ضامن اب بحکمِ رب
دعائے مصطفیٰؐ کا ہیں اثر جنابِ فاطمہؑ

یہ رازِ کوثر اب عدو کی بھی سمجھ میں آ گیا
ہے مبتداء کلامِ حق ، خبر جنابِ فاطمہؑ

بہت سی آیتیں نہ پھر اتر کر آتیں عرش سے
نہ آتیں بزمِ دہر میں اگر جنابِ فاطمہؑ

وہ ہاجرہؑ و مریمؑ اور سارہؑ ہوں کہ آسیہؑ
نجومِ بزمِ حق ہیں وہ ، قمر جنابِ فاطمہؑ

صدف بھی بے مثال ہے ، یہ گوہرِ مراد بھی
صدف دلِ رسولؐ ہے ، گہر جنابِ فاطمہؑ

ہیں ماں کے بعد مجمعِ زنانِ غیرِ کفو میں
پدر کی رازدارِ معتبر جنابِ فاطمہؑ

مخالف ان کے جو بھی ہوں، وہ حق پہ ہیں نہ صدق پر
ہیں صدق و حق سبھی اُدھر، جدھر جنابِ فاطمہؑ

نہ ہو سکا نہ ہو سکے گا کوئی اب سے حشر تک
دگر نبیؐ ، دگر علیؑ ، دگر جنابِ فاطمہؑ

عروسِ زنِ یہود ہو کہ جنگِ خیبری
اُدھر علیؑ ہیں سرخرو ، اِدھر جنابِ فاطمہؑ

ہواللہ اللہ اِک کنیز بھی شریکِ **ھل اتی**
دکھا دیں تربیت کا جو اثر جنابِ فاطمہؑ

انہی سے صبر سیکھا ہے حسنؑ نے اور حسینؑ نے
اٹھا چکی ہیں ظلم اس قدر جنابِ فاطمہؑ

حسنؑ بھی ہیں حسینؑ بھی اُسی کے غنچہ و ثمر
لگا گئیں جو صبر کا شجر جنابِ فاطمہؑ

مجال کیا کہ موت کا فرشتہ گھر میں آ سکے
نہ اِذن دے دیں خود اسے اگر جنابِ فاطمہؑ

جو حق کی بات ہو تو اہلِ ظلم و شر کے سامنے
علیؑ سی ہیں شجاع اور نڈر جنابِ فاطمہؑ

برائے حفظِ دینِ حق ، ہیں مال و آلؑ سب فدا
لٹا رہی ہیں کربلا میں گھر جنابِ فاطمہؑ

نیابت اپنی مالؑ کی کر رہی ہیں کربلا میں جو
جنابِ زینبؑ اب ہیں سربسر جنابِ فاطمہؑ

اگرچہ اِک کنیز بھی ہے گھر کے کام کاج کو
چلا رہی ہیں آسیا مگر جنابِ فاطمہؑ

ابھی خدا عذاب کر دے نازلِ اہلِ ظلم پر
اٹھائیں دست بہ دُعا اگر جنابِ فاطمہؑ

ہو ساحر اِک قبالۂ بہشت یہ مرا سخن
قبول کر لیں نذر یہ اگر جنابِ فاطمہؑ

﴿حضرت ساحر لکھنوی﴾

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

در مدحِ تاجدارِ امن و صلح

طفلی میں جو نبیؐ تھے وہی ہُو بہُو حسن
تصویر سامنے ہے کہ ہیں روبرو حسن

لو گلشنِ نبیؐ میں شگفتہ ہوا یہ پھول
اس باغ کو ہوئے سببِ رنگ و بو حسن

آئی ہے ان کے دم سے اب اس باغ میں بہار
گلزارِ مصطفیٰؐ کو ہیں وجہ نمو حسن

پوری خدا نے کر دی انہیں بھیج کر یہاں
تھے قلبِ مصطفیٰؐ کی بڑی آرزو حسن

حُسن و جمال و سیرت و فکر و شعور میں
جیسے رسولؐ ویسے ہی ہیں ہُو بہُو حسن

سورج کو حق نے نور دیا ان کے نور سے
خوبی ہے جس کے رخ میں یہ، وہ خوبرُو حسن

پشتِ نبیؐ پہ بیٹھے ہیں اور ہیں لیے ہوئے
ہاتھوں میں ان کی زُلفِ سیہ مُشکبو حسن

پشتِ نبیؐ پہ، مہرِ نبوت پہ ہے نشست
رکھتے ہیں زیرِ پا یہ مقامِ علو حسن

آتی ہے جس میں صاف نظر شکلِ مصطفیٰؐ
چشمِ عدو میں بھی ہیں وہ آئینہ رو حسن

عزت خدا کے دیں کی بچائیں گے صلح سے
مٹنے نہ دیں گے حق کی کبھی آبرو حسن

چاکِ قبائے دینِ خدا کو بشکلِ صلح
اب سوزنِ قلم سے کریں گے رفو حسن

انسانیت کو امن کا پیغام دے گئے
دینِ خدا کو کر گئے یوں سرخرو حسن

اللہ رے فصاحتِ فرزندِ بوترابؑ
قرآں خموش ہو جو کریں گفتگو حسن

ساحرؔ سے بے ہنر کو بھی مدحت کے باب میں
حق کے کرم سے کرتے رہیں سرخرو حسن

﴿حضرت ساحرؔ لکھنوی﴾

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

موت و حیات

در مدحِ سیّد الشہداء امام حسینؑ

جہاں رنگِ خزاں میں موت کی ہے کارفرمائی
وہیں دیکھی بہارِ زندگی کی بزم آرائی
دلوں پر موت کی ہیبت بھی آفاقی حقیقت ہے
جنونِ زندگی بھی ایک عالمگیر سچائی
جلالِ موت جیسے دوزخی سانپوں کی پھنکاریں
جمالِ زندگی کھِلتے ہوئے پھولوں کی رعنائی
وہ شب کوری، سیاہی، گھپ اندھیرا، رات، تاریکی
یہ جلوہ ، روشنی ، پَرتو ، اُجالا ، نور ، بینائی
وہ یکسر ناتوانی ، بےبسی ، بیچارگی ، حسرت
یہ طاقت ، زور ، دَم خم ، حوصلہ ، ہمت ، توانائی
وہ ماتم ، سوگواری ، رنج ، وحشت ، خانہ ویرانی
یہ نغمہ ، لَے ، ترنّم ، رنگ ، نکہت ، حُسن ، زیبائی
وہ بیہوشی ، سکوتِ عقل ، غفلت ، خود فراموشی
یہ بینائی ، بصیرت ، فہم ، دانش ، علم ، دانائی
مگر اِک موت وہ جس نے سند پائی شہادت کی
بہارِ زندگی بھی اُس کے ہر جلوے سے شرمائی
نہ اُس کے گرد پُرہیبت سکوتِ شب کا سنّاٹا
نہ اُس کی منزلِ دشوار میں احساسِ تنہائی
نہ اس کے عشق میں دیوانگیِ شوق کج فہمی
نہ اس دیوانگیِ شوق کا انجام رسوائی
نہ اس کی راہ میں طوفان کی پروا ہے کشتی کو
نہ اس میں جرأتِ اقدام کا انجام پسپائی
نہ اس میں عزمِ دل مٹتا ہے سینہ چاک ہونے سے
نہ اس میں سلب ہوتی ہے زباں بندی سے گویائی
جو اس میں پاؤں تھک جائیں تو سرنیزوں پہ چلتے ہیں
نَفَس کا زور گھٹتا ہے تو بڑھتی ہے توانائی
یہاں مقصد اگر مل جائے تو پھر سب برابر ہے
ہجومِ مقتلِ عشاق یا تربت کی تنہائی
یہ ایسی موت ہے، جس پر بہارِ زندگی صدقے
یہ ایسی زندگی جس نے بہارِ جاوداں پائی
یہی وہ موت ہے جس کے تمنائی رہے مرسلؐ
یہی وہ زندگی جو حضرتِ شبیرؑ نے پائی
وہی شبیرؑ جس کو فاطمہؑ نے گود میں پالا
وہی شبیرؑ جس نے آیتوں سے تربیت پائی
وہی شبیرؑ جس نے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے
سرِ دوشِ پیمبرؐ آ کے اُن کی زلف سلجھائی
وہی شبیرؑ جس کے واسطے ناقہ بنے آقاؐ
وہ جس کے پاؤں نے مہرِ نبوت پر جگہ پائی

ہے ماں کی گود میں آج ایسی نعمتِ باری
فدا ہیں جس پہ زمانہ کی [illegible] ساری
ہے اُن کی گود میں جو ساقیِ فراتِ وفا
ہے آج ساقیِ کوثر کو خود بھی سرشاری
جو ایک گھونٹ بھی پی لے تو خلد واجب ہو
مئے وفا ہے کہ ہے آبِ رحمتِ باری
قلم بھی چلتا ہے کاغذ پہ جھوم جھوم کے آج
شرابِ جامِ وفا میں ہے ایسی سرشاری
مری نظر میں ہے اب ایسا کیف زا منظر
کہ جس سے کیف ہے ام البنینؑ پر طاری
علیؑ نے گود میں شبیرؑ کی پسر کو دیا
بر آئیں باپ کی یوں آج حسرتیں ساری

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وہی شبیرؑ جس کی ایک ہٹ پر عہدِ طفلی میں
خود اپنے طفلِ نو کو لے کے ہرنی دوڑتی آئی

وہی شبیرؑ جس نے نورِ رخ کی چھوٹ کے آگے
عرب کی دوپہر کی دھوپ بھی سونلائی سونلائی

وہی شبیرؑ جس نے سطوتِ شاہی کو ٹھکرا کر
مٹا کر رکھ دیا اِک آن میں سب زعمِ دارائی

وہی شبیرؑ جس کے برمحل اقدام سے اب تک
تماشہ ہے یزیدیت ، زمانہ ہے تماشائی

جو آنکھ کھول کے دیکھا جمالِ روئے حسینؑ
لبوں پہ موج متبسم سی ہو گئی جاری

ہوئیں کچھ آنکھوں ہی آنکھوں میں گفتگوئیں ، جیسے
ابھی سے ہونے لگی کربلا کی تیاری

ابھی سے قوتِ باطل شکن نمایاں ہے
ابھی سے دیکھو ذرا بازوؤں کی تیاری

نگاہ پڑتے ہی بھائی کے دست و بازو پر
ابھی سے بخش دی شبیرؑ نے علمداری

حسینؑ نے یہ ابھی سے سمجھ لیا ، جیسے
انہیں کو زیب ہے فوجِ خدا کی سالاری

ابھی سے ہوگئیں مخصوص ان کے نام کے ساتھ
وفا ، شجاعت و سقائی و علمداری

علیؑ کی گود میں ، مہر و وفا کے جھولے میں
ابھی سے پلنے لگا جذبۂ فداکاری

جناں میں خوش ہیں ابوطالبؑ وفاپرور
ہے ان کی نسل میں معراج پر وفاداری

برائے دینِ خدا یہ ہوں یا ابوطالبؑ
ہیں وہ بھی رحمتِ حق ، یہ بھی رحمتِ باری

رئیسِ مکہ تھے جد آپؑ کے ابوطالبؑ
مبارک ان کو ہو ملکِ وفا کی سرداری

چلے گا ملکِ وفا میں انہیں کا اب سکّہ
رہے گی اب اس علمدار کی علمداری

بہت عزیز تھے بچپن سے یہ انہیں ، جب تو
حسینؑ کرتے تھے دن رات نازبرداری

حسینؑ دشت میں پیاسے تھے ، اور یہ دریا میں
زمانہ دیکھ کے حیراں تھا یہ وفاداری

تھا قبضہ نہر پہ پھر بھی نہیں پیا پانی
ذرا تو سوچیئے راہِ وفا کی دشواری

یہ کیوں اکیلے نہ اعداء سے چھین لیں دریا
ہو لاکھ بھی تو یہ فوجِ ستم پہ ہیں بھاری

یہ رعبِ ضیغمِ شیرِ خدا تھا فوجوں پر
مقابلہ سے تھا ، اک ایک سورما عاری

پرے یہ توڑ کے فوجوں کے گھاٹ پر پہنچے
عدو کی مل گئیں مٹی میں حسرتیں ساری

انہیں نے ڈال دیا جب فرات میں گھوڑا
تو پیچ و تاب میں جل بھن کے رہ گئے ناری

وغا میں جنبشِ تارِ نظر سے کٹ کٹ کر
عدو کی برق سی تلوار ہو گئی آری

تشنگی میں جو مشکِ سکینہؑ بھرنے لگے
سمٹ کے آ گئیں موجیں فرات کی ساری

یہ چھڑ لرزتی نہیں تھی جری کے کاندھے پر
عَلَم بھی وجد میں تھا دیکھ کر یہ جراری

پیامِ عشق و محبت ہے ان کی نرم روی
نویدِ فتح و ظفر ان کی گرم رفتاری

غلامِ حضرتِ عباسؑ تھے ، غلام حسینؑ
جنہوں نے سلسلہ اس بزم کا کیا جاری

ثواب اس کا ہمیشہ ہو اُن کی روح کو نذر
لحد سے خلد تک ان پر ہو رحمتِ باری

ہیں جو بھی دل سے غلامانِ حضرتِ عباسؑ
ہمیشہ اُن پہ خدا کا کرم رہے جاری

شہِؑ وفا سے ہو جن کے دلوں میں بغض کی آگ
ہمیشہ اُن کو جلاتی رہے یہ چنگاری

ثنائے مدحتِ عباسؑ ہو تو اے ساحر
زباں پہ نغمۂ صلِّ علیٰ رہے جاری

﴿حضرت ساحر لکھنوی﴾

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مرد و زن

در مدحِ ثانیٔ زہراؑ جناب زینب کبریٰؑ

جب چھڑا صبحِ ازل سازِ صدائے قدرت
نغمۂ ''کُـــن'' سے ہوئی ارض و سما کی جلوت

لامکاں نے وہ مکاں خلق کیا عالم میں
فرش مٹی کا، پہاڑوں کے ستوں، عرش کی چھت

صَرصَرِ تیز نے کی شوق سے جاروب کشی
سبزۂ نَو سے ہوئی فرشِ زمیں کی زینت

ہر خزف گوہر و الماس کی صورت چمکا
ہر شجر نے نئے انداز کا پہنا خلعت

ابرِ باراں کی جھماجھم سے بجے نقارے
رعد نے جا کے سرِ کوہ بجائی نوبت

اب یہ چاہا کہ مکاں ہے تو مکیں بھی آئے
خالقِ روح نے آدمؑ کی بنائی صورت

ساتھ آدمؑ کے ہوئی خلقتِ حوّا لازم
بہ تقاضائے مشیت، بہ ادائے فطرت

مرتبے ایک سے دونوں کے بنائے، لیکن
مختلف صورت و کردار و مزاج و طینت

مرد کو قوت و طاقت سے سرافراز کیا
اور نسواں کو دیا حُسن و جمالِ صورت

وہ جو فانوس تو یہ شمعِ شبستانِ حیات
وہ ہے جلوت کی تجلّی، یہ چراغِ خلوت

وہ رہِ عشق کا رہرو تو یہ اس کی منزل
وہ طلبگارِ مئے کیف، یہ خود کیفیت

وہ مصور، یہ مرقع، وہ پجاری، یہ صَنم
وہ ہمہ عجز و خوشامد، یہ سراپا نخوت

وہ ترانہ، یہ ترنم، وہ قصیدہ، یہ غزل
وہ مغنّی ہے تو یہ راگ، وہ ہے رقص، یہ گت

وہ پپیہا ہے تو یہ ''پی''، وہ گلستاں، یہ بہار
وہ جو گلچیں ہے تو یہ گل، وہ ثمر، یہ لذت

وہ جو سورج تو کرن یہ، وہ دھنک ہے تو یہ رنگ
وہ جو مہتاب تو یہ نور، وہ گل، یہ نکہت

وہ ستم کش، یہ ستم کیش، وہ بیدل تو یہ دل
وہ جفاجُو، یہ وفاخُو، وہ غضب، یہ رحمت

آنکھ وہ ہے تو یہ پتلی، وہ نظر ہے تو یہ نور
وہ امیں ہے، یہ امانت، وہ غنی، یہ دولت

وہ اگر قیس تو یہ لیلیٰ گردوں محمل
وہ جو فرہاد طبیعت تو یہ شیریں فطرت

لوگ محنت کا صِلہ بھی نہیں دیتے اُس کو
اس کے قدموں میں بچھا دیتے ہیں ساری دولت

ہاں مگر منزلِ تقدیس میں اے خامۂ فکر
یہ نہیں وصفِ زن و مرد کی احسن صورت

مرد و زن دونوں سے تزئینِ گلستانِ جہاں
وہ بھی خالق کی عطا، یہ بھی خدا کی نعمت

اُس میں غلمان و ملائک کے تقدس کی جھلک
خلد کی حوروں سے ملتی ہوئی اس کی صورت

وہ اگر باپ ہے تو بعدِ خدا ہے سب کچھ
یہ اگر ماں ہے تو ہے پاؤں کے نیچے جنت

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

وہ نبیؐ ہے تو یہ ٹکڑا ہے نبیؐ کے دل کا
وہ ولی ہے تو اسے بھی ہے ولی سے نسبت

وہ اگر بھائی ہے تو جذبۂ شبیرؑ لیے
یہ بہن ہے تو ہے زینبؑ کی طرح باہمت

مرحبا صلِ علیٰ لب پہ یہ کیا نام آیا
مطلعِ نو سے ہوئی ذوقِ ثنا کی زینت

مدحِ زینبؑ سے ہوئی میری زباں کی زینت
اللہ اللہ یہ میں اور یہ میری قسمت

ساقیا مجھکو پلا اب وہ مئے با حرمت
جس کے پینے سے ملے دل کو طہارت کی صفت

وہ پلا مجھکو جو موسیٰؑ کو سرِ طور ملی
ہاں مگر دور رہے میری زباں سے لُکنت

وہ پلا ، میرے تخیّل کو جو طاہر کر دے
مطلعِ نو سے عیاں جس کی ہو سب کیفیت

آج ہے عرشِ طہارت پہ وہ ماہِ عصمت
جس کی تنویر اندھیروں میں چراغِ رحمت

جس کے انوار سے ہے عالمِ نسواں روشن
جس کے کردار نے عورت کی بڑھا دی عظمت

جس کی توقیر ہے زہراؑ و خدیجہؑ کا وقار
جس کی عزت ہے نبیؐ اور علیؑ کی عزت

فاطمہؑ بنتِ محمدؐ ہیں تو یہ بنتِ علیؑ
وہ سراپا ہیں طہارت ، یہ مجسم عصمت

اُن کے اخلاق میں اخلاقِ نبیؐ کا پرتو
ان کے کردار میں زہراؑ و علیؑ کی عظمت

ماںؑ سے ورثہ میں ملی صبر کی نعمت ان کو
باپؑ سے قوتِ گفتار کی پائی دولت

بھائی بھی پایا تو شبیرؑ کا ایسا بھائی
وہ جو اسلام کا دل ہے تو یہ دل کی قوت

استقامت کا ستوں ، جرأت و ہمت کی چٹان
عزم کا کوہِ گراں ، صبر و سکوں کا پربت

غمزدہ اہلِ حرمؑ کے لیے سرمایۂ جاں
سہمے سہمے ہوئے اطفال پہ دستِ شفقت

خیمۂ عترتِ اطہارؑ میں زہراؑ سیرت
مرحبِ شام کے دربا میں حیدرؑ صَولت

نرم لہجہ سے عیاں نرمیِ گفتارِ نبیؐ
شعلۂ نطق میں آوازِ علیؑ کی حدّت

یہ بصیرت تھی انہیں کی ، یہ انہیں کا تھا عمل
بخش دی واقعۂ کرب و بلا کو شہرت

ان کی جرأت نے الٹ دی رُخِ باطل سے نقاب
ان کی تقریر نے ظالم کی بنا دی دُرگت

بن گئی تیغِ یداللہ کی ضربت کا بدل
ان کے خطبوں کے ہر اِک لفظ کی کاری ضربت

بات کی بات میں ظالم کو پشیمان کیا
آن کی آن میں شاہی کی مٹا دی نخوت

بیکراں ان کے ارادوں پہ ستم کی یورش
بے اثر ان کے عزائم پہ غموں کی شدت

ان سے ڈھارس تھی بڑی قلبِ شہِؑ والا کو
ان کی صورت میں نظر آتی تھی ماںؑ کی صورت

لبِ گویا کا یہ انداز ہے زینبؑ کی عطا
نطقِ ساحر میں یہ اعجاز ، خدا کی قدرت

حضرت ساحر لکھنوی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

در مدحِ صاحبِ غیبتِ کبریٰ عج

پھر غیب کے پردوں سے درپردہ نوید آئی — پھر نیمۂ شعبان ہے اور انجمن آرائی
ہلچل سی ہے اِک دل میں، وہ آئیں گے محفل میں — بیٹھے ہیں جگر تھامے جلووں کے تمنائی
ایسا نہ ہو وہ آئیں اور آ کے چلے جائیں — اس ڈر سے شبِ وعدہ سوتے نہیں سودائی
کب تک یہ نظر در پر، اے حسرتِ نظارہ — کب تک یہ خلش دل میں، اے تابِ شکیبائی
اے غیب کے پروردہ کب تک یہ حجاب آخر — واں آپ ہیں پردے میں یاں جان پہ بن آئی
آدابِ محبت میں کیا کوئی کمی پا کر — دنیا میں نہ آنے کی سرکار قسم کھائی
کشتی یہ عریضے کی تیرائی جو اشکوں نے — رخ وقت کے دھارے کا بدلا، وہ مراد آئی
وہ اوٹ سے بادل کی اِک چاند کوئی چمکا — وہ بھر گئی جلووں سے گھر کی مرے انگنائی
بدلے ہوئے موسم سے آیا جو سرور آخر — ساحرؔ نے پڑھا مطلع، بلبل نے غزل گائی
اللہ رے تصور کی یہ انجمن آرائی — جس سمت نظر اٹھی کچھ پھول کھلا آئی
میخانے چلو رندو، برسات کی رُت آئی — سنکی وہ ہوا سنکی، چھائی وہ گھٹا چھائی
بادل کے گرجنے سے دم دم جو صدا آئی — گونج اٹھی یہ کل محفل، جھوم اُٹھے یہ مولائی
محفل پہ جو رحمت کی گھنگھور گھٹا چھائی — میخانۂ ایماں سے قل قل کی صدا آئی
قلقل کے ترانوں سے پھر ذوقِ ثنا جاگا — پھر جذبۂ مدحت نے لی جوش میں انگڑائی
پھر فکر کی لہروں پر مدحت کے کنول تیرے — پھر فن کے گلستاں میں اِک تازہ بہار آئی
تخئیل کے پتھر نے پانی میں بھنور ڈالے — خوابوں کے جزیرے میں کشتیِ ہنر آئی
رکھا جو قدم میں نے اب کوچۂ مدحت میں — سلمائے تخیل نے کی میری پذیرائی
وہ قوسِ قزح نکلی، یا چشمِ تصور میں — دوشیزۂ فطرت کی چنری کوئی لہرائی
دریا میں چراغاں کو اشک آ گئے آنکھوں میں — یا فکر کے بحروں میں تاروں کی برات آئی
بوندوں کی ٹپا ٹپ سے وہ جھانجھ بجے جھن جھن — سرسر کی صداؤں سے گونج اٹھی وہ شہنائی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پانی کی جھما جھم میں پائل کی چھما چھم ہے
ڈالی کے لچکنے میں محبوب کی انگڑائی

اس خشک زمیں پر جب چھینٹا یہ پڑا کھل کر
مٹی سے اٹھی خوشبو، بے جان میں جان آئی

اس رنگِ بہاراں کی سن گن جو کہیں پائی
میخانۂ کعبہ سے آوازِ اذاں آئی

میخانہ ہے غیبت کا، پیمانہ ہے الفت کا
صہبا ہے تولّا کی، میخوار تولّائی

ناپی جو تخیل کے پیمانے سے گہرائی
اس مئے کے سمندر کی کچھ تھاہ نہیں پائی

میخانۂ غیبت پر صدقے ہے جہاں، لیکن
واعظ کو بہار اس کی اِک آنکھ نہیں بھائی

اس جام کو ٹھکرا کر کوثر پہ بھی پیاسا ہے
اچھا ہے، نہ پینے کی ظالم نے سزا پائی

اس بادہ و ساقی کا عرفاں ہی نہیں جس کو
کیا صوم وصلوٰۃ اس کے، کیا اس کی جبیں سائی

یہ بارہواں ساقی ہے میخانۂ وحدت کا
یہ روح ہے کوثر کی ساغر میں جو کھنچ آئی

ہے فکر تری ساحرؔ ساقی کی عطا، لیکن
مدحت کی شراب اب تک کیوں تو نے نہ چھلکائی

موّاجِ طبیعت پر کیسا یہ جمود آخر
بہتے ہوئے پانی پر جمتی ہے کہیں کائی

ساقی کی ثناء میں اب وہ مطلعِ نو پڑھ دے
جھوم اٹھیں جسے سن کر سب ان کے تولائی

لو وقتِ ظہور آیا، کعبہ سے نوید آئی
لبیک مرے مولاؑ، حاضر ہیں یہ مولائی

لو دیدۂ نرگس کو اب مل گئی بینائی
لو نورِ نظر پایا، نرجسؑ کی مراد آئی

بندے کی صفت بن کر اللہ کی یکتائی
اِک بولتے قرآں کی صورت میں سمٹ آئی

ماں باپ نے بیٹے کو دیکھا جو نظر بھر کے
جھولے میں محمدؐ کی تصویر نظر آئی

خوش ہو کے حسنؑ اٹھے گودی میں لیے اس کو
نظروں سے ملیں نظریں، بچے کو ہنسی آئی

آخر جو محمدؐ ہے وہ آیا زمانے میں
لو قولِ پیمبرؐ کی ثابت ہوئی سچائی

اوّل بھی محمدؐ ہیں آخر بھی محمدؐ ہیں
یہ فکر کی یک رنگی، یہ روح کی یکجائی

دی جس نے توانائی حق کے تنِ مردہ کو
اِک کھیل ہوا اس کو اعجازِ مسیحائی

یہ وقت کا حیدرؑ پھر کعبہ سے ہوا ظاہر
تاریخِ حرم گویا تاریخ نے دہرائی

عمامہ نبوت کا، جامہ ہے امامت کا
جلوہ ہے قیامت کا، اللہ رے زیبائی

وہ رنگِ شباب ان کا حیدرؑ کی جوانی سا
وہ حُسنِ حسنؑ جس کی یوسفؑ نے قسم کھائی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بازو پہ یہ "جاء الحق" خالق کی ضمانت ہے — یہ آئے تو پھر حق نے باطل پہ ظفر پائی
یہ فاتحِ خیبرؑ کی تلوار کے وارث ہیں — اب مرحبِ دوراں کی قسمت میں ہے پسپائی
ہر عہد میں سچائی انساں کی ضرورت ہے — ہے صورتِ قائمؑ میں ہر عہد کی سچائی
آدمؑ سے محمدؐ تک سب آپؑ کے وارفتہ — توریت سے قرآں تک سب آپؑ کے شیدائی
اب ان کی امامت ہے تا حشر زمانے میں — قائم ہے قیامت تک اللہ کی دارائی

عیسیٰؑ سے تولائی جس بزم میں حاضر ہوں
اس بزم میں ساحرؔ نے مسند پہ جگہ پائی

﴿حضرت ساحرؔ لکھنوی﴾

فصلِ گُل

ظہورِ حضرتِ حجتؑ جو ہو گا عین کعبہ میں — مَلک دیکھیں گے حیرت سے شکوہِ حیدرِ ثانی
رُخِ روشن پہ صدقہ آفتابِ صبح کی کرنیں — نچھاور گوہرِ دنداں پہ مروارید عُمانی
سرِ اقدس پہ سایہ رحمتِ باری کے بادل کا — پرِ جبریلؑ پیہم ہو گا مصروفِ مگس رانی
عبا ہے عظمتِ آلِ عبا کی جسمِ اطہر پر — عمامہ ہے رسولؐ اللہ کا ، جامہ ہے قرآنی
ادھر ماتھے پہ نورِ طالعِ بیدار کی تابش — ادھر بازو پہ جاء الحق کی آیت کی درخشانی
علیؑ کی تیغ کے قبضہ پہ ہو گا ہاتھ حضرتؑ کا — نظر میں خاندانِ مصطفیٰؐ کی خانہ ویرانی
اٹھیں گے غیظ میں جب انتقامِ خونِ ناحق کو — تو ہر ظالم کا پتہ خوف سے ہو جائے گا پانی
جہانِ ظلم میں پھر دور دورہ عدل کا ہو گا — پئیں گے گوسفند و شیر سب اِک گھاٹ پر پانی
غنی ہو جائے گا ان کے کرم سے یوں ہر اِک مفلس — کرے گی مورِ بے مایہ سلیمانؑ کی بھی مہمانی
کرم کا اَبر بھی برسے گا اور چشمے بھی پھوٹیں گے — کوئی کھیتی نہ سوکھے گی وہ نہری ہو کہ بارانی
کریں گے آپؑ یوں آباد پھر دنیائے ویراں کو — نہ پائے گا کوئی بومِ نحوست جائے ویرانی

ہیں ساحرؔ ہم ابھی سے شامل ان کے جاں نثاروں میں
تہہِ تیغِ قلم ہے ان کا اِک اِک دشمنِ جانی

﴿حضرت ساحرؔ لکھنوی﴾

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مرثیہ

طلب

(مدحِ حضرت ابوطالبؑ ، شہادتِ حضرت عباسؑ)

حضرت ساحرؔ لکھنوی

﴿1﴾

پھر آج ہے طلب جوہرِ سخن مجھکو
ہے پھر تلاشِ گہر ہائے فکر و فن مجھکو
خزینہ کر وہ عطا ربِ ذوالمنن مجھکو
ہر ایک لفظ ہو رشکِ دُرِ عدن مجھکو
دکانِ جنسِ ہنر جب کہیں بھی کھولوں گا
سخن کے پھول انہیں موتیوں میں تولوں گا

﴿2﴾

خدایا تجھ سے طلب میں ہے عبدیت کا شرف
ہر ایک بندہ کے پھیلے ہیں ہاتھ تیری طرف
کسی کو چاہیے دولت ، کسی کو آب و علف
کسی کو لعلِ یمانی ، کسی کو دُرِ نجف
طلب ہے آدمی کو آگ کی بھی ، برف کی بھی
یہ بات اپنی ضرورت کی بھی ہے ، ظرف کی بھی

﴿3﴾

خدایا لعل و گہر تجھ سے مانگتا ہے کوئی
کسی کی آرزوئے دل ہے مسندِ شاہی
کسی نے دولتِ قارون کی تمنا کی
کسی کو چاہیے ہے ایک وقت کی روٹی
مجھے نہ دولتِ قاروں ، نہ لعل و گوہر دے
بس اِک سلیقۂ مدح و رثاء عطا کر دے

﴿4﴾

الف لکھوں تو عصائے کلیمِ طُور بنے
جو ''ب'' ہو، بائے بہشتِ بریں ضرور بنے
بناؤں ''ج'' تو جامِ مئے طہور بنے
اگر میں ''د'' لکھوں تو دواتِ نور بنے
جو ''ہ'' لکھوں وہ ہدایت مزاج ہو جائے
جو ''واؤ'' ہو ، سرِ وحدت کا تاج ہو جائے

﴿5﴾

زبورِ آلِ محمدؐ کا ''ز'' بنے عنواں
جو ''حائے حسن'' لکھوں تو بڑھائے حُسنِ بیاں
لکھوں جو ''ط'' وہ طاہر کرے قلم کی زباں
جو ''ی'' لکھوں تو یقیں دُور کر دے وہم و گماں
جو ''ک'' ہو ، کششِ کافِ کردگار بنے
جو ''ل'' لکھوں وہ لاسیف ذوالفقار بنے

﴿6﴾

کروں جو ''میمِ محمدؐ'' بہ احترام رقم
دوبالا مجھ سے گہنگار پر ہو اُن کا کرم
ہو میمِ مصطفویؐ میمِ مغفرت سے بہم
سند نجات کی ہو ''ن'' ''والقلم'' کی قسم
یہ ''ن'' دائرہ میں نور کا ایاغ بنے
لگاؤں نقطہ تو وہ لعلِ شبِ چراغ بنے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

﴿7﴾

جو ''س'' دیکھے تو ''یسین'' مسکرانے لگے
تو ''ع'' عین علی بن کے جگمگانے لگے
جو ''فائے فاطمہ'' کاغذ پہ ضو دکھانے لگے
بڑے ادب سے قلم اپنا سر جھکانے لگے
لکھوں جو ''ص'' تو مولاؑ بھی صاد فرمائیں
مجھے نجات کو محشر میں یاد فرمائیں

﴿8﴾

جو قاف قائمِ آلِ محمدؐ اب ہو رقم
اسی رقم سے تو ہو قیمت بہشت بہم
لکھوں جو ''ر'' تو ہو راحت رسانِ راہِ عدم
جو ''شین'' لکھوں تو ہوں شاد اس سے شاہِ اُمم
جو ''ت'' لکھوں تو کوئی بات اس میں تازی ہو
یہ ''ت'' ہو دامنِ تقویٰ ، قلم نمازی ہو

﴿9﴾

رقم سے ''ث'' کی ثمر گلشنِ جناں سے ملے
تو ''خ'' سے خطِ شفاعت شہِ زماں سے ملے
جو ''ذالِ ذوقِ سخن'' ذاتِ لامکاں سے ملے
تو ''ض'' ضو میں ضیائے قمر نشاں سے ملے
جو ''ظوے'' ظاہرا شانِ ظہور دکھلا دے
تو ''غ'' پردۂ غیبت کا نور دکھلا دے

﴿10﴾

اسی قدر ہے طلب تجھ سے اے مرے مولاؑ
پھر اس کے ساتھ گناہوں سے مغفرت کی دُعا
جو حیثیت سے سوا مانگنا ہے نازیبا
نصیریوں کی خدائی طلب نہیں کرتا
یہ نام لوحِ فلک پر اگرچہ کندہ ہے
نصیریوں کا خدا بھی ترا ہی بندہ ہے

﴿11﴾

''زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا''
جنت سے داد ملی ، عرش سے سلام آیا
مئے ولا کا جو کوثر سے بھر کے جام آیا
حرم سے بادہ گساری کا اذنِ عام آیا
بس اب تو دورِ شرابِ طہور ہو جائے
حریمِ فکر تجلی میں طور ہو جائے

﴿12﴾

یہ مئے جو مرضیِ مولائے خُم سے پاتا ہوں
علیؑ علیؑ کی صداؤں میں جام اٹھاتا ہوں
میں خود بھی پیتا ہوں ، اوروں کو بھی پلاتا ہوں
پلانا کیسا کہ میں خُم پہ خُم لنڈھاتا ہوں
طلب سے بڑھ کے جو ساقی شراب دیتا ہے
تو مجھ سے نذر میں مدحت کے پھول لیتا ہے

﴿13﴾

زہے وہ ساقیِ میخانۂ غدیر علیؑ
امیرِ مملکتِ خالقِ قدیر علیؑ
نبیؐ کے ملک میں اللہ کے سفیر علیؑ
خدائے پاک ہے بے مثل ، بے نظیر علیؑ
ہر ایک شاہ و گدا کے یہی امیر بھی ہیں
خدا کے دین کے حامی بھی ہیں ، نصیر بھی ہیں

﴿14﴾

خدیوِ علم بھی ہیں ، شاہِ ذوالفقار بھی ہیں
سخا کے باب میں اِک بحرِ بے کنار بھی ہیں
نبیؐ کا ناز بھی ، خالق کا اعتبار بھی ہیں
امیرِ دہر بھی ، جنت کے تاجدار بھی ہیں
عروسِ علم و یقیں کے گلے کا ہار بھی ہیں
نگار خانۂ ہستی کا شاہکار بھی ہیں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

﴿15﴾

تھا جس کو فقر پہ فخر، اس کی گود میں یہ پلے
ہمیشہ ان کے نشانِ قدم پہ چلتے رہے
کبھی خدا سے یہ دنیا طلب نہ کرتے تھے
طلب فقط تھی رضائے خدا کی بچپن سے
یہ شوق تھا کہ یہ ملکِ وفا خریدیں گے
یہ عزم تھا کہ رضائے خدا خریدیں گے

﴿16﴾

کیا نبیؐ نے یہ اعلان ذوالعشیرہ میں جب
کہ آج میری مدد کو اُٹھے جو نیک نسب
ہے میرا وعدہ کہ پائے گا وہ بہ مرضیٔ رب
میرے وزیر، مرے جانشین کا منصب
علیؑ نے وعدہ کیا اور بے مثال کیا
ابھی اگرچہ تھے کمسن، مگر کمال کیا

﴿17﴾

کسی نے جب یہ کہا، بچپنے کی بات ہی کیا
یہ وعدہ اور یہ دس گیارہ سال کا بچہ
میں عرض کرتا ہوں، یہ عمر اور یہ رتبہ
بڑے بڑوں کو بڑے ہو کے بھی جو مل نہ سکا
رہِ رضا میں جوان و مُسن کی بات نہیں
یہ بات عزم کی ہے، سال و سن کی بات نہیں

﴿18﴾

تھے قاسمؑ ابنِ حسنؑ بھی تو کچھ اسی سن کے
بہت جو ہوں گے تو دو سال ان سے ہوں گے بڑے
وہ کربلا میں مگر کس بہادری سے لڑے
عدو بھی دیکھ کے اس حوصلے کو حیراں تھے
جب اتنی عمر میں ارزقؑ پہ فتح پائی تھی
سبھی کو ضربتِ حیدرؑ کی یاد آئی تھی

﴿19﴾

رضائے حق کی طلب میں عجیب ہے یہ مثال
جناں میں آدمؑ و حوّا جو تھے بعیشِ کمال
تھا حکمِ حق کہ جو گندم کا خُلد میں ہے نہال
وہ اس کے پاس نہ جائیں کہ بد ہے اس کا مآل
دیا فریب مگر اس طرح سے شیطاں نے
کہ ہار مان لی آخر کو نفسِ انساں نے

﴿20﴾

علیؑ پہ کوئی بھی پابندی ایسی تھی ہی نہیں
مگر یہ وہ ہیں کہ رغبت اُدھر تو کی ہی نہیں
غذا کوئی بھی سوا نانِ جَو کے لی ہی نہیں
جو انبیاءؑ سے نہ بڑھ جائے وہ علیؑ ہی نہیں
حلال شئے بھی جو چھوڑے خدا رسی کے لیے
یہ ضبطِ نفس ہے معراجِ آدمی کے لیے

﴿21﴾

انہیں طلب کہ رضائے خدا کریں حاصل
اُدھر خدا بھی اسے بیچنے پہ تھا مائل
تھی بیع و شرا میں اک شرط نفس کی حائل
کہ نقدِ جاں ہو جو قیمت تو بیع ہو کامل
وہ مول تول نہ بیشی کمی سے بیچے گا
ہے جس کا مال وہ اپنی خوشی سے بیچے گا

﴿22﴾

جو نقدِ جاں لیے بازار میں اب آئے علیؑ
تو کائنات میں ہر سمت ایک دھوم مچی
اِدھر خرید رہے ہیں خدا کی یہ مرضی
اُدھر لگا تا ہے قرآں صدائے ''مَنْ یَّشْرِی''
علیؑ سے کہیئے یہ مژدہ انہیں مبارک ہو
خدا سے ہو گیا سودا، انہیں مبارک ہو

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

﴿23﴾

انہیں شہادتِ جہری کی تھی طلب اتنی
خدا کے گھر میں جو سجدہ میں سر پہ تیغ لگی
اگرچہ تیغِ ستم زہر میں بجھی ہوئی تھی
زباں سے "فُزتُ بِرَب" کی عجب صدا نکلی
یہ موت پائی تو یوں مطمئن جنابؑ ہوئے
کہ جیسے خندق و خیبر میں فتح یاب ہوئے

﴿24﴾

سدا تھی مرضیِ رب ان کے نفس پر غالب
رضائے حق تھی جو روح، ان کا جسم تھا قالب
پسر جو یوں ہو رضائے الٰہ کا طالب
تو لا محالہ پدر بھی ہوا "ابوطالب"
جو دشتِ کفر میں ایماں کا سائبان ہوئے
انہی کی گود میں پل کر نبیؐ جوان ہوئے

﴿25﴾

وہی تو ہیں یہ ابوطالبؑ خجستہ خصال
نبیؐ کو جس نے تحفظ دیا ہے سالہا سال
تھا تیغِ دستِ محمدؐ وہ جن کا جاہ و جلال
قیامِ دینِ خدا جن کی خدمتوں کا مآل
وہ دیں کے محسنوں میں آج بھی نمایاں ہیں
انہیں جو کہتے ہیں کافر، عجب مسلماں ہیں

﴿26﴾

پرکھنے کے لیے ایماں ہے یہ اصول اٹل
ہیں دو کسوٹیاں، اِک قول اور ایک عمل
جو قول دیکھیے ان کے تو مسئلہ ہو یہ حل
یہ سب سے پہلے ہیں مداحِ احمدِؐ مُرسل
قصیدہ جب بھی یہ مدحِ نبیؐ میں کہتے ہیں
ملائکہ ہمہ تن گوش بن کے رہتے ہیں

﴿27﴾

قصیدوں میں جو انہوں نے نبیؐ کی مدح لکھی
ابوالفداء ہو کہ ابنِ ہشام و مسعودی
قصیدے درج کیے سب نے وہ بخطِ جلی
ملاحظہ ہو وہ مدح اب زباں سے ساحر کی
یہ کیسے ہو کہ میں جذبوں کا ترجمہ کر دوں
یہی بہت ہے کہ مفہوم ہی ادا کر دوں

﴿28﴾

یوں اِک قصیدہ میں بوطالبؑ خجستہ شیَم
ثناء رسولؐ مکرم کی کر گئے ہیں رقم
"ہے مجھکو عشق محمدؐ سے، اپنی جاں کی قسم
جمالِ اہلِ جہاں بن کے یہ رہیں پیہم
ہے کون، مثل جو ان کا ہو اب زمانہ میں
شرف میں ان سے بڑھا کون، کب زمانہ میں"

﴿29﴾

"اگر قریش کریں فخر کا کبھی اظہار
تو نسلِ عبدِ مناف ان میں پائے عز و وقار
شرف پہ اپنے کبھی وہ اگر کریں اصرار
تو آلِ حضرت ہاشمؑ کے سر بندھے دستار
شرف میں وہ جو گہر ہائے بے بہا ٹھہریں
محمدؐ ان میں شرافت میں مصطفیٰؐ ٹھہریں"

﴿30﴾

یہ مصطفیٰؐ کا جو لفظ ان کے لب پہ جاری ہے
وہ خاک سمجھے اسے، عقل سے جو عاری ہے
یہ لفظ لاکھ قصیدوں پہ آپ بھاری ہے
یہ خاص ہے وہ لقب جو عطائے باری ہے
اسے جو آپؐ کے شایانِ شان پایا ہے
یہ وہ لقب ہے جو قرآن میں بھی آیا ہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

﴿31﴾

پھر اک قصیدہ میں کہتے ہیں اس طرح کھل کر
کہ ہم نے پایا محمدؐ کو ایسا پیغمبر
تھے جیسے حضرت موسیٰؑ رسول سر تا سر
وہ جن کا ذکر صحیفوں میں درج ہے اکثر
جو ساتھ ایسے کا چھوڑا تو اس میں خیر نہیں
یہ قول بھی تو انہیں کا ہے، قولِ غیر نہیں

﴿32﴾

''قریش جانتے ہیں سب، نہ دو نہ چار، نہ چند
ہماری نظروں میں جھوٹا نہیں ہے یہ فرزند
کبھی کیا نہیں جھٹلانا اس کو ہم نے پسند
زباں تک اس کی ہے ہر راہِ قولِ باطل بند
وہ جھوٹ بات کو سوچا بھی تو نہیں کرتا
غلط کہے، یہ ارادہ بھی تو نہیں کرتا''

﴿33﴾

''رُخِ محمدؐ اِک ایسا ہے چہرۂ تاباں
کہ اُس کی ہی برکت سے تمام اہلِ جہاں
خدا سے مانگتے ہیں ابرِ رحمت و باراں''
یہ شعر گوئی ہوئی ان کی ایسی صدق نشاں
خدا نے چاہا، کوئی ان سے بدگماں نہ رہے
یہ بات سچ ہوئی ثابت، وہ جب یہاں نہ رہے

﴿34﴾

رقمطراز ہے ابنِ ہشام ''سیرت'' میں
کہ ایک بار مدینہ گھرا اس آفت میں
تھے لوگ قحط کے ہاتھوں بڑی مصیبت میں
بالآخر آئے وہ مل کر نبیؐ کی خدمت میں
یہ عرض رحمتِ عالم سے کی، کرم کیجے
نجات قحط سے اب یا شہِ اُمم دیجے

﴿35﴾

حضورؐ سن کے یہ بہرِ نمازِ استسقا
ہوئے مدینہ سے صحرا میں جا کے جلوہ نما
ابھی بلند ہوئے ہی تھے ان کے دستِ دعا
کہ جھوم جھوم کے ہر چار سو سے آئی گھٹا
جھما جھم اب جو برسنے پر آ گیا پانی
زمینِ خشک کو دریا بنا گیا پانی

﴿36﴾

دُعا سے آپؐ کی جو اَبر اس طرح برسا
یہ شعرِ نعتِ ابوطالبؑ اُن کو یاد آیا
کہا بدرد، کہ ہوتے یہاں جو میرے چچا
بہت ہی ہوتے وہ خوش دیکھ کر یہ حق کی عطا
زباں پہ اُن کی جو یہ ذکرِ حق نہاد آیا
یہ شعر اور بھی سب کو بہت ہی یاد آیا

﴿37﴾

پھر اک قصیدہ میں اعلان یوں کیا کُھل کے
قریش سے ہیں تخاطب میں تیور اتنے کڑے
''خدا کے گھر کی قسم، جھوٹ یہ کہا تم نے
کہ روک دیں گے محمدؐ کو ہم (کسی ڈر سے)
کمی کریں گے کوئی ان کی ہم حمایت میں
کریں گے جنگ نہ ہم تم سے اُن کی نصرت میں''!

﴿38﴾

''غلط یہ بات بھی سمجھی ہے سر بسر تم نے
کہ ہم تمہارے حوالے بھی ان کو کر دیں گے
یہ مطلب اس کا ہے، ہرگز نہ ہو گا یہ ہم سے
یہاں تلک کہ انہیں کی طرف سے لڑتے ہوئے
(ہمارے جسم کے ٹکڑے اُڑا دیئے جائیں)
ہم ارد گرد انہیں کے گرا دیئے جائیں''

www.ziaraat.com
jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

﴿39﴾

"جو دیکھتا ہوں یہ حالات میں، خدا کی قسم
اگر یہ ہوتے رہے سخت تر یونہی پیہم
تو یاد رکھو کہ اک اک ہماری تیغ دودم
بڑے بڑوں کے لہو سے نہائے گی ہمہ دم
یہ تیغیں آئیں گی ہاتھوں میں ایسے غالب کے
چمکتا ہو گا جو مثل اک شہابِ ثاقب کے"

﴿40﴾

"حصار میں وہ ہماری اماں کے ہیں داخل
جہاں پہنچ نہیں سکتی ہے قوتِ باطل
میں مستعد ہوں جو بہرِ حفاظتِ کامل
ہوں دست و بازو سے دشمن کی راہ میں حائل
یہ دیں وہ حق ہے کہ باطل کا شائبہ بھی نہیں
خدا کی اس پہ عنایت کی انتہا ہی نہیں"

﴿41﴾

یہ پھر کہا کہ محمدؐ! قسم خدا کی مجھے
یہ لوگ یعنی یہ کفار باوجود اس کے
کہ ان کے پاس یقیناً بڑے بڑے ہیں جتھے
کسی طرح بھی یہ تم تک پہنچ نہیں سکتے
مجال کیا، یہ مرے جیتے جی کیا جائے
یہاں تلک کہ مجھے دفن کر دیا جائے

﴿42﴾

ابوالفداء نے ہے "تاریخ" میں یہ بات لکھی
وہ شعر جن سے حقیقت عیاں یہ صاف ہوئی
ہے جن کا مطلب و مفہوم صاف صاف یہی
کہ بیشک آپ نے تصدیق کی رسالت کی
وہ گویا باب ہیں ایمان کے جریدہ کا
ہے صاف صاف بیاں آپ کے عقیدہ کا

﴿43﴾

مخاطب ہو کے محمدؐ سے، ہیں وہ یہ کہتے
"یہ تم نے دعوتِ اسلام اب جو دی ہے مجھے
میں جانتا ہوں کہ لاریب تم تو ہو سچے
ہو تم امین بھی، صادق بھی، یوں بھی پہلے ہی سے
یقین مجھ کو ہے، یہ دل سے میں نے جانا ہے
ہر ایک دین سے دینِ محمدؐ اچھا ہے"

﴿44﴾

تھے پیشِ ابنِ عساکر جو آپؑ کے اشعار
کیا ہے اس نے بھی ایماں کا آپؑ کے اقرار
کہ بالیقیں تھا مسلماں وہ دشمنِ کفار
خدا شناس، ابوطالبؑ وفا کردار
خدا کے فضل سے وہ تو ہیں اب بھی جنت میں
ہے وہ عیاں، جو ہے ان کے عدو کی قسمت میں

﴿45﴾

یہ قول سن کے جو اب بھی انہیں کہے کافر
تو پھر خدا ہی ہے ایماں کا حافظ و ناصر
ہیں جہل سے جو حقیقت سمجھنے سے قاصر
تو میں نے اُن کے یہ اشعار کر دیئے حاضر
اب اس کے بعد تو حجت تمام ہو جائے
بس اب تو کفر کا فتویٰ حرام ہو جائے

﴿46﴾

ہے پھر بھی قول کے آگے عمل کی جو منزل
وہاں تو اور بھی ایمان ان کا ہے کامل
ہوئے جو منصبِ حق پروری کے یہ حامل
کبھی ہوئے نہ حفاظت سے ان کی یہ غافل
انہیں کے دَم سے جہاں میں خدا کا نام چلا
انہیں کی ذات سے تبلیغِ دیں کا کام چلا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

﴿47﴾

جو اب کوئی یہ کہے ، یہ بتایئے تو ذرا
انہوں نے کلمۂ توحید کیوں کبھی نہ پڑھا
تو اولاً ہے یہ دعویٰ ہی سر بسر بے جا
ابوسعید وغیرہ نے صاف ہے یہ لکھا
وہ وقتِ نزع کہ ہر لحہ ان پہ بھاری تھا
زباں پہ اشھد ان لا الٰـــہ جاری تھا

﴿48﴾

پھر اس کے ساتھ یہ اشعار ہیں وہ آئینہ
اگر نہ اُن کی طرف سے دلوں میں ہو کینہ
تو دیکھ سکتا ہے یہ صاف دیدۂ بینا
کہ نورِ حق سے منور تھا آپؑ کا سینہ
خلاف اُن کے ، وہ جن کے قلم بھی جولاں تھے
لکھا ہے ان میں سے اکثر نے ، وہ مسلماں تھے

﴿49﴾

پڑھا نہ آپؑ نے کلمہ اگر علی الاعلان
اسی عمل سے تو اسلام پر کیا احسان
اسی سے آپؑ نے روکا تھا کفر کا طوفان
اسی سے بڑھ گیا تبلیغِ دیں کا بھی امکان
زباں سے کچھ نہ کہیں ، دل سے ساتھ رہتے ہیں
زبانِ حق میں تقیہ اسی کو کہتے ہیں

﴿50﴾

تھا بے مثال تدبر میں یہ امیرِ عرب
یہ جانتے تھے کہ کھل کر پڑھا جو کلمۂ رب
قریش ان کے بھی ہو جائیں گے مخالف سب
وہ بھول بیٹھیں گے اس مردِ حق کا داب و ادب
جو ان کا دبدبہ و احترام ختم ہوا
خدا کا دین ، محمدؐ کا نام ختم ہوا

﴿51﴾

ہوا ہے آل میں فرعون کی وہ مردِ جلیل
کہ جس کا اسمِ گرامی ہے حضرتِ حزقیلؑ
تھے وہ بھی حُسنِ تدبر میں آپؑ ہی کے مثیل
زباں سے حامیِ فرعون ، دل سے حق کے وکیل
تھے پھر بھی صاحبِ ایماں نگاہِ یزداں میں
خدا نے خود انہیں مومن کہا ہے قرآں میں

﴿52﴾

عظیم محسنِ اسلام ہیں ابوطالبؑ
نبیؐ کو حق کا اِک انعام ہیں ابوطالبؑ
طلوعِ نور کا پیغام ہیں ابوطالبؑ
نویدِ صبحِ خوش انجام ہیں ابوطالبؑ
رسولؐ پروری اس نام سے عبارت ہے
یہ جاں نثاری و عشق و وفا کی طاقت ہے

﴿53﴾

سفر میں تھا جو یہی جذبۂ فداکاری
یہ عزمِ حفظ نبیؐ ، جوہرِ وفاداری
رگوں میں خون کی موجوں پہ تھا سفر جاری
یہاں تلک کہ ہوئی کربلا کی تیاری
یزید نے جو کیا مسترد شریعت کو
حسینؑ آ گئے اسلام کی حفاظت کو

﴿54﴾

بدل کے آیا جو بوجہل اِک نیا قالب
ابولہب کوئی ، بیعت کا ہو گیا طالب
حسینؑ اٹھے کہ حق پھر ہو کفر پر غالب
یہی تو جذبہ ہے جو دے گئے ابوطالبؑ
یہی وہ جذبہ ہے جس نے مہم یہ سر کی ہے
اسی کی وجہ سے اسلام اب بھی باقی ہے

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

﴿55﴾

حسینؑ لائے تھے جو فوج ، تھی بہت ہی قلیل
کچھ ان میں ناصر و احباب تھے ، بزرگ و جلیل
کچھ ایسے ہاشمی جو نازشِ ذبیحؑ و خلیلؑ
ہر اِک حسینؑ کی حقانیت پہ ایک دلیل
سبھی رضائے خدا کی طلب میں آئے تھے
سر اپنے پیشِ خدا بہرِ نذر لائے تھے

﴿56﴾

یہ مختصر سی جو لائے تھے فوج شاہِ ہداؑ
جری تھے نسل سے ہاشم کی اس میں اٹھارہ
مگر حسینؑ سے اصغرؑ تلک جو اب دیکھا
سوائے آلِ ابوطالبؑ اور کوئی نہ تھا
وہ جس جری نے تحفظ دیا رسالت کو
اسی کے لعل تھے پھر آج حق کی نصرت کو

﴿57﴾

ہے ان میں سب سے سِوا جس کا جذبۂ ایثار
وفا میں ہے جو علیؑ کی طرح وفا کردار
وہ یعنی حضرتِ عباسؑ ، اشجع و جرّار
ہزبرِ دینِ خدا ، شیرِ حیدرِؑ کرّار
بہ اعتبارِ وفا ، پیکرِ شجاعت ہیں
یہی حسینؑ کے لشکر کی زیب و زینت ہیں

﴿58﴾

یہی جمالِ محبت ، یہی وفا پیکر
ہیں اعتبارِ ابوطالبؑ نبیؐ پرور
وہ تھے نبیؐ کے محافظ بہ مرضیِ داور
یہاں تھے ان کی حفاظت میں سبطِ پیغمبرؐ
وفا کا ایک ہی معیار بن گئے دونوں
خدا کے ہاتھ کی تلوار بن گئے دونوں

﴿59﴾

رضائے حق کی طلب میں تھے ہمقدم دونوں
لیے تھے ہاتھ میں اسلام کا عَلَم دونوں
اگرچہ سہتے رہے دوریوں کا غم دونوں
برنگِ قالب و جاں ہو گئے بہم دونوں
انہیں کے جسم کی جاں ہو گئے ابوطالبؑ
نئے سرے سے جواں ہو گئے ابوطالبؑ

﴿60﴾

دہم کو حشر بداماں وہ کربلا کا سماں
سحر سے خونِ شہیداں ہے دشتِ کیں میں رواں
شہید ہو چکے سب ناصرانِ شاہِؑ زماں
بس اب حسینؑ ہیں ، اِک بھائی اور پسر ہے جواں
اب ان کو کشتۂ جورِ یزید ہونا ہے
رضائے حق کی طلب میں شہید ہونا ہے

﴿61﴾

ابھی تھے اذنِ شہادت کی فکر میں عباسؑ
کہ آئی اتنے میں بالی سکینہؑ اُن کے پاس
جمی تھیں پپڑیاں ہونٹوں پہ اس غضب کی تھی پیاس
لبوں پہ دم تھا ، زباں خشک ، زندگی سے یاس
اذیت ، اور عطشؑ کی ! وہ سہہ نہ سکتی تھی
زبانِ خشک سے ''پانی'' بھی کہہ نہ سکتی تھی

﴿62﴾

یہ حال دیکھ کے اُس کا ، تڑپ گئے عباسؑ
اٹھا کے گود میں لائے اسے حسینؑ کے پاس
ادب سے عرض یہ کی اے امامِؑ صبر اساس
بس اب تو مجھکو ہوئی اس کی زندگی سے بھی یاس
عجب نہیں یہ عطشؑ سے شہید ہو جائے
یہ بچی گنجِ شہیداں میں جا کے سو جائے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

﴿63﴾

مجھے اب اذن عطا ہو کہ جاؤں دریا پر
ہو کچھ سبیل تو پانی کی اے شہِ صفدرؑ
وفورِ غیظ میں حملے کروں جو بڑھ بڑھ کر
تو جا کے کوفہ میں دَم لیں یہ سارے بانیِ شر
مجھے جو دیکھیں گے تیغِ دُودم اٹھائے ہوئے
فرار ہوں گے یہ سب خون میں نہائے ہوئے

﴿64﴾

حسینؑ چپ ہوئے ، پھر آہِ سرد بھر کے کہا
سبیلِ آب تو لازم ہے ، اس میں شک ہی کیا
مگر ہے چشمۂ حیواں فرات کا دریا
ہو تم بھی خضرِ طریقت ، ہے گرچہ آبِ بقا
مگر یہ کہہ کے نہ جاؤ کہ لائیں گے پانی
نہ تم پیو گے نہ بچے یہ پائیں گے پانی

﴿65﴾

یہ سن کے حضرتِ عباسؑ ہو گئے غمگیں
پکڑ کے بیٹھ گئے دل کو یہ زمیں پہ وہیں
ٹپک کے اشک نے چومے جو پائے سرورِ دیںؑ
گلے لگا کے انہیں شہؑ نے چومی ان کی جبیں
کہا ، نہ غیظ میں اب جنگ کو طویل کرو
بس اتنا اِذن ہے ، پانی کی کچھ سبیل کرو

﴿66﴾

یہ اِذن پا کے چلا رن کو ضیغمِ شبیرؑ
تو سدِّ راہ ہوئے ظالم و شقی و شریر
چہار سمت ہوا دشمنوں کا جمِ غفیر
یہ دیکھنا تھا کہ اس شیر نے بھی لی شمشیر
نیام سے جو لپک کر یہ شعلہ ساں نکلی
یزیدیت کے تنِ ناتواں سے جاں نکلی

﴿67﴾

عَلَم کی ضَو سے تھا میدانِ جنگ بقعۂ نور
تھی آب و تاب یہ پنجہ کی یا تجلیِ طور
پھریرا اُڑتا تھا یا اڑ رہے تھے گیسوئے حُور
عَلَم کی چھڑ تھی عصائے کلیمِ ربِ غفور
لچک رہی تھی جو چھڑ بار بار رُک رُک کر
سلامی ان کو عَلَم دے رہا تھا جُھک جُھک کر

﴿68﴾

تھی ذوالفقار صفت تیغِ آتشیں ، پیکر
تھا اس کو دیکھ کے طاری جو سب پہ موت کا ڈر
تو دور دور سے ، کچھ اور پیچھے ہٹ ہٹ کر
سلام کرتے تھے جُھک جُھک کے رایتِ لشکر
شکست کھا کے جو پیچھے کو ہٹ رہے تھے عدو
خود اپنی تیغِ خجالت سے کٹ رہے تھے عدو

﴿69﴾

یہ رنگ دیکھ کے دشمن جو بے قرار ہوئے
جو گھاٹ روکے تھے وہ سُورما فرار ہوئے
وہ بد حواس جو مائل بہ انتشار ہوئے
جو پَر تُلے تھے ، لپٹ کر گلے کا ہار ہوئے
جو دو زمیں پہ گرے تھے تو چار تھے ان پر
سوار نیچے تھے ، گھوڑے سوار تھے ان پر

﴿70﴾

جہاں نے دیکھا عجب معجزہ شجاعت کا
ہزاروں سے تنِ تنہا نے لے لیا دریا
جری کے حملوں سے جب فوج ہو گئی پسپا
تو اب فرات پہ غازی کا ہو گیا قبضہ
جو اب سکینہؑ کی پیاس ان کو یاد آنے لگی
تو نہر ان کی طرف خود قدم بڑھانے لگی

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

﴿71﴾

بڑھا کے آپؑ جو مرکب کو، گھاٹ پر آئے
تھے تشنگی کے ہر اِک سُو فرات پر سائے
پہنچ کے نہر میں اِک لمحہ بھر کو ٹھہرائے
ہوائے سرد نے شعلے عطش کے بھڑکائے
کچھ ایسے صبر سے، اس دم جری نے کام لیا
قدم فرات نے، دامن وفا نے تھام لیا

﴿72﴾

کسی کے بھی نہ ہوئے امتحان اتنے کڑے
یہ اس محاذ پہ شدت کی تشنگی سے لڑے
یہ اقتدار کہ سینہ پہ نہر کے ہیں کھڑے
یہ احتیاط کہ دامن پہ چھینٹ بھی نہ پڑے
وفا کو ایسے عمل سے جو سرفراز کیا
فرشتے رہ گئے حیراں، خدا نے ناز کیا

﴿73﴾

نظر میں پھر گیا تاریخ کا اب اِک منظر
سفر میں حضرتِ طالوتؑ ہیں معہ لشکر
ہے دھوپ تیز، تو ہیں تشنگی سے سب مضطر
یہ عرض کرتے ہیں سب، اے خدا کے پیغمبرؑ
بس اب تو پیاس بجھانے کا اہتمام کریں
خدا کے واسطے پانی کا انتظام کریں

﴿74﴾

کہا یہ حضرتِ طالوتؑ نے، سنو کہ ابھی
تمہاری راہ میں اِک نہرِ آب آئے گی
وہ امتحان کی ہے نہر، یاد رکھیں سبھی
ہے اس سے صبر کا بھی امتحاں، وفا کا بھی
کوئی نہ چکھے بھی پانی، یہی ہدایت ہے
جو ایک چلو میں بھر لے، تو یہ اجازت ہے

﴿75﴾

بڑھے جو آگے تو وہ نہر سامنے آئی
نہ تھی فرات اگرچہ وہ موجِ دریائی
نہ ایسی پیاس نہ اس میں یہ رزم آرائی
مگر تھی چند ہی میں طاقتِ شکیبائی
جو اور سب تھے انہیں قہر بن گیا پانی
جو ڈگڈگا کے پیا، زہر بن گیا پانی

﴿76﴾

اِدھر دکھایا یہ قرآن نے ہمیں منظر
گیا تصور اُدھر پھر سے کربلا لے کر
ہے بیچ نہر میں دلبندِ ساقیِ کوثرؐ
ہوئی ہے پیاس کی شدت سے روح تک مضطر
ہے قبضہ نہر پہ، پانی قدم سے لپٹا ہے
یہ جتنا چاہیں پئیں، کس نے ان کو روکا ہے

﴿77﴾

ہے نہر قبضہ میں، پانی بھی دسترس میں ہے اب
بھڑک اٹھی ہو جو پیاس اور بھی تو کیا ہے عجب
جو تشنگی سے سِوا ہو گیا ہے دل پہ تعب
کچھ اب تو اور بھی پانی کی بڑھ گئی ہے طلب
مگر یہ پانی سے چلّو بھرے کھڑے ہیں ابھی
محاذِ صبر پہ ان کے قدم گڑے ہیں ابھی

﴿78﴾

یہ ان کے قدموں سے لپٹا ہوا جو ہے دریا
اسے فرات نہ کہیے، ہے اب یہ عرشِ عُلا
اُدھر خدا ہے، اِدھر یہ رسولِ دینِ وفا
ہے درمیان میں بس امتحان کا پردا
ہیں بینِ بندہ و معبود راز کی باتیں
وفا کی، عشق کی، راز و نیاز کی باتیں

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

﴿79﴾

سکوت دیکھ کے حیراں ہیں جن بھی ، انساں بھی
ہیں جبرئیلؑ بھی سکتہ میں اور رضواں بھی
اب انتظار میں طالوتؑ بھی ہیں ، قرآں بھی
جناں سے دیکھ رہے ہیں پدر بھی اور ماں بھی
اس امتحاں کو بہ حیرت حیات دیکھتی ہے
دھڑکتے دل سے انہیں کائنات دیکھتی ہے

﴿80﴾

وہ ایک لمحہ جو صدیوں پہ بھی محیط ہوا
اسی میں ختم ہوا امتحاں وفاؤں کا
وہ ہاتھ میں تھا جو پانی ، بس اِک نظر دیکھا
پھر اس کے بعد حقارت سے اس کو پھینک دیا
یہ دیکھنا تھا کہ روحِ حیات جھوم اٹھی
وفا نے وجد کیا ، کائنات جھوم اٹھی

﴿81﴾

یہ تشنہ کام جو دریا سے مشک بھر کے چلے
وفا سے نفس کی یہ جنگ فتح کر کے چلے
اُدھر سے دَل پہ دَل افواجِ اہلِ شر کے چلے
بس اب تو وار اُدھر ، تیر اِدھر تبر کے چلے
اگرچہ جنگ میں دشمن پہ چھا گیا غازی
سپاہِ شام کے نرغہ میں آ گیا غازی

﴿82﴾

تھی ایک کاندھے پہ مشک ایک ہاتھ میں تھا عَلَم
نگاہِ شوق میں تھا خیمۂ امامِ اُمم
وہ ہاتھ جس میں تھی ضرغامِ حق کے تیغِ دودم
اسی کو کر دیا ، دھوکے سے اِک لعیں نے قلم
مگر دلیر نے عزمِ جواں سے کام لیا
کہ بائیں ہاتھ سے تیغِ دُودم کو تھام لیا

﴿83﴾

بڑھے خیام کی جانب یہ جنگ کرتے ہوئے
مگر عدو تھے ہر اِک سمت راستہ روکے
غضب ہوا یہ ، کمیں گاہ سے جو وار چلے
تو دستِ چپ بھی جدا ہو گیا قلم ہو کے
یہ ہاتھ کٹتے ہی مجبور ہو گئے عباسؑ
کچھ اور خیموں سے اب دُور ہو گئے عباسؑ

﴿84﴾

یہ اپنے سینہ سے اب مشک کو دبا کے چلے
فرس کی پشت پہ حسرت سے سر جھکا کے چلے
اُدھر سے وار بس اب اور بھی بَلا کے چلے
چمک کے تیغیں چلیں ، تیر سنسنا کے چلے
لگا جو مشک پر اک تیر ، بہہ گیا پانی
فسانۂ دلِ صدچاک کہہ گیا پانی

﴿85﴾

نہ ساتھ دے سکی سقّے کا بس جو اب قسمت
اُمید چھوڑ گئی ساتھ رہ گئی حسرت
بہت جو پیاسی بھتیجی سے تھی انہیں نخلت
عجیب اس سے تھی غازیؑ کے دل کی کیفیت
خیال میں بھی یہ اس سے نظر ملا نہ سکے
پلٹ گئے سوئے فوج ، اس کی سمت جا نہ سکے

﴿86﴾

جو فوجِ شام میں ڈوبا یہ مہرِ صبح جبیں
کہیں سے تیر چلے اور کہیں سے تیغیں چلیں
پڑا وہ گُرز ، ہوا شق وہ فَرقِ ماہِ مبیں
زمیں پہ گر گیا اسلام کا یہ رکنِ رکیں
صدا امامؑ کو دی ، دل جو بے قرار ہوا
خدا کا شکر ، غلام آپؑ پر نثار ہوا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

﴿87﴾

سنی حسینؑ نے دریا سے بھائی کی جو صدا
جگر میں ٹیس اٹھی ، بازوؤں میں درد اٹھا
تڑپ کے رہ گئے ، انہوں نے دل کو تھام لیا
چلے تو لے کے سہارا جوان بیٹے کا
ہزار ٹھوکریں کھاتے ہوئے وہاں پہنچے
وہیں یہ شیر تڑپتا تھا اب جہاں پہنچے

﴿88﴾

سرہانے بھائی کے پہنچے تو یوں کہا ، بھائی
اٹھو کہ آیا ہے تم تک تمہارا شیدائی
ہزار حیف کہ قسمت سے یہ گھڑی آئی
ہمارے بازوؤں کی چھن گئی توانائی
زمانے بھر کی طرح تم بھی منہ کو موڑ چلے
کہ تم بھی ساتھ غریب الوطن کا چھوڑ چلے

﴿89﴾

کہا تڑپ کے یہ عباسؑ نے کہ اے آقا
خجل ہوں آپؑ کی نصرت کا حق ادا نہ ہوا
خدا کا شکر کہ ہوتا ہوں آپؑ پر میں فدا
مگر اٹھائیں نہ آقا میرے ، مرا لاشہ
سکینہؑ رہ گئی پیاسی ، نہ لا سکا پانی
یہ شرم ہے کہ نہ اس کو پلا سکا پانی

﴿90﴾

حسینؑ سن کے یہ حسرت سے ان سے کہنے لگے
اب آخری یہ ملاقات ہے مقدر سے
تمہارا بھائی ہوں ، اِک بار بھائی کہدو مجھے
یہ سن کے رکھا سر اپنا قدم پہ آقا کے
قدم کو چوم کے ساحر ، گزر گئے عباسؑ
بس ان کو بھائی کہا اور مر گئے عباسؑ

نوحہ

نوحہ کرتے ہیں حرمؑ سب یہ دلِ زار کے ساتھ
ہائے ، کیا ظلم ہوئے عترتِ اطہارؑ کے ساتھ

نکلے یثرب سے حرمؑ جب شہِؑ ابرار کے ساتھ
ظلم بڑھتے ہی رہے وقت کی رفتار کے ساتھ

اُس کے ہاتھوں کو کیا چُھپ کے قلم اعداء نے
دم نکل جاتے تھے جس شیر کی للکار کے ساتھ

کیسے عباسؑ کریں جنگ کہ اب تو کٹ کر
گر گیا ہاتھ بھی چلتی ہوئی تلوار کے ساتھ

کون کہتا ہے کمیں گاہ سے جب وار ہوا
"حوصلے کٹ کے گرے دستِ علمدارؑ کے ساتھ"

حوصلے کٹتے نہیں اور نہ گرتے ہیں کبھی
نہ تو شمشیر ، نہ خنجر کے کسی وار کے ساتھ

حوصلہ کم نہ ہوا اور نہ ہمت ٹوٹی
جب تلک مشک میں پانی تھا علمدارؑ کے ساتھ

خونِ عباسؑ سے دریا بھی لہو رنگ ہوا
آگ پانی میں لگی خون کی بوچھار کے ساتھ

بے ردا زینبؑ و کلثومؑ ہیں بعدِ عباسؑ
چادریں سر سے گریں قتلِ علمدارؑ کے ساتھ

﴿حضرت ساحر لکھنوی﴾

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مرثیہ

سفر

حضرت ساحر لکھنوی

(1)

صد شکر آج طبعِ سخنور بحال ہے
شاخِ قلم پہ قط جو لگا ہے ، نہال ہے
سرعت پر آج خامۂ خوش قد کی چال ہے
شاید رہِ ہنر میں سفر کا خیال ہے
اس کو مبارک اب جو ارادہ سفر کا ہے
کہتے ہیں یہ ، سفر ہی وسیلہ ظفر کا ہے

(2)

انسان کی حیات مسلسل سفر میں ہے
دنیائے بے ثبات مسلسل سفر میں ہے
یہ دن ہو یا کہ رات ، مسلسل سفر میں ہے
ساری یہ کائنات مسلسل سفر میں ہے
منزل سفر کی امن بھی ہے ، ابتلا بھی ہے
مکہ بھی ہے ، مدینہ بھی ہے ، کربلا بھی ہے

(3)

پیہم فراتِ فکر کا پانی سفر میں ہے
پیری کی سمت عہدِ جوانی سفر میں ہے
سوئے عدم یہ عالمِ فانی سفر میں ہے
انجام کی طرف یہ کہانی سفر میں ہے
بابِ سفر ہے باز ، مگر باز کب ہوا
انجام تو نظر میں ہے ، آغاز کب ہوا

(4)

جب پردۂ عدم میں ابھی کائنات تھی
پنہاں جسد میں غیب کے روحِ حیات تھی
ایسی فضا کہ جس میں نہ دن تھا ، نہ رات تھی
کچھ بھی نہ تھا ، بس ایک خدا ہی کی ذات تھی
منظر وہ ، جو ورائے گمان و خیال ہے
ایسا سماں کہ جس کا تصور محال ہے

(5)

یہ فرش تھا زمیں کا ، نہ یہ چرخِ کجمدار
جنگل نہ ریگزار ، نہ وادی ، نہ کوہسار
دریا نہ جھیل ، شط نہ سمندر ، نہ آبشار
سبزہ نہ خس ، نہ خارِ مغیلاں ، نہ برگ و بار
اشجار تھے نہ گل ، نہ گلوں کی شمیم تھی
صرصر نہ بادِ گرم ، نہ موجِ نسیم تھی

(6)

کھلتے ہوئے چمن نہ چمن زار کی فضا
بلبل نہ گل نہ گلبن و گلبانگ و گل کدہ
سوسن نہ یاسمین نہ چمپا نہ موتیا
عصفر نہ زعفران نہ بیلا نہ موگرا
نرگس نہ تھی تو شبنمِ نمناک بھی نہ تھی
کہنے کو خاک اڑتی تھی ، پر خاک بھی نہ تھی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(7)

ابلیس تھا ، نہ آدمؑ و حوّاؑ ، نہ مور و مار
دوزخ نہ اس کی آگ ، نہ جنت نہ یہ بہار
طوبیٰ نہ قصرِ خلد ، نہ کوثر نہ بادہ خوار
غلماں تھے فرشِ راہ نہ حوریں گلے کا ہار
یہ نجم و مہر و ماہ نہ یہ مہ جبین تھے
یہ جسم تھے نہ روح ، نہ روح الامینؑ تھے

(8)

بندے نہ تھے کہ جن پہ عنایت خدا کی ہو
اعضاء نہ تھے کہ جن سے اطاعت خدا کی ہو
پیشانیاں نہ تھیں کہ عبادت خدا کی ہو
دل بھی نہ تھے کہ جن میں محبت خدا کی ہو
آنکھیں نہ تھیں کہ جلوۂ قدرت دکھائی دے
کوئی نہ تھا خدا کو جو دادِ خدائی دے

(9)

ہے خود نمائی شوق ازل ہی سے حُسن کا
خود اپنے ہی جمال کا شیدائی تھا خدا
ایسے میں شوقِ جلوہ نمائی جو اب ہوا
حُسنِ ازل نے خلق کیا ایک آئینہ
جوہر جو حُسنِ خلق کے اس میں دمک گئے
اس آئینہ سے حُسن کے جلوے چمک گئے

(10)

نقاش نے بنایا جو نقش اتنا خوشنما
شیدا خود آپ ہو گیا حُسن و جمال کا
اب اس کے حُسن کو جو تھا درکار آئینہ
چھیڑا ربابِ زیست کے تاروں کو اِک ذرا
سازِ ازل کی دہر میں دُھن گونجنے لگی
ہر سُو صدائے نغمۂ ''کُـــن'' گونجنے لگی

(11)

پہلا سفر شروع ہوا کائنات میں
آواز ''کُـــن'' کی پھیل گئی شش جہات میں
دوڑی حیات منطقۂ ممکنات میں
یہ عرش و فرش خلق ہوئے ایک بات میں
روحِ شعور و پیکرِ اِدراک کے لیے
یہ بزم سج گئی شہؐ لولاک کے لیے

(12)

سنتے ہی ''کُـــن'' کا حکم فضا جاگنے لگی
انگڑائی لے کے روحِ بقا جاگنے لگی
فطرت کے سازِ دل کی صدا جاگنے لگی
صبحِ بہارِ ارض و سما جاگنے لگی
کلیوں کو گدگدا کے ہوا نے جگا دیا
خوشبو کو کنمنا کے صبا نے جگا دیا

(13)

پہلا سفر تھا دہر میں آواز کا سفر
آوازِ ''کُـــن'' کے نغمۂ حق ساز کا سفر
تخلیقِ کائنات کے آغاز کا سفر
پہلا بھی، آخری بھی اس انداز کا سفر
یہ نغمگیِ حیات میں ''کُـــن'' کے اثر سے ہے
دنیا کا یہ وجود اسی اِک سفر سے ہے

(14)

چمکا جو آفتابِ جہانتاب چرخ پر
پھیلیں فضائے دہر میں کرنیں اِدھر اُدھر
روشن ہوئے زمین و زماں ، کوہ و دشت و در
یہ روشنی کا چرخ سے تھا ارض تک سفر
اس روشنی نے صبحِ شبِ انتظار دی
چادر جو تیرگی کی پڑی تھی ، اتار دی

میں ان کی عرش کی سرتاج ہو گئی
انسانیت کے اوج کو معراج ہو گئی

بھائی کی جانثاری نے جو حوصلہ دیا
بستر پہ جانشین بنا کر سُلا دیا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(15)

کس کس طرح سجائی گئی بزمِ ''کُن فکاں''

(19)

ابتک نفس نفس جو یہ دنیا سفر میں تھی

(31)

بستر ملا جو مرضیِ پروردگار سے
نیند آ گئی علیؑ کو سکون و وقار سے
وقت آ کے ٹل گیا جو حدِ انتظار سے
نکلے رسولؐ اہلِ جفا کے حصار سے
اس ناخدا کا رخ جو مدینہ کی سمت ہے
خود ساحلِ مراد سفینہ کی سمت ہے

(32)

جاتا ہے یہ وطن سے مسافر وطن تلک
خوشبو کا یہ سفر ہے چمن سے چمن تلک
جاتی ہے بوئے مُشک ختن سے ختن تلک
یہ نطق کا سفر ہے دہن سے دہن تلک
محفل کا یہ چراغ تھا، محفل میں آ گیا
قرآن اِک سے دوسری منزل میں آ گیا

(33)

ابتک مَلک وغیرہ کے تھے عرش سے سفر
آہن اب ایک حق نے اتارا زمین پر
مانے نہ مانے عقلِ بشر یہ کبھی، مگر
ہے سورۂ حدید سے ثابت یہ سر بسر
آہن بھی وہ جو گردنِ باطل پہ بار ہے
تفسیر کہہ رہی ہے، یہی ذوالفقار ہے

(34)

وہ ذوالفقارِ فاتحِ خیبر کا جو حشم
تعریف کس طرح سے ہو اس تیغ کی رقم
لکھنے کو جو لوں پَرِ جبرئیلؑ کا قلم
ضربِ علیؑ کی یاد سے لرزے وہ دم بدم
اُس سے جو لکھنا چاہوں میں نام اس اصیل کا
اڑ جائے چھٹ کے ہاتھ سے پَر جبرئیلؑ کا

(35)

بولی جو میان، میں ہوں دہن اور زباں ہے یہ
جوہر چمک کے کہنے لگے، کہکشاں ہے یہ
بولے مَلک، کلیدِ بہشت و جناں ہے یہ
زخموں کے پھول کہتے ہیں کیا باغباں ہے یہ
اس پر بہارِ گلشنِ حق کا مدار ہے
تلوار ہے کہ موجِ نسیمِ بہار ہے

(36)

خیبر میں جب یہ میان سے نکلی پئے سفر
پہلے پڑاؤ کے لیے مرحبؔ کی تھی سپر
پھر خود و فرق و گردن و سینہ، دل و جگر
پھر زین و زیربند کے ساتھ اسپ کی کمر
یہ اسپ پر رکی نہ کسی فیل پر رکی
اب جو چلی تو شہپرِ جبرئیلؑ پر رکی

(37)

پیہم اسی طرح ہیں سفر میں یہاں سبھی
جو سانس اس سفر میں ہے، منزل ہے موت کی
جیسے رواں دواں ہے ہر انساں کی زندگی
یہ ظاہری حیاتِ نبیؐ بھی سفر میں تھی
جینے سے جب رسولؐ کا دل سیر ہو گیا
ڈوبا یہ آفتاب تو اندھیر ہو گیا

(38)

اِک ماہتاب بھی تھا پسِ دورِ آفتاب
مسند تھا جس کی فرشِ زمیں، وہ ابوترابؑ
دیکھی جو اس میں مہرِ رسالتؐ کی آب و تاب
کر کے خدا نے اس کو زمانہ میں انتخاب
فرشِ زمیں کو مسندِ شاہی بنا دیا
سائے کو اس کے ظلِ الٰہی بنا دیا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(39)

ہاں ساقیِ ازل وہ پلا اب مجھے شراب
جو ہو کشیدِ میکدۂ حُبِ بوترابؑ
پینے پہ جس کے اجر، پلانے پہ ہے ثواب
ہے جس کی چھوٹ مطلعِ مدحت کی آب و تاب
ذکر اس کا آ گیا ہے جو ساقی نجف میں ہے
وہ آفتابِ حُسن جو برجِ شرف میں ہے

(40)

انگڑائی اس کی جیسے کڑکتی ہوئی کماں
اس کی نگاہ، جیسے چمکتی ہوں بجلیاں
اس کا جمال، حُسنِ گلستانِ کُن فکاں
اس کا شباب جیسے دھنک رنگ کہکشاں
ایسی چمک دمک، جبینِ خوش آب پر
پرچھائیں پڑ گئی ہے رخِ ماہتاب پر

(41)

لایا وہ یوں نظامِ حکومت میں انقلاب
عیاشیوں سے ہوتے تھے حکام جو خراب
بندان پہ کر کے عشرتِ بے جا کے سارے باب
اس نے عوام کو بھی دیا حقِ احتساب
آئینِ حکمرانیِ حق لا کلام ہے
اس کا وہ خط جو مالکِ اشترؓ کے نام ہے

(42)

لیتے جو اس سے روشنی ملت کے شیخ و شاب
حق کے سفر میں ان سے نہ چھٹتی رہِ صواب
شب زادگانِ حرص کی نظریں جو تھیں خراب
وہ ہو سکے نہ چاند کے جلووں سے فیضیاب
اٹھے جو بے چراغ قدم رہگزار میں
رستہ بھٹک گئے ہوسِ اقتدار میں

(43)

سمجھا جو اقتدار ہی کو باعثِ شرف
اہلِ نفاق حق کو بنانے لگے ہدف
راہِ وفا میں بکھرے تھے کانٹے ہر اِک طرف
دنیا پرست دیں کے مقابل تھے صف بہ صف
منزل جو اقتدار کی ان کی نظر میں تھی
فکرِ ہوس اسی کی طرف اب سفر میں تھی

(44)

اسلام جن کا تھا بتقاضائے مصلحت
ایمان ان کا کھلنے لگا تھا پرت پرت
اب رُخ انہوں نے موڑ کے سوئے ملوکیت
دی کاروانِ حق کو نئی منزل و جہت
اب اور سمت دینِ الٰہی سفر میں تھا
اسلام سوئے مسندِ شاہی سفر میں تھا

(45)

بندے خدا کے ہو گئے جو انس کے غلام
دینِ خدا کو لے لیا شاہی نے زیرِ دام
حق کی سحر پہ چھا گئی اب تیرگیِ شام
تکریمِ زر حلال ہوئی، بوذرؓ حرام
اسلام اہلِ جبر کے پنجے میں آ گیا
ایماں ملوکیت کے شکنجے میں آ گیا

(46)

بعدِ حصولِ مسندِ شاہی و سلطنت
اب تھی ملوکیت کی نئی منزل و جہت
رُخ اس نے اپنا موڑ کے سوئے یزیدیت
بالکل بدل کے رکھدی شریعت کی ماہیت
فکرِ یزید یہ تھی کہ اسلام کھیل ہے
قرآن و وحی و مذہب و پیغام کھیل ہے

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

(47)

بیٹھا یزیدؔ اب جو خلافت کے تخت پر
اسلام بھی لرز گیا اس امرِ سخت پر
زخم اب لگے وہ حق کے دلِ لخت لخت پر
جیسے چلائے کوئی کلہاڑے درخت پر
نکلی صدائے آہ دلِ مشرقین سے
بیعت طلب یزیدؔ ہے اب حسینؑ سے

(48)

تھی سخت ناگوار خلافت یزیدؔ کی
ان کو ، جنہیں تھی یاد ابھی سیرتِ نبیؐ
اِک تھیں جنابِ عائشہ اِک آپ کے اخی
ابنِ عمر بھی ان میں تھے ، ابنِ زبیر بھی
عباسؓ کے پسر جو دلِ حق کا چین تھے
ان سب سے بڑھ کے جانِ شریعت حسینؑ تھے

(49)

صادر ہوا مدینہ میں اب نامۂ یزید
کچھ مضطرب سا ہو گیا پڑھ کر جسے ولید
مروان تھا مشیر حکومت کا زرخرید
کہنے لگا ، حسینؑ کو کر دو یہیں شہید
بیعت کو تو کبھی بھی نہ وہ سر جھکائیں گے
ہاں ، اب نکل گئے تو نہ پھر ہاتھ آئیں گے

(50)

لیکن حسینؑ آبروئے مشرقین تھے
انسانیت کی آس ، دلِ حق کا چین تھے
جاہ و جلالِ فاتحِ بدر و حنین تھے
بس مختصر سی بات یہ ہے ، وہ حسینؑ تھے
ٹھوکر سرِ غرور پہ اِک مار کر اٹھے
زعمِ یزیدؔ نحس کو للکار کر اٹھے

(51)

بیعت حسینؑ آج یہ کر لیتے گر قبول
بن جاتا حشر تک کے لیے بس یہی اصول
زانی ، شراب خوار ، ستم پرور و جہول
جو اقتدار میں ہو وہی نائبِ رسولؐ
بیعت سے جو حسینؑ نے انکار کر دیا
طاقت کے اس اصول کو مسمار کر دیا

(52)

تاریخ آ رہی تھی اب اِک ایسے موڑ پر
جس پر تھی ہر زمانے کے انسان کی نظر
جس سے شروع ہونے کو تھا اب بکر و فر
ایثار کا ، وفا کا ، شہادت کا اِک سفر
درکار تھی جو خون کی ضو مشرقین کو
اب کربلا پکار رہی تھی حسینؑ کو

(53)

اب تک حسینؑ کو جو تھا صلحِ حسنؑ کا پاس
خاموش تھا بمصلحتِ حق یہ حق شناس
سبطِ نبیؐ پہ کر کے اب اوروں کا جو قیاس
بیعت طلب ہوا وہ یزیدِ ستم اساس
کچھ فیصلے کیے وہ شہِ مشرقین نے
تاریخ کا بدل دیا دھارا حسینؑ نے

(54)

خود جان دے کے حق کو بچانے کا فیصلہ
بیعت نہ کر کے سر کو کٹانے کا فیصلہ
طاقت کے فلسفہ کو مٹانے کا فیصلہ
قصرِ یزیدیت کو گرانے کا فیصلہ
ممکن نہ تھا کہ حق کے سفینے کو چھوڑ دیں
یہ فیصلہ کیا کہ مدینے کو چھوڑ دیں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas
Presented by: Rana Jabir Abbas
jabir.abbas@yahoo.com

Presented by: Rana Jabir Abbas

(7)

ابلیس تھا ، نہ آدمؑ و حوّا ، نہ مور و مار
دوزخ نہ اس کی آگ ، نہ جنت نہ یہ بہار
طوبیٰ نہ قصرِ خلد ، نہ کوثر نہ بادہ خوار
غلماں تھے فرشِ راہ نہ حوریں گلے کا ہار
یہ نجم و مہر و ماہ نہ یہ مہ جبین تھے
یہ جسم تھے نہ روح ، نہ روح الامینؑ تھے

(8)

بندے نہ تھے کہ جن پہ عنایت خدا کی ہو
اعضاء نہ تھے کہ جن سے اطاعت خدا کی ہو
پیشانیاں نہ تھیں کہ عبادت خدا کی ہو
دل بھی نہ تھے کہ جن میں محبت خدا کی ہو
آنکھیں نہ تھیں کہ جلوۂ قدرت دکھائی دے
کوئی نہ تھا خدا کو جو دادِ خدائی دے

(9)

ہے خود نمائی شوق ازل ہی سے حُسن کا
خود اپنے ہی جمال کا شیدائی تھا خدا
ایسے میں شوقِ جلوہ نمائی جو اب ہوا
حُسنِ ازل نے خلق کیا ایک آئینہ
جوہر جو حُسنِ خلق کے اس میں دمک گئے
اس آئینہ سے حُسن کے جلوے چمک گئے

(10)

نقاش نے بنایا جو نقش اتنا خوشنما
شیدا خود آپ ہو گیا حُسن و جمال کا
اب اس کے حُسن کو جو تھا درکار آئینہ
چھیڑا ربابِ زیست کے تاروں کو اِک ذرا
سازِ ازل کی دہر میں دُھن گونجنے لگی
ہر سُو صدائے نغمۂ ''کُـــــن'' گونجنے لگی

(11)

پہلا سفر شروع ہوا کائنات میں
آواز ''کُـــــن'' کی پھیل گئی شش جہات میں
دوڑی حیات منطقۂ ممکنات میں
یہ عرش و فرش خلق ہوئے ایک بات میں
روحِ شعور و پیکرِ اِدراک کے لیے
یہ بزم سج گئی شہِ لولاک کے لیے

(12)

سنتے ہی ''کُـــــن'' کا حکم فضا جاگنے لگی
انگڑائی لے کے روحِ بقا جاگنے لگی
فطرت کے سازِ دل کی صدا جاگنے لگی
صبحِ بہارِ ارض و سما جاگنے لگی
کلیوں کو گدگدا کے ہوا نے جگا دیا
خوشبو کو کسمسا کے صبا نے جگا دیا

(13)

پہلا سفر تھا دہر میں آواز کا سفر
آوازِ ''کُـــــن'' کے نغمۂ حق ساز کا سفر
تخلیقِ کائنات کے آغاز کا سفر
پہلا بھی ، آخری بھی اس انداز کا سفر
یہ نغمگی حیات میں ''کُـــن'' کے اثر سے ہے
دنیا کا یہ وجود اسی اِک سفر سے ہے

(14)

چمکا جو آفتابِ جہانتاب چرخ پر
پھیلیں فضائے دہر میں کرنیں اِدھر اُدھر
روشن ہوئے زمین و زماں ، کوہ و دشت و در
یہ روشنی کا چرخ سے تھا ارض تک سفر
اس روشنی نے صبحِ شبِ انتظار دی
چادر جو تیرگی کی پڑی تھی ، اتار دی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

15

کس کس طرح سجائی گئی بزمِ "کُن فکاں"
پھولوں سے یہ زمین، ستاروں سے آسماں
ضو سے قمر، ثمر سے شجر، گُل سے گلستاں
کوثر وہاں بہشت میں، بحرِ کرم یہاں
جنت بسائی آدمؑ و غلمان و حور نے
آباد کی زمین وحوش و طیور نے

16

وحش و طیور سے تو زمیں کو شرف نہ تھا
لازم تھا آدمی سے بسانا زمین کا
خالق نے اس غرض سے جو آدمؑ کو چن لیا
حد بندیِ بہشت سے آزاد کر دیا
حکمِ خدا ہوا کہ اب آدمؑ سفر کریں
ہجرت کریں جناں سے، زمیں پر سفر کریں

17

آدمؑ نے خلد سے جو زمیں تک کیا سفر
تاریخِ کائنات کا تھا تیسرا سفر
لیکن یہ اپنی قسم کا تھا اِک نیا سفر
آواز و نور کا نہیں، اِک جسم کا سفر
یہ انتقالِ مادۂ ذی حیات تھا
قدرت خدا کی، معجزۂ ممکنات تھا

18

آدمؑ کی نسل پھولنے پھلنے لگی اِدھر
بھیجے اُدھر خدا نے کئی اور راہبر
آنے لگے مَلک بھی فلک سے زمیں پر
یوں ہو گیا شروع اب آیات کا سفر
آیاتِ حق سے اہلِ زمیں جاگنے لگے
ذہن و ضمیر و فکر و یقیں جاگنے لگے

19

ابتک نفس نفس جو یہ دنیا سفر میں تھی
اِک روز اس سفر میں وہ منزل بھی آ گئی
جو منزلِ مراد تھی اس کائنات کی
پھیلی جہاں میں نورِ محمدؐ کی روشنی
کافور کفر و شر کی شبِ تار ہو گئی
کل کائنات مطلعِ انوار ہو گئی

20

صلِ علیٰ کہ نور وہ چمکا زمین پر
سائے کی تیرگی کا بھی جس تک نہ تھا گزر
نورِ جبیں مرادفِ والشمس و والقمر
جس کا جمالِ پاک جمالِ دل و نظر
جس کو خدا نے نور کے سانچے میں ڈھال کے
آئینے جگمگا دیئے بزمِ خیال کے

21

آنکھیں وہ جن کی ضو پہ تصدق ہے کہکشاں
گیسو، سنائیں جو شبِ اسریٰ کی داستاں
عارض پہ خط ہے یا ہے رقم خطِ کُن فکاں
لب، جن سے شہدِ نطق کے چشمے ہوئے رواں
تابندگیِ رُخ سے خجل آفتاب ہے
ابرو جو آیتیں ہیں تو چہرہ کتاب ہے

22

وہ آئے تو بشر کو ملا علم و آگہی
وہ آئے تو مٹاتے ہوئے شانِ خسروی
وہ آئے تو دکھاتے ہوئے حق کی روشنی
وہ آئے تو زمین کو معراج ہو گئی
کیسا سعید یہ دوجہاں میں سفر ہوا
شکلِ بشر میں نورِ خدا جلوہ گر ہوا

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(23)

ابتک ہر اِک سفر تھا فلک سے سوئے زمیں
پستی کی سمت آئے بلندی کے سب مکیں
آنا بلندیوں سے تو دشوار کچھ نہیں
سوئے نشیب پانی کی موجیں کبھی رُکیں
ذوقِ سفر کا اب جو ذرا امتحاں ہوا
پہلا سفر زمیں سے سُوئے آسماں ہوا

(24)

جب طول کھینچنے لگے لمحاتِ انتظار
دعوت خدا نے دی، تو رسولِؐ فلک وقار
رف رف پہ ہو کے مرضیِ معبود سے سوار
ہمراہ جبرئیلؑ چلے سوئے کردگار
راکٹ سفر کو تھا، نہ خلائی جہاز تھا
بندہ تھا کاربند، خدا کارساز تھا

(25)

پہنچے زمیں سے عرش پہ جب یہ فلک حشم
انساں کی عظمتوں کا اٹھائے ہوئے عَلَم
محبوب اور حبیب میں باتیں ہوئیں بہم
پھر واپسی میں عرش سے اترے قدم قدم
طے کر لیا سفر جو یہ رف رف سوار نے
کی اپنی مدح فخر سے خود کردگار نے

(26)

تشریف لائے دہر میں شاہِؐ بحر و بر
نائب خدا کے تھے یہ خدا کی زمین پر
معراج میں ہوئے جو سرِ عرش جلوہ گر
بزمِ فلک میں تھے یہ نمائندۂ بشر
نعلین ان کی عرش کی سرتاج ہو گئی
انسانیت کے اوج کو معراج ہو گئی

(27)

حیرت میں آدمی ہیں کہ ہم سا اِک آدمی
تا عرش کس طرح سے گیا، یہ کہے کوئی
قرآن کا جواب ہے، ''**اسریٰ بعبدہ**''
یعنی خدا کی ذات تھی جو اس کو لے گئی
مسدود کوئی راہ نہیں حق کے واسطے
دشوار کیا ہے قادرِ مطلق کے واسطے

(28)

عیسیٰؑ جو اپنا چرخِ چہارم پہ گھر بنائیں
سائنس دان اس پہ تو کوئی نہ حرف لائیں
ہم سے بشر تو چاند پر اپنے قدم جمائیں
خیرالبشرؐ جو ہیں وہ بھلا عرش تک نہ جائیں
انسان کو ہر لحاظ سے انصاف چاہیے
دل صاف چاہیے ہے، نظر صاف چاہیے

(29)

معراج سے جب آ گئے واپس رسولِؐ حق
جاری رہے کتابِ ہدایت کے وہ سبق
ہوتا تھا جن سے جہل کا سینہ الم سے شق
اس کا بہت تھا قلبِ ابوجہلؔ کو قلق
بے حد جو اس نے آپؐ کو رنجور کر دیا
ہجرت پہ جبرِ جہل نے مجبور کر دیا

(30)

انساں کی ہجرتوں میں یہ سب سے اہم سفر
تاریخ بن گیا رُخِ تاریخ موڑ کر
اس رات قاتلوں میں گھرے تھے جو سربسر
پایا فقط علیؑ کو محمدؐ نے معتبر
بھائی کی جانثاری نے جو حوصلہ دیا
بستر پہ جانشین بنا کر سُلا دیا

Presented by: Rana Jabir Abbas

(31)

بستر ملا جو مرضیِ پروردگار سے
نیند آ گئی علیؑ کو سکون و وقار سے
وقت آ کے مل گیا جو حدِ انتظار سے
نکلے رسولؐ اہلِ جفا کے حصار سے
اس ناخدا کا رخ جو مدینہ کی سمت ہے
خود ساحلِ مراد سفینہ کی سمت ہے

(32)

جاتا ہے یہ وطن سے مسافر وطن تلک
خوشبو کا یہ سفر ہے چمن سے چمن تلک
جاتی ہے بوئے مُشک ختن سے ختن تلک
یہ نطق کا سفر ہے دہن سے دہن تلک
محفل کا یہ چراغ تھا، محفل میں آ گیا
قرآن اِک سے دوسری منزل میں آ گیا

(33)

ابتک مَلک وغیرہ کے تھے عرش سے سفر
آہن اب ایک حق نے اتارا زمین پر
مانے نہ مانے عقلِ بشر یہ کبھی، مگر
ہے سورۂ حدید سے ثابت یہ سر بسر
آہن بھی وہ جو گردنِ باطل پہ بار ہے
تفسیر کہہ رہی ہے، یہی ذوالفقار ہے

(34)

وہ ذوالفقار فاتحِ خیبر کا جو حشم
تعریف کس طرح سے ہو اس تیغ کی رقم
لکھنے کو جو لوں پَر جبرئیلؑ کا قلم
ضربِ علیؑ کی یاد سے لرزے وہ دم بدم
اُس سے جو لکھنا چاہوں میں نام اس اصیل کا
اڑ جائے چھٹ کے ہاتھ سے پَر جبرئیلؑ کا

(35)

بولی جو میان، میں ہوں دہن اور زباں ہے یہ
جوہر چمک کے کہنے لگے، کہکشاں ہے یہ
بولے مَلک، کلیدِ بہشت و جناں ہے یہ
زخموں کے پھول کہتے ہیں کیا باغباں ہے یہ
اس پر بہارِ گلشنِ حق کا مدار ہے
تلوار ہے کہ موجِ نسیمِ بہار ہے

(36)

خیبر میں جب یہ میان سے نکلی پئے سفر
پہلے پڑاؤ کے لیے مرحبؑ کی تھی سپر
پھر خود و فرق و گردن و سینہ، دل و جگر
پھر زین و زیربند کے ساتھ اسپ کی کمر
یہ اسپ پر رکی نہ کسی فیل پر رکی
اب جو چلی تو شہپرِ جبرئیلؑ پر رکی

(37)

پیہم اسی طرح ہیں سفر میں یہاں سبھی
جو سانس اس سفر میں ہے، منزل ہے موت کی
جیسے رواں دواں ہے ہر انساں کی زندگی
یہ ظاہری حیاتِ نبیؐ بھی سفر میں تھی
جینے سے جب رسولؐ کا دل سیر ہو گیا
ڈوبا یہ آفتاب تو اندھیر ہو گیا

(38)

اِک ماہتاب بھی تھا پسِ دورِ آفتاب
مسند تھا جس کی فرشِ زمیں، وہ ابوترابؑ
دیکھی جو اس میں مہرِ رسالتؐ کی آب و تاب
کر کے خدا نے اس کو زمانہ میں انتخاب
فرشِ زمیں کو مسندِ شاہی بنا دیا
سائے کو اس کے ظلِ الٰہی بنا دیا

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(39)

ہاں ساقیِ ازل وہ پلا اب مجھے شراب
جو ہو کشیدِ میکدۂ حُبِ بوترابؑ
پینے پہ جس کے اجر، پلانے پہ ہے ثواب
ہے جس کی چھوٹ مطلعِ مدحت کی آب و تاب
ذکر اس کا آ گیا ہے جو ساقیِ نجف میں ہے
وہ آفتابِ حُسن جو برجِ شرف میں ہے

(40)

انگڑائی اس کی جیسے کڑکتی ہوئی کماں
اس کی نگاہ، جیسے چمکتی ہوں بجلیاں
اس کا جمال، حُسنِ گلستانِ کُن فکاں
اس کا شباب جیسے دھنک رنگ کہکشاں
ایسی چمک دمک، جبینِ خوش آب پر
پرچھائیں پڑ گئی ہے رخِ ماہتاب پر

(41)

لایا وہ یوں نظامِ حکومت میں انقلاب
عیاشیوں سے ہوتے تھے حکام جو خراب
بندان پہ کر کے عشرتِ بے جا کے سارے باب
اس نے عوام کو بھی دیا حقِ احتساب
آئینِ حکمرانیِ حق لا کلام ہے
اس کا وہ خط جو مالکِ اشترؓ کے نام ہے

(42)

لیتے جو اس سے روشنی ملت کے شیخ و شاب
حق کے سفر میں ان سے نہ چھٹتی رہِ صواب
شب زادگانِ حرص کی نظریں جو تھیں خراب
وہ ہو سکے نہ چاند کے جلووں سے فیضیاب
اٹھے جو بے چراغ قدم رہگزار میں
رستہ بھٹک گئے ہوسِ اقتدار میں

(43)

سمجھا جو اقتدار ہی کو باعثِ شرف
اہلِ نفاق حق کو بنانے لگے ہدف
راہِ وفا میں بکھرے تھے کانٹے ہر اِک طرف
دنیا پرست دیں کے مقابل تھے صف بہ صف
منزل جو اقتدار کی ان کی نظر میں تھی
فکرِ ہوس اسی کی طرف اب سفر میں تھی

(44)

اسلام جن کا تھا بتقاضائے مصلحت
ایمان ان کا کھلنے لگا تھا پرت پرت
اب رُخ انہوں نے موڑ کے سوئے ملوکیت
دی کاروانِ حق کو نئی منزل و جہت
اب اور سمت دینِ الٰہی سفر میں تھا
اسلام سوئے مسندِ شاہی سفر میں تھا

(45)

بندے خدا کے ہو گئے جو انس کے غلام
دینِ خدا کو لے لیا شاہی نے زیرِ دام
حق کی سحر پہ چھا گئی اب تیرگیِ شام
تکریمِ زر حلال ہوئی، بوذرؓ حرام
اسلام اہلِ جبر کے پنجے میں آ گیا
ایماں ملوکیت کے شکنجے میں آ گیا

(46)

بعدِ حصولِ مسندِ شاہی و سلطنت
اب تھی ملوکیت کی نئی منزل و جہت
رُخ اس نے اپنا موڑ کے سوئے یزیدیت
بالکل بدل کے رکھدی شریعت کی ماہیت
فکرِ یزید یہ تھی کہ اسلام کھیل ہے
قرآن و وحی و مذہب و پیغام کھیل ہے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

47

بیٹھا یزیدؔ اب جو خلافت کے تخت پر
اسلام بھی لرز گیا اس امرِ سخت پر
زخم اب لگے وہ حق کے دلِ لخت لخت پر
جیسے چلائے کوئی کلہاڑے درخت پر
نکلی صدائے آہ دلِ مشرقین سے
بیعت طلب یزیدؔ ہے اب حسینؑ سے

48

تھی سخت ناگوار خلافت یزیدؔ کی
ان کو ، جنہیں تھی یاد ابھی سیرتِ نبیؐ
اِک تھیں جنابِ عائشہ اِک آپ کے اخی
ابنِ عمر بھی ان میں تھے ، ابنِ زبیر بھی
عباسؓ کے پسر جو دلِ حق کا چین تھے
ان سب سے بڑھ کے جانِ شریعت حسینؑ تھے

49

صادر ہوا مدینہ میں اب نامۂ یزید
کچھ مضطرب سا ہو گیا پڑھ کر جسے ولید
مروان تھا مشیر حکومت کا زرخرید
کہنے لگا ، حسینؑ کو کر دو یہیں شہید
بیعت کو تو کبھی بھی نہ وہ سر جھکائیں گے
ہاں ، اب نکل گئے تو نہ پھر ہاتھ آئیں گے

50

لیکن حسینؑ آبروئے مشرقین تھے
انسانیت کی آس ، دلِ حق کا چین تھے
جاہ و جلالِ فاتحِ بدر و حنین تھے
بس مختصر سی بات یہ ہے ، وہ حسینؑ تھے
ٹھوکر سرِ غرور پہ اِک مار کر اٹھے
زعمِ یزیدؔ نحس کو للکار کر اٹھے

51

بیعت حسینؑ آج یہ کر لیتے گر قبول
بن جاتا حشر تک کے لیے بس یہی اصول
زانی ، شراب خوار ، ستم پرور و جہول
جو اقتدار میں ہو وہی نائبِ رسولؐ
بیعت سے جو حسینؑ نے انکار کر دیا
طاقت کے اس اصول کو مسمار کر دیا

52

تاریخ آ رہی تھی اب اِک ایسے موڑ پر
جس پر تھی ہر زمانے کے انسان کی نظر
جس سے شروع ہونے کو تھا اب بکر و فر
ایثار کا ، وفا کا ، شہادت کا اِک سفر
درکار تھی جو خون کی ضو مشرقین کو
اب کربلا پکار رہی تھی حسینؑ کو

53

اب تک حسینؑ کو جو تھا صلحِ حسنؑ کا پاس
خاموش تھا بمصلحتِ حق یہ حق شناس
سبطِ نبیؐ پہ کر کے اب اوروں کا جو قیاس
بیعت طلب ہوا وہ یزیدِؔ ستم اساس
کچھ فیصلے کیے وہ شہِ مشرقین نے
تاریخ کا بدل دیا دھارا حسینؑ نے

54

خود جان دے کے حق کو بچانے کا فیصلہ
بیعت نہ کر کے سر کو کٹانے کا فیصلہ
طاقت کے فلسفہ کو مٹانے کا فیصلہ
قصرِ یزیدیت کو گرانے کا فیصلہ
ممکن نہ تھا کہ حق کے سفینے کو چھوڑ دیں
یہ فیصلہ کیا کہ مدینے کو چھوڑ دیں

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(55)

عباسؑ سے یہ کہنے لگے شاہِ خاص و عام
کیجے بس اب سفر کا بہت جلد انتظام
اتنے میں یہ کسی نے کہا ، اے شہِ انام
دشمن ہوئے ہیں آپ کے سب ظالمانِ شام
ممکن جو یہ نہ ہو کہ سفر سے حذر کریں
سیدانیوں کو لے کے نہ ہرگز سفر کریں

(56)

جا کر کسی نے زینبؑ مضطر سے کہدیا
شہؑ کو ابھی دیا ہے کسی نے یہ مشورہ
سب بیبیوں کو چھوڑیں یہیں سبطِ مصطفیٰؐ
ساتھ آپؑ کو بھی لے کے نہ جائیں شہِ ہدا
سنتے ہی بس یہ ، دل پہ اِک آفت گزر گئی
زینبؑ تڑپ گئیں وہ قیامت گزر گئی

(57)

گھبرا کے پاس بھائی کے جلدی سے آئیں اب
کہنے لگیں کہ ہائے یہ کس نے دیا تعب
بھائی بہن کو چھوڑ کے جائے ، ارے غضب
بھیّا میں چھٹ کے آپؑ سے زندہ رہوں گی کب
ساتھ آپؑ کے جو اے شہِ صفدر نہ جاؤں گی
اس صدمۂ فراق سے کیا مر نہ جاؤں گی

(58)

کہنے لگے حسینؑ ، نہ ہوں آپؑ دل ملول
یہ مشورہ تو میں نے کیا ہی نہیں قبول
وابستہ اس سفر سے ہے مقصد کا جو حصول
اس میں مدد کریں گی مری ثانیِ بتولؑ
کیا جانتا نہیں عظمت ، آپؑ کی حسینؑ
آپؑ اس سفر کی راہ میں ہیں دوسری حسینؑ

(59)

کر دیں گے جب شہید ہمیں بانیِ فساد
تشہیر تب حرمؑ کو کریں گے وہ بدنہاد
پوری کریں گی آپ بس اس دم مری مراد
پہنچائیں گی عوام تلک مقصدِ جہاد
روئے ملوکیت سے اٹھا کر نقاب کو
اِک روحِ تازہ دیں گی مرے انقلاب کو

(60)

زینبؑ جو مطمئن ہوئیں تو آئی اِک ندا
بے نام راستوں پہ چلے چھپ کے قافلے
بولے حسینؑ ، یہ ہے طریقہ فرار کا
ابنِ زبیر چھپ کے گئے ، میں نہ جاؤں گا
اظہارِ حق و صدق سے عاری نہیں ہوں میں
کرّار کا پسر ہوں ، فراری نہیں ہوں میں

(61)

بس اہتمام سب کی سواری کا اب ہوا
جس کا جنازہ تیرگیِ شب میں تھا اٹھا
یہ اس کی بیٹیوں کے لیے انتظام تھا
پردے کے منتظم تھے جو عباسؑ باوفا
وہم و گماں کو اذنِ رسائی نہیں دیا
سایہ بھی دور دور دکھائی نہیں دیا

(62)

زہراؑ کی بیٹیوں کا جو واجب تھا احترام
قدرت نے خود کیا تھا یہ پردہ کا اہتمام
چادر نے تیرگی کی چھپا دی زمیں تمام
پردے میں شب کے چھپ گیا مہرِ فلک مقام
نکلا نہ چاند حجرۂ بالائے بام سے
تاروں نے بھی چراغ جلائے نہ شام سے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(63)

جب انتظام کر چکے عباسِ نامدار
اہلِ حرمؑ کو ناقوں پہ کرنے لگے سوار
صغراؑ کو چھوڑنے سے جو ہیں شاہؑ بیقرار
بیٹی سے ملنا چاہتے ہیں اور ایک بار
وہ بھی غمِ فراق سے اتنی نڈھال ہے
تپ کا نہ غم نہ ضعف کا اس کو خیال ہے

(64)

پیہم ہے اپنے دل سے یہی گفتگوئے غم
افسوس ہم کو دیتے ہیں فرقت کا سب اَلم
کہتے ہیں سب کہ ہم میں سفر کا نہیں ہے دَم
کیا گھر میں رہ گئے بھی تو زندہ رہیں گے ہم
گھر ہو کہ قبر، ہمکو تو دن رات ایک ہے
نکلے یہاں کہ راہ میں دَم، بات ایک ہے

(65)

اس گھر میں کیا رہوں کہ جہاں باپ ہوں نہ ماں
تنہائی مجھکو کھائے گی بس رات دن یہاں
ڈھونڈوں گی اپنی بالی سکینہؑ کو میں کہاں
دل پر لگیں گی فرقتِ اکبرؑ کی برچھیاں
اصغرؑ نہ ہوں تو کس کو یہی جھولا جھلاؤں گی
کس کو تھپک تھپک کے میں لوری سناؤں گی

(66)

ہے اس طرف حسینؑ کو بھی سخت اضطرار
بیٹی کو گھر میں چھوڑ کے جانا ہے دل پہ بار
بیٹی بھی وہ جو تپ سے ہوئی ہے نحیف و زار
بیمار بھی ہے، صدمۂ فرقت کی بھی شکار
اس غم سے بیقرار بہت آپ بھی تو ہیں
مولاؑ فقط امامؑ نہیں، باپ بھی تو ہیں

(67)

ایسے ہی آئے رخصتِ آخر کو اس کے پاس
محسوس یہ ہوا کہ ہے اب زندگی سے یاس
بکھرے ہوئے ہیں بال، عیاں ہے غم و ہراس
زندہ ہے اس طرح سے کہ مردے کا ہو قیاس
چہرہ تمام درد کی شدت سے زرد ہے
رُخ پر ابھی سے اس کے یتیمی کی گرد ہے

(68)

یہ حال جو حسینؑ نے دیکھا، تڑپ گئے
لیکن خموش رہ گئے اس کے خیال سے
ضبطِ الم سے خود کو سہارا دیئے ہوئے
بیٹی کو اب گلے سے لگایا جو باپ نے
وہ دل ہی جانتا ہے جو دل پر گزر گئی
حیرت تو یہ ہے کیوں نہ وہ بیمار مر گئی

(69)

انجام اس سفر کا سمجھتے تھے خوب شاہؑ
حسرت سے جب تو اشک تھے آنکھوں میں، دل میں آہ
لیکن ہوا جو کرتی ہے اک دل کو دل سے راہ
صغراؑ کا حال بھی تھا اسی واسطے تباہ
یہ تو خبر نہ تھی کہ پدر اب نہ آئیں گے
یہ تھا خیال، آئے تو مجھکو نہ پائیں گے

(70)

اب اس فضائے درد میں کیسے کھلی زباں
کس طرح گفتگو ہوئی دونوں کے درمیاں
اِک دوسرے سے کیسے کیا حالِ دل بیاں
شاید کہ اشک بن گئے دونوں کے ترجماں
تلقینِ صبر کر کے شہِؑ مشرقین نے
دامن سے اشک بیٹی کے پونچھے حسینؑ نے

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

(71)

عباسؑ بھی ادھر گئے رخصت کو ماں کے پاس
ماں نے گلے لگا کے کہا یہ بدرد و یاس
بجھتی نہیں ہے کیوں مری آنکھوں کی آج پیاس
کچھ دیر اور بیٹھو ابھی اے وفا شناس
جی چاہتا ہے شانِ علیؑ دیکھتی رہوں
تا زندگی میں تم کو یونہی دیکھتی رہوں

(72)

پھر یہ کہا کہ اب یہ سنو گوش و ہوش سے
گر معرکہ ہو شہؑ کا کسی حق فروش سے
کرنا مدد حسینؑ کی جوش و خروش سے
اعداء کے سر اتارنا اِک اِک کے دوش سے
مانگا تھا حق سے ہم نے تمہیں ان کے واسطے
پالا ہے ہم نے تم کو اسی دن کے واسطے

(73)

دیکھو، حسینؑ پر نہ کوئی ظلم ڈھانے پائے
کوئی تمہارے ہوتے نہ ان کو ستانے پائے
زہراؑ کا دل لحد میں نہ کوئی دُکھانے پائے
دیکھو وفا کے نام پہ دھبہ نہ آنے پائے
بد ہوں اثر جو گردشِ لیل و نہار کے
سر پھینکنا حسینؑ پہ صدقہ اتار کے

(74)

اس کا رہے خیال، وہ آقا ہیں، تم غلام
تم ان کی خاکِ پا ہو، وہ کونین کے امامؑ
حاصل مجھے شرف جو ہے اے میرے نیک نام
وہ سب ہے بس حسینؑ کے صدقہ میں لا کلام
ماں کی طرح اگرچہ میں ان کو عزیز ہوں
لونڈی ہوں فاطمہؑ کی، علیؑ کی کنیز ہوں

(75)

رخصت جو ایک ایک سے سب ہو چکے شتاب
ناقوں پہ اب سوار ہوئی آلِ بوترابؑ
آیا جو راہوارِ شہؑ آسماں جناب
رعب و جلال آگے بڑھے تھامنے رکاب
بازو پکڑنے غیرتِ الیاسؑ آ گئے
اکبرؑ سے پہلے دوڑ کے عباسؑ آ گئے

(76)

حکمِ روانگی جو دیا اب امامؑ نے
سب جانے والے چلنے پہ تیار ہو گئے
تھامیں مہاریں اونٹوں کی چلنے کے واسطے
ناقے جو اٹھے، بیٹھ گئے دل ہر ایک کے
شورِ فغاں بلند ہوا ہر مکان سے
آئی صدائے آہ و فغاں آسمان سے

(77)

صغراؑ تڑپ کے بولی، خدارا نہ جایئے
مر جائے گی کنیز یہ، آقا نہ جایئے
اصغرؑ کو لے کے اے شہؑ والا نہ جایئے
مجھکو اکیلا چھوڑ کے بابا نہ جایئے
جاتے ہیں تو سکینہؑ کو دے دیجئے مجھے
اِک بار پھر گلے سے لگا لیجئے مجھے

(78)

لیکن یہ غم تو اب ہے مقدر غریب کا
مٹتا نہیں کسی سے بھی لکھا نصیب کا
چلتا نہیں قضا پہ کبھی بس طبیب کا
یہ بھی تو ایک رُخ ہے جہانِ عجیب کا
دل کی یہ آگ غم کی فضا میں دھواں ہوئی
صغراؑ کی آہ بس جرسِ کارواں ہوئی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

مظلوم سے اُلفت ہے عزاداریٔ شبیرؑ
ظالم سے برأت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

احساس میں، افکار میں، سینوں میں، لہو میں
ایماں کی حرارت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

ماتم کی صداؤں سے لرز جاتا ہے باطل
ایماں کی جلالت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

اس مجلس و ماتم میں ہر اِک قوم ہے شامل
پیغامِ محبت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

ہوتے ہیں یہاں متحد آ آ کے مسلماں
پیغامِ اخوت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

روئے ہیں محمدؐ بھی غمِ کرب و بلا میں
کردارِ نبوت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

ہم خلق ہوئے بہرِ عزا ان کی دُعا سے
زہراؑ کی امانت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

ہوتا ہے یہاں ذکرِ خدا ذکرِ محمدؐ
واللہ ، عبادت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

دنیا کے ہر اِک غم کو بھلا دیتا ہے یہ غم
ہر غم کی ضرورت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

ہے رقص و سرود آج زمانہ کی ثقافت
اور اپنی ثقافت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

قربانی و ایثار و وفا ، صبر و شہادت
ان سب کی اشاعت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

قرآن میں ہے ذبحِ عظیم ایک اشارہ
اور اس کی وضاحت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

کہتی ہے یہ نیزہ پہ سرِ شہؑ کی تلاوت
قرآں کی اشاعت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

ہم روتے ہیں سردارِ جوانانِ جناں پر
جنت کی ضمانت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

اسلام کا پیغام یہ دیتی ہے جہاں کو
اسلام کی خدمت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

ہم بانٹتے ہیں اہلِ دل و اہلِ وفا کو
وہ درد کی دولت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

واقف نہیں گریہ سے رسولؐ دوسرا کے
جو کہتے ہیں بدعت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

رونا تو ہے انسان کی فطرت کا تقاضا
یوں تابعِ فطرت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

یہ دل میں سجاتی ہے غمِ سبطِ نبیؐ کو
ہر قلب کی زینت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

لکھا ہے اسے خوں سے شہیدانِ وفا نے
تاریخِ شہادت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

اشکوں میں نظر آتی ہے شبیرؑ کی صورت
آنکھوں کی عبادت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

جو نام ہے سب اس کے تصدق میں ہے ساحر
اعزاز ہے ، عزت ہے عزاداریٔ شبیرؑ

﴿حضرت ساحر لکھنوی﴾

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سلام

کیوں اہلِ دیں میں ایک کا دشمن ہوا ہے ایک
جب کعبہ و کتاب و نبیؐ و خدا ہے ایک

تاریخ میں حسینؑ سا صابر ہوا ہے ایک
جس طرح کائنات میں بس مصطفےٰؐ ہے ایک

ماتم حسینؑ کا ہو کہیں ، فرق کچھ نہیں
سینہ زنی کی سارے جہاں میں صدا ہے ایک

جنت ہے مشہد و نجف و کربلا کے پاس
جس راستہ سے چاہے چلیں ، فاصلا ہے ایک

ہم کربلا میں ، خلد میں چاہے جہاں رہیں
موسم سبھی کا ایک ہے ، آب و ہوا ہے ایک

حاتم کی طرح لاکھ سخی ہوں ، ہوا کریں
قرآن میں عطا کے لیے **ھل اتی** ہے ایک

کیا وصفِ ذوالفقار ہو یا وصفِ ذوالجناح
بجلی ہے ان میں ایک اگر ، تو ہَوا ہے ایک

کشتیِ دینِ حق ہے بھنور میں پھنسی ہوئی
طوفاں ہیں ظلم و جور کے اور ناخدا ہے ایک

''اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد''
'ہر کربلا' غلط ہے کہ بس کربلا ہے ایک

جینے کی ہے نہ فکر ، نہ مرنے کا خوف ہے
شبیرؑ کی نظر میں حیات و قضا ہے ایک

انصارِ شاہِؑ دیں ہوں کہ احباب و اقربا
شوقِ جہاد ایک ہے ، ذوقِ وفا ہے ایک

خیمہ میں شہؑ کے پھیل گیا ہے وفا کا نور
جل اٹھے ہیں چراغ بہتر ۷۲ ، بجھا ہے ایک

عباسؑ سا ہو شیر کہ اصغرؑ سا بے زباں
سب کی رہِ جہاد میں شانِ وغا ہے ایک

چھ ماہ کے صغیر کو مارا ستم کا تیر
یہ ظلم تو جہان میں اب تک ہوا ہے ایک

مہندی رچی ہے یہ ، کہ ہے نوشاہؑ کا لہو
ہاتھوں میں رنگِ خون و حِنا ہو گیا ہے ایک

نیزوں پہ سر جو ہیں یہ بہتر کے ضوفشاں
چھوٹے بڑے چراغ ہیں لیکن ضیا ہے ایک

ساحؔر ، سلام و مرثیہ گوئی ہو روز و شب
تیری شفا کے واسطے بس یہ دوا ہے ایک

﴿حضرت ساحؔر لکھنوی﴾

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اے عزادارو ، غمِ شہؑ میں بکا ہوتی رہے
کیا ہوا دنیا جو ہوتی ہے خفا ، ہوتی رہے

ہم سے کرتی ہے تقاضا یہ وفا عباسؑ کی
ہر نفس ، ہر سانس نذرِ کربلا ہوتی رہے

کر کے اونچا یہ عَلَم رکھ لو علمداری کی آن
گر مخالف ہے زمانے کی ہوا ، ہوتی رہے

پاؤں تھک جائیں تو سر کے بل چلو لے کر عَلَم
ہاتھ کٹ جائیں تو آنکھوں سے عزا ہوتی رہے

اشکِ خوں میں درد ڈھلتا ہی رہے اے چشمِ تر
دل کی حالت آنسوؤں سے آئینہ ہوتی رہے

نذر ہم کرتے رہیں یہ آنسوؤں کے جام انہیں
خاطرِ تشنہ لبانِ کربلا ہوتی رہے

رات ہو یا دن سدا کرتے رہیں ذکرِ حسینؑ
فاطمہؑ روتی رہیں ، مجلس بپا ہوتی رہے

دم بدم گونجے فضا میں واحسیناؑ کی صدا
کربلا آثار دنیا کی فضا ہوتی رہے

دیکھ کر جوشِ بکا ، شوقِ فغاں ، ذوقِ عزا
لذتِ غم سے یہ دنیا آشنا ہوتی رہے

آنکھ میں آنسو ہوں اور دامن میں خاکِ کربلا
شیشۂ دل پر ہمارے یوں جلا ہوتی رہے

ھل اتٰی والوں کی منزل سے ہے وہ کتنا قریب
ھل اتٰی والوں کی خود جس پر عطا ہوتی رہے

ہے یہی تو روح سجدوں کی ، عبادت کا نکھار
مدحِ اہلِ بیتؑ اے صلِ علیٰ ہوتی رہے

گر خطا ہے الفتِ آلِ نبیؐ تو حشر تک
یہ خطا ہم سے بہ تائیدِ خدا ہوتی رہے

ہم تو کرتے ہی رہیں گے ذکرِ آلِ مصطفیٰؐ
ہو اگر کوئی طبیعت بے مزا ، ہوتی رہے

یہ پیامِ بندگی دیتا ہے سجدہ عصر کا
زیرِ خنجر بھی نمازِ حق ادا ہوتی رہے

بولے شہؑ ، مڑمڑ کے اکبرؑ دیکھتے رہنا ہمیں
یوں زیارت اے شبیہِ مصطفیٰؐ ہوتی رہے

تیر کھا کر ہو وہ اے اصغرؑ تبسم کی ادا
حشر تک جو ظلم سے جنگ آزما ہوتی رہے

حکمِ حاکم ہے کہ ان کو چین لینے دو نہ تم
مصطفیٰؐ کی آلؑ پر پیہم جفا ہوتی رہے

صاحبِ تطہیر کی بیٹی کے پردے کے لیے
راستہ کی خاک اڑ اڑ کر ردا ہوتی رہے

کم سے کم ہے یہ تو ساحرؔ ذکرِ مولاؑ کا صلہ
ہم پہ محشر تک بہتر(۷۲) کی عطا ہوتی رہے

﴿حضرت ساحرؔ لکھنوی﴾

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جہاں کہیں بھی کبھی تذکرے وفا کے چلے
قلم کو ہم بھی مثالِ علَم اٹھا کے چلے

چراغِ اشکِ عزا بجھ نہیں سکے گا کبھی
ہزار لے کے کوئی سامنے ہوا کے چلے

ہماری کشتیٔ دل پر لکھا ہے نامِ علیؑ
یہ وہ سفینہ نہیں ہے جو ڈگمگا کے چلے

وفا کی منزلِ اوّل ہوئے ابوطالبؑ
انہیں کی آل میں سب سلسلے وفا کے چلے

جسے ہو اجرِ عبادت کا حشر میں لینا
وہ پہلے اجرِ رسالت یہاں چُکا کے چلے

نظر میں جس کی مسلماں ہوں قاتلانِ حسینؑ
نبیؐ کے ساتھ ذرا سامنے خدا کے چلے

جسے ہو جادۂ حق کی تلاش اندھیروں میں
وہ حرؑ کے ساتھ قدم سے قدم ملا کے چلے

علیؑ علیؑ کی صداؤں سے گونج اٹھا خیبر
جو در کو ہاتھ پہ خیبر کشا اٹھا کے چلے

یہ ذوالفقار ہے یا موت کا فرشتہ ہے
جسے ہو جانِ عزیز، اِس سے سر بچا کے چلے

علیؑ کے گھر کے جو بچے بھی آ گئے رن میں
وغا میں ہاتھ علیؑ کے دِکھا دِکھا کے چلے

حسینؑ کرب و بلا میں لہو کے چھینٹوں سے
سوادِ شام کا اِک اِک دیا بجھا کے چلے

کیا حسینؑ نے خود مر کے حق کو پھر زندہ
جو بجھ گیا تھا چراغ اس کو پھر جلا کے چلے

لہو سے دشت کو جنت بنا کے چھوڑ گئے
سوئے بہشت مسافر جو کربلا کے چلے

کوئی اجاڑ ہی سکتا نہیں دلوں سے جنھیں
حسینؑ درد کی وہ بستیاں بسا کے چلے

کوئی یہ شانِ علمدارِ کربلا دیکھے
وہ آج تک نہ جھکا جو علَم اٹھا کے چلے

جو دیکھی ضربتِ عباسؑ مثلِ ضربِ علیؑ
تو جبرئیلؑ بھی شہپر بچا بچا کے چلے

تمام عالمِ امکاں میں زلزلہ تھا بپا
حسینؑ ہاتھوں پہ اصغرؑ کو جب اٹھا کے چلے

مقابلہ تھا جو اصغرؑ کا تیرِ قاتل سے
وہ سنسنا کے چلا اور یہ مسکرا کے چلے

خدا ہی جانے یہ کس حدِ صبر پر تھے حسینؑ
جواں کی لاش ضعیفی میں جب اٹھا کے چلے

یہ کہہ رہے تھے شہیدوں کے سرسنانوں پر
ہمارے سامنے کوئی نہ سر اٹھا کے چلے

نبیؐ کی بیٹیاں ہیں قافلے میں بے چادر
ادھر سے جو بھی چلے وہ نظر جھکا کے چلے

زمیں انیسؔ کی ساحرؔ نہ نبھ سکی نہ سہی
خدا کے سامنے کب زور نا خدا کے چلے

﴿حضرت ساحرؔ لکھنوی﴾

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سلام

کیے ہیں فطرت نے نذرِ زہرا یہ اشکِ ماتم سجا سجا کے
زمیں پہ شبنم، فلک پہ تارے، صدف میں موتی بنا بنا کے

وہ جن کو بنتِ نبیؐ نے پالا، خود اپنی سیرت میں جن کو ڈھالا
جہاں میں کرتے ہیں وہ اجالا چراغ خوں سے جلا جلا کے

جہاں کو پیغامِ چشمِ تر دو، ہر ایک دامن میں اشک بھر دو
جو دل ہیں پتھر وہ موم کر دو یہ قصۂ غم سنا سنا کے

عزائے شبیرؑ کی خبر دو، نوائے ماتم میں سوز بھر دو
غموں کی یہ آنچ تیز کر دو، ہر اہلِ دل کو رُلا رُلا کے

خدا کے دیں کو سنوارتے ہیں، جہاں کو ٹھوکر پہ مارتے ہیں
حسینؑ حق کو ابھارتے ہیں نقوشِ باطل مٹا مٹا کے

سدا یہ ماتم بپا کریں گے یہ کام تو ہم کیا کریں گے
دلوں کو دردآشنا کریں گے حسینؑ کا غم منا منا کے

جو غم سے دامن بچا رہے ہیں انہیں یہاں ہم بلا رہے ہیں
دلوں کی دوری مٹا رہے ہیں یہ بزمِ ماتم سجا سجا کے

جواں کا غم ہے تو غم نہیں ہے، کمر ہے خم سر تو خم نہیں ہے
اگرچہ اب شہؑ میں دم نہیں ہے سحر سے لاشے اٹھا اٹھا کے

وہ شیر ہے، رن میں آ رہا ہے، وہ تیر گردن پہ کھا رہا ہے
وہ پھول ہے، مسکرا رہا ہے مگر جہاں کو رُلا رُلا کے

اندھیری تربت میں سوئے اصغرؑ جہاں نہ تکیہ، نہ کوئی بستر
یہاں تڑپتی ہے گھر میں مادر وہ خالی جھولا جھلا جھلا کے

حسینؑ اسلام کا سہارا، علیؑ کا بیٹا، نبیؐ کا پیارا
جسے لعینوں نے رن میں مارا ستا ستا کے، رُلا رُلا کے

کبھی رسن تھی گلے کی مالا، کبھی وہ سر گود کا اجالا
ارے، سکینہؑ کو مار ڈالا ستمگروں نے رُلا رُلا کے

لحد میں پرسش کا ہم کو کیا غم، وہاں تو ساحرؔ یہ ہوگا عالم
ملائکہ کو رُلائیں گے ہم کلام اپنا سنا سنا کے

﴿حضرت ساحرؔ لکھنوی﴾

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دولتِ اشک میسر ہے عزاداروں کو
خلد ملتا ہے اسی مول طلب گاروں کو

گوہرِ اشک نہ ہوں پاس تو جنت کیسی
پہلے قیمت تو میسر ہو خریداروں کو

اشکِ ماتم کے سفینے ہیں رواں سوئے بہشت
لے کے جائیں گے یہ کوثر پہ عزاداروں کو

اشکِ ماتم کو سمجھتے ہیں عدو انگارے
ہم تو کافور سمجھتے ہیں ان انگاروں کو

اپنے پیروں سے غلامانِ حسینؑ ابنِ علیؑ
روند دیتے ہیں دہکتے ہوئے انگاروں کو

حشر میں آلِ محمدؐ سے شفاعت کے لیے
مغفرت ڈھونڈتی پھرتی ہے گنہگاروں کو

پرسشِ حشر سے اللہ کرے گا آزاد
الفتِ آلِ محمدؐ کے گرفتاروں کو

شمر اور ابنِ زیاد و عمرِ سعد و یزید
بڑھ کے آغوش میں دوزخ نے لیا چاروں کو

کربلا آئینۂ فکرِ یزید و شبیرؑ
یہ دِکھا دیتی ہے دو طرح کے کرداروں کو

مثلِ انصارِ حسینؑ اور کوئی کیا ہو گا
عرش سے توڑ کے لائے ہیں وہ ان تاروں کو

چھپ گئے خاک میں انصارِ حسینؑ ابنِ علیؑ
اپنی آغوش میں ذروں نے لیا تاروں کو

کہا اصغرؑ کے تبسم نے ، یہ مقتل کیا ہے
یہ تو اک کھیل کا میدان ہے جراروں کو

اس کی ضربت کا اثر کوئی بتائے کیسے؟
اِک تبسم سے رُلا دے جو ستمگاروں کو

کیسے ہوتی ہے علمداریٔ افواجِ خدا
یہ تو عباسؑ بتائیں گے علمداروں کو

کٹ گیا سر تو ہوئی عظمتِ شہؑ اور عیاں
سر کی پروا کبھی ہوتی نہیں سرداروں کو

جس کے ذروں میں شہیدوں کا لہو جذب ہوا
اب وہی خاک شفا بن گئی بیماروں کو

کھینچ کر کانوں سے ظالم نے سکینہؑ کے گہر
خوں سے تر کر دیا مظلوم کے رخساروں کو

قید میں زینبؑ و عابدؑ کو نہ سمجھو بے بس
یہ تو خطبوں سے الٹ دیتے ہیں درباروں کو

ذکرِ شبیرؑ کو جنت میں بھی خاتونِ جناں
یاد فرمائیں گی ساحرؔ سے وفاداروں کو

﴿حضرت ساحرؔ لکھنوی﴾

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

رہتی دنیا تک رہے گا تذکرہ عباسؑ کا
حشر تک ماتم کرے گی اب وفا عباسؑ کا

کربلا میں دیکھ کر رنگِ وفا عباسؑ کا
ہر وفا کردار نے کلمہ پڑھا عباسؑ کا

اِذنِ جنگ ان کو نہ دینا تھا ، نہ آقا نے دیا
رہ گیا گھٹ گھٹ کے دل میں حوصلا عباسؑ کا

اب تو عباسؑ و وفا دو لفظ ہیں ، مطلب ہے ایک
ہے وفا کا نام عباسؑ اور وفا عباسؑ کا

نصرتِ شبیرؑ کی فکر اُن کو تھی ، حسرت اِنہیں
جو دُعائے فاطمہؑ وہ مدعا عباسؑ کا

کی علمداری کچھ ایسی شان سے عاشور کو
بس اسی دن سے عَلَم بھی ہو گیا عباسؑ کا

تشنہ کامی سے سکینہؑ کی عجب یہ ربط تھا
مشک پر ناوک لگا ، خوں بہہ گیا عباسؑ کا

کیا تعجب ہے ابوطالبؑ اگر جنت میں خود
جھوم اٹھے ہوں دیکھ کر رنگِ وفا عباسؑ کا

کعبۂ دل میں بسا عشق آپؑ کا مثلِ علیؑ
لو ، خدا کا گھر بھی اب گھر ہو گیا عباسؑ کا

کس غضب کی تشنگی میں نہر پر پیاسے رہے
اس وفا کو کیوں نہ کہیئے معجزا عباسؑ کا

کب تھا یہ ممکن کہ ان سے پہلے اُس پر آنچ آئے
مشک کے پانی سے پہلے خوں بہا عباسؑ کا

توڑ کر لشکر کی ہر صف نہر پر قبضہ کیا
روک سکتا تھا کوئی کب راستا عباسؑ کا

جب لگا تیر اُس پہ ان کے ہاتھ کٹ جانے کے بعد
مشک سے پانی کے بدلے خوں بہا عباسؑ کا

جب کہیں پر چھڑ گیا عشق و وفا کا تذکرہ
نام لب پر آ گیا بے ساختا عباسؑ کا

روبرو ان کے بلائے جائیں گے جب حشر میں
کس طرح ظالم کریں گے سامنا عباسؑ کا

لاکھ ان کو نذر کیجیے مرثیے ، نوحے ، سلام
کون کر سکتا ہے ساحرؔ حق ادا عباسؑ کا

﴿حضرت ساحرؔ لکھنوی﴾

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

عزمِ شہؑ نے ظالموں کے دل ہلا کر رکھ دیئے
ٹھوکروں سے طنطنے ان کے مٹا کر رکھ دیئے

جن کی ضو سے ساری دنیا میں اُجالا ہو گیا
ہم نے پلکوں پر چراغ ایسے جلا کر رکھ دیئے

جن میں چہرے ظالموں کے صاف آتے ہیں نظر
ہم نے اشکوں کے وہ آئینے سجا کر رکھ دیئے

آنسوؤں کے تعزیوں کے ساتھ آہوں کے عَلَم
ہم نے دل کی بارگاہوں میں سجا کر رکھ دیئے

کوئی آندھی اب بجھا سکتی نہیں غم کے چراغ
دل کے ہر گوشے میں ہم نے یوں جلا کر رکھ دیئے

یوں بُھلا بیٹھے مسلماں مصطفیٰؐ کی آلؑ کو
جس طرح قرآن طاقوں پر اٹھا کر رکھ دیئے

ظالموں نے جو ہمارے دامنوں میں بھر دیئے
آنسوؤں نے سب وہ انگارے بجھا کر رکھ دیئے

لے کے آئے سر ہتھیلی پر جو انصارِ حسینؑ
شاہؑ کے قدموں میں اپنے دل بھی لا کر رکھ دیئے

کربلا سے آج تک اِک اِک یزیدِ وقت نے
جو بھی آثارِ نبوت تھے مٹا کر رکھ دیئے

حرؑ سے پوچھو وارثِ کوثر کی وہ دریا دلی
پیاس کے صحرا میں بھی دریا بہا کر رکھ دیئے

تیز تھی اتنی ہوائے دامنِ تیغِ حسینؑ
شام کے سارے چراغ اس نے بجھا کر رکھ دیئے

زینبِؑ مظلوم کے خطبوں کے اِک اِک لفظ نے
قصر و ایوانِ حکومت سب ہلا کر رکھ دیئے

دیکھ کر عباسؑ کو دریا میں اِک اِک موج نے
شوقِ پابوسی میں سر قدموں پہ لا کر رکھ دیئے

شامیوں نے یوں کیا اجرِ رسالت کو ادا
مصطفیٰؐ کی آلؑ کے خیمے جلا کر رکھ دیئے

لکھ گئے تاریخ اپنے خوں سے انصارِ حسینؑ
یوں گلے تیغوں کے نیچے مسکرا کر رکھ دیئے

ہو گیا جب قتل سقائے سکینہؑ نہر پر
پیاس سے بچوں نے کوزے بھی اٹھا کر رکھ دیئے

دیکھئے پتھر دلوں پر پھول سے اصغرؑ کا وار
اِک ہنسی نے ظالموں کے دل ہلا کر رکھ دیئے

شامیوں نے خُلق و ایثار و وفا، رحم و کرم
سب شرف انساں کے مٹی میں ملا کر رکھ دیئے

پیاس کی شدت سے بچوں کو تڑپتا دیکھ کر
ظالموں نے دور سے ساغر دکھا کر رکھ دیئے

زیرِ خنجر شکر کے سجدے میں اپنے خون سے
شہؑ نے تیغِ ظلم کے تیور بجھا کر رکھ دیئے

یوں حرم کو شامیوں نے بے سر و ساماں کیا
چادریں تک لوٹ لیں، خیمے جلا کر رکھ دیئے

برسرِ قرطاس ساحرؔ بہرِ نذرِ شاہؑ دیں
ہم نے فکر و فن کے گل بوٹے سجا کر رکھ دیئے

حضرت ساحرؔ لکھنوی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

پانی اعداء سے کہیں اہلِ وفا مانگتے ہیں
یہ وہ پیاسے ہیں جو بس آبِ بقا مانگتے ہیں

سوزِ غم، شوقِ فغاں، ذوقِ عزا مانگتے ہیں
ہم کب اللہ سے کچھ اس کے سوا مانگتے ہیں

کچھ بھی دنیا سے نہیں ہم بخدا مانگتے ہیں
صرف آزادیٔ ذکرِ شہداؑ مانگتے ہیں

لوگ کیا کیا درِ مولاؑ پہ دُعا مانگتے ہیں
ہم تو بس اِک نگہِ لطف و عطا مانگتے ہیں

کیا وہ قربیٰ کی مودّت کے سِوا مانگتے ہیں
بس یہی اجر تو محبوبؐ خدا مانگتے ہیں

ہم خراجِ غمِ شبیرؑ ادا کیوں نہ کریں
بس یہی اجر رسولؐ دوسرا مانگتے ہیں

ان سے کہہ دو غمِ شبیرؑ ہے ہر غم کا علاج
تم سے جو بھی غمِ دنیا کی دوا مانگتے ہیں

بن کے سورج رہِ جنت کو جو چمکاتا ہے
چشمِ تر، ہم تو وہ ننھا سا دیا مانگتے ہیں

دین اللہ نے دیا جن کے وسیلے سے ہمیں
ہم بھی بس ان کے وسیلے سے دُعا مانگتے ہیں

ہم بھی آواز لگاتے ہیں اسی ڈیوڑھی پر
خود فرشتے بھی جہاں بن کے گدا مانگتے ہیں

دامنِ گل سے جو لپٹے ہوئے دیکھا ہے انہیں
لوگ کانٹوں سے بھی خوشبوئے وفا مانگتے ہیں

کہہ دو وہ سامنے ہے خیمہ فرزندِ نبیؐ
حرؑ جو اللہ سے جنت کا پتا مانگتے ہیں

جس کے غم میں ہو بس اِک اشک جناں کی قیمت
اس سے کیا لوگ وفاؤں کا صلا مانگتے ہیں

کب طلب کرتے ہیں وہ سبطِ نبیؐ سے بیعت
بیعت اسلام سے یہ اہلِ جفا مانگتے ہیں

کھلبلی مچ گئی فوجوں میں خبر یہ سن کر
اب تو عباسِ علیؑ اِذنِ وغا مانگتے ہیں

یہ تو اظہارِ شجاعت ہے فقط اے زینبؑ
کب یہ بچے عَلَمِ فوجِ خدا مانگتے ہیں

کس قدر شوق ہے مرنے کا علی اکبرؑ کو
لوگ اس عمر میں جینے کی دُعا مانگتے ہیں

تیر بن کر دلِ اعدا کو جو چھلنی کر دے
حق سے اصغرؑ وہ تبسم کی ادا مانگتے ہیں

دیکھ کر ماہِ حسنؑ کو ہیں لعیں کیوں گم صم
چاند دیکھیں تو مسلمان دُعا مانگتے ہیں

دیکھ کر ازرقِ شامی کو مقابل ان کے
فتحِ قاسمؑ کی دُعا شاہِ ہُدا مانگتے ہیں

نذر کرتا ہے ہر اِک زخم لہو کی سرخی
ہاتھ نوشاہؑ کے جو رنگِ حنا مانگتے ہیں

شہؑ تو جیتے ہیں فقط دیکھ کے اکبرؑ کا جمال
اور اکبرؑ ہیں کہ مرنے کی رضا مانگتے ہیں

الفتِ شہؑ کا صِلہ خلد ہے ساحر لیکن
چاہنے والے کب الفت کا صِلا مانگتے ہیں

﴿حضرت ساحر لکھنوی﴾

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سلام

چلو حق کی طرف حق سے پیمبرؐ کے ادا ہو کر
مسلمانو ، مدینے جاؤ لیکن کربلا ہو کر

یہ بندہ اور ہی کچھ ہو گیا شہؑ پر فدا ہو کر
گیا وہ دیکھئے حرؑ سوئے جنت کیا سے کیا ہو کر

کھرا کھوٹا پرکھنا ہو تو بس ذکرِ علیؑ چھیڑو
دلوں کا حال کہہ دیتے ہیں چہرے آئینا ہو کر

کوئی اس کے سوا کیوں جانشینِ مصطفیٰؐ ٹھہرے
جو فرشِ مصطفیٰؐ پر سوئے بالکل مصطفیٰؐ ہو کر

علیؑ کے واسطے ڈوبا ہوا سورج پلٹتا ہے
فضیلت اور پاتی ہے نماز ان کی قضا ہو کر

جبیں جن کی درِ آلِ محمدؐ پر نہیں جھکتی
وہ پھرتے ہیں جہاں میں دربدر ، بے آسرا ہو کر

ہمارے جادہ و منزل نہ مبہم ہیں ، نہ پوشیدہ
گیا ہے راستہ جنت کو سیدھا کربلا ہو کر

ہمارا کام ہی ہے ماتمِ شبیرؑ میں رونا
کہ ہم آئے ہیں اس دنیا میں زہراؑ کی دُعا ہو کر

عَلَم عباسؑ نے کاندھے پہ رکھا ، ہاتھ قبضہ پر
چلے میداں کو تصویرِ جلالِ مرتضیٰؑ ہو کر

پکار اٹھی یہ قسمت دیکھ کر اصغرؑ کو میداں میں
نشانہ تیر کا ہو گا یہ بچہ بے خطا ہو کر

سکینہؑ کہتی تھیں دریا سے عمؑو کیوں نہیں آتے؟
کوئی گھر چھوڑ دیتا ہے بھتیجی سے خفا ہو کر؟

سکینہؑ کی لحد پر کہتی تھیں رو رو کے یہ بانوؑ
اٹھو بی بی چلو ، جاتے ہیں اب قیدی رہاؑ ہو کر

حسینؑ ابنِ علیؑ تربت سے استقبال کو اٹھیں
نبیؐ کی بیٹیاں آتی ہیں زنداں سے رہا ہو کر

نہ دیکھی جائے گی بے پردگی آلِ محمدؐ کی
غبارِ دشت چھا جائے گا زینبؑ کی ردا ہو کر

قسیمِ خلد بھی ہیں بزم میں خاتونِ جنتؑ بھی
میرا گھر رشکِ جنت ہو گیا ماتم سرا ہو کر

نہ کیوں آئیں علیؑ میری مدد کو قبر میں ساحرؔ
مجھے مشکل میں کیوں چھوڑیں مرے مشکل کشا ہو کر

﴿حضرت ساحرؔ لکھنوی﴾

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سلام

ثبوتِ امرِ مودّت غمِ حسینؑ سے ہے
ادائے اجرِ رسالت غمِ حسینؑ سے ہے

یہی ہے پیشِ نظر دوستی کا پیمانہ
ہماری آپ کی الفت غمِ حسینؑ سے ہے

بصد خلوص اُسے ہم گلے لگاتے ہیں
جسے جسے بھی عقیدت غمِ حسینؑ سے ہے

جہاں میں جو بھی ہے مظلوم اس کے ساتھ ہیں ہم
نگاہ و دل میں یہ وسعت غمِ حسینؑ سے ہے

ابھارتا ہے یہ غم جذبۂ فداکاری
دلوں میں شوقِ شہادت غمِ حسینؑ سے ہے

زمانہ ہم سے نگاہیں ملا نہیں سکتا
یہ دبدبہ ، یہ جلالت غمِ حسینؑ سے ہے

عدو جو آئیں مقابل تو ایک جان ہیں ہم
یہ اتحاد ، یہ قوت غمِ حسینؑ سے ہے

خوشی پسند ہے سب کو ، ہمیں پسند ہے غم
دلوں میں درد کی لذت غمِ حسینؑ سے ہے

بہت عزیز نبیؐ کو تھا غم نواسے کا
جبھی تو ہم کو محبت غمِ حسینؑ سے ہے

نہیں نہیں وہ شریکِ غمِ رسولؐ نہیں
جسے جسے بھی عداوت غمِ حسینؑ سے ہے

نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ سب بے کار
اگر دلوں میں کدورت غمِ حسینؑ سے ہے

ہماری بزم میں زہراؑ بھی ہیں ، محمدؐ بھی
ہماری بزم کی زینت غمِ حسینؑ سے ہے

یہ غم نہ ہو تو ابھی دین مٹ کے رہ جائے
رسولِؐ حق کی شریعت غمِ حسینؑ سے ہے

بتا رہی ہے تلاوت یہ نوکِ نیزہ پر
کلامِ حق کی اشاعت غمِ حسینؑ سے ہے

رسولؐ روتے ہیں ، زہراؑ نے بال کھولے ہیں
جہاں میں آج قیامت غمِ حسینؑ سے ہے

طمانچے مار کے بچی کو چپ کراتے ہیں
یہ شامیوں کو عداوت غمِ حسینؑ سے ہے

ہمیں زمانہ بھلا کیا ستائے گا ساحرؔ
یہاں کہاں ہمیں فرصت غمِ حسینؑ سے ہے

﴿حضرت ساحرؔ لکھنوی﴾

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بے تولاّ ذوقِ عشقِ مصطفیٰؐ ملتا نہیں
جس کو وہ ملتے نہیں اُس کو خدا ملتا نہیں

گر رہِ حق میں علیؑ سا رہنما ملتا نہیں
منزلوں کا ذکر ہی کیا، راستا ملتا نہیں

دستگیری کو جسے دستِ خدا ملتا نہیں
اُس کو مشکل میں کوئی مشکل کشا ملتا نہیں

جس کو شہرِ علم کے دَر کا پتا ملتا نہیں
شہر میں جانے کا اُس کو راستا ملتا نہیں

ہو نہ مدحِ آلؑ و ذکرِ کربلا جس نظم میں
ہم کو ایسی شاعری میں کچھ مزا ملتا نہیں

میرا دامن پاک کرتی ہے مئے حُبِّ علیؑ
مجھ سے بڑھ کے واعظوں کو پارسا ملتا نہیں

ایک اِک دَر کھٹکھٹاتا ہے شفاعت کے لیے
دشمنِ حیدرؑ کو کوئی دَر کُھلا ملتا نہیں

کیا عدوئے مرتضیٰؑ کو علم و ایماں سے غرض
اُس کو کچھ دنیا کی دولت کے سِوا ملتا نہیں

وہ محمدؐ ہوں، علیؑ ہوں یا حسنؑ ہوں یا حسینؑ
کوئی انسانوں میں ان سا دوسرا ملتا نہیں

جو ابوطالبؑ سے پہنچا حضرتِ عباسؑ تک
کوئی اُس جیسا وفا کا سلسلا ملتا نہیں

چھانتے ہیں لاکھ تاریخِ بشر اہلِ نظر
حضرتِ عباسؑ جیسا باوفا ملتا نہیں

بغضِ ہاشمؑ سے اُمیّہ نے بپا کی کربلا
یہ نہیں وہ داستاں جس کا سرا ملتا نہیں

گر حسینؑ آتے نہ سیلِ ظلم میں امداد کو
کشتیِ دینِ خدا کو ناخدا ملتا نہیں

ق

یوں پلٹ آیا حبیبؑ ابنِ مظاہر کا شباب
دور تک اب تو ضعیفی کا پتا ملتا نہیں

جھڑ گئیں تو مٹ گئیں وہ جو نشانِ راہ تھیں
کاروانِ عمر کو اب راستا ملتا نہیں

جنت و حورانِ خلد و بادۂ کوثر کے جام
حُرؑ سے پوچھو عشقِ شاہِ دیں میں کیا ملتا نہیں

حُرؑ کو باطل کے اندھیرے میں ملی راہِ نجات
شامیوں کو روشنی میں راستا ملتا نہیں

گر نظر میں ہو نہ عزم و ہمت و صبرِ حسینؑ
پھر مصائب جھیلنے کا حوصلا ملتا نہیں

مثلِ اکبرؑ ہو مجسم جس میں عکسِ مصطفیٰؐ
اس قدر شفاف کوئی آئینہ ملتا نہیں

دل نہیں دُکھتا کسی کا شہؑ پہ اتنے ظلم سے
ظالموں میں ایک بھی درد آشنا ملتا نہیں

شوقِ مدحت، ذوقِ غم، فکرِ رسا، رزقِ سخن
ہم کو ساحرؔ ہل اتیٰ کے دَر سے کیا ملتا نہیں

حضرت ساحرؔ لکھنوی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سلام

رونے والو ، غمِ سرورؑ میں سبھی روتے ہیں
عین اسلام ہے یہ ، جب تو نبیؐ روتے ہیں

ماتمِ زندۂ جاوید کی یہ شان تو دیکھ
غم میں حمزہؓ کے رسولِ عربی روتے ہیں

کیا تھے حضرتؐ بھی مماتِ شہداؑ کے قائل؟
کیوں اُحد میں یہ صحابہؓ پہ نبیؐ روتے ہیں

رونا انسان کی فطرت ہے زمانے والو
جو بھی آتے ہیں زمانے میں وہی روتے ہیں

طفل دنیا میں جب آتا ہے تو خود روتا ہے
وہ نہ گر روئے تو پھر اس کو سبھی روتے ہیں

ہاں مگر شرط ہے احساسِ غم و رنج و الم
دل پہ جب چوٹ سی لگتی تبھی روتے ہیں

درد میں دیکھ کر انساں کو تڑپ جاتے ہیں لوگ
ظلم ہوتا ہے کسی پر تو سبھی روتے ہیں

دل ہو تو درد کا احساس دلاتا ہے ضرور
جن کے پہلو میں ہو دل ، غم سے وہی روتے ہیں

ہم نے دیکھا ہے ابھی قتل جو ناحق ہو کوئی
کافر و مشرک و دیں دار سبھی روتے ہیں

ہو جو احساس سے محروم وہ دل پتھر ہے
کہیں پتھر بھی زمانہ میں کبھی روتے ہیں

کس مسلماں کو شجاعت میں علیؑ کی شک ہے
دیکھ لو ، قبرِ پیمبرؐ پہ علیؑ روتے ہیں

ہم بھی زخم اپنے لگاتے ہیں اسی جذبہ سے
ہم بھی مظلوم کے ماتم میں یونہی روتے ہیں

کیوں نہ روئیں شہِؑ مظلوم کے غم میں ہم بھی
فاطمہؑ روتی ہیں ، اس غم میں نبیؐ روتے ہیں

ابر و شبنم ، مہ و خورشید ، جن و انس و ملک
بیکسی پر شہؑ صابر کی سبھی روتے ہیں

انتہا یہ ہے کہ وہ شام کے ظالم قاتل
دیکھ کر اصغرِؑ ناداں کی ہنسی روتے ہیں

دل ہلا دیتی ہے زہراؑ کی بکا مقتل میں
جن کا مر جاتا ہے کوئی وہ یونہی روتے ہیں

دیکھ کر خون میں ڈوبی ہوئی تصویر اپنی
لاشِ اکبرؑ پہ رسولِ عربی روتے ہیں

ہے محمدؐ کی نگاہوں میں جو شام و کوفہ
دیکھ کر آلؑ کی وہ دربدری روتے ہیں

سر کھلا ، ہاتھ بندھے ، مجمعِ عام اور زینبؑ
دم بدم حال پہ بیٹی کے علیؑ روتے ہیں

کر کے رخ نہر کی جانب یہ پکاریں زینبؑ
بھائی عباسؑ اٹھو ، تم کو اخی روتے ہیں

اب تو ہر صاحبِ دل پر ہے غمِ شہؑ کا اثر
آج تو غیر بھی اللہُ غنی روتے ہیں

ہے ان اشکوں کا صِلہ کوثر و جنت ساحرؔ
کل وہ خوش ہوں گے جناں میں جو ابھی روتے ہیں

حضرت ساحرؔ لکھنوی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

سلام

جب بھی لے کر کوئی عباسؑ کا پرچم نکلے
وا حسیناؑ کی صدا قلب سے پیہم نکلے

دامنِ ضبط چھٹا ذکرِ غمِ شہؑ سن کر
اشک آئے جو نکلنے پہ تو پیہم نکلے

سال بھر حسرتِ ماتم نے دعا یہ مانگی
یا خدا ، جلد کہیں ماہِ محرم نکلے

حشر میں اشکِ عزا خلد کی قیمت ٹھہرا
پاس تھی جن کے یہ دولت وہ فقط ہم نکلے

جن کو دنیا مرے زخموں کا سبب کہتی تھی
وہی آنسو تو مرے زخم کا مرہم نکلے

اِذنِ شہؑ سے گئے حرؑ خلد میں سب سے پہلے
یہ تو بچپن کے رفیقوں سے مقدم نکلے

زندگی اس کے سِوا بھی ہے کوئی کیا اے حرؑ
زانوئے شہؑ پہ ہو سر اور ترا دم نکلے

دیکھ لے سبطِ پیمبرؐ کی سخاوت جو کہیں
منھ چھپائے ہوئے اس راہ سے حاتم نکلے

زندگی پائیں جو موت آئے درِ مولاؑ پر
دم میں دم آئے ہمارا جو وہاں دم نکلے

سرنگوں ہو گئے سب کفر و ضلالت کے نشاں
لے کے عباسؑ جو ایمان کا پرچم نکلے

دے دیں عباسؑ کو لڑنے کی اجازت جو حسینؑ
دم کے دم میں عمرِ سعد کا دم خم نکلے

دیکھ لے گر نگہِ غیظ سے شیرِ حیدرؑ
مرحبِ شام کا تھرّا کے ابھی دم نکلے

قاسمؑ و عونؑ و محمدؑ ہیں اور اِک اصغرؑ ، بس
ایسے بچے تو زمانے میں بہت کم نکلے

اپنے محور پہ زمیں کو تھا ٹھہرنا مشکل
لے کے بےشیر کو جب قبلۂ عالم نکلے

زندگی کو ہے فنا ، سچ ہے یہ ساحرؔ لیکن
میں تو جی اٹھوں جو منبر پہ مرا دم نکلے

حضرت ساحرؔ لکھنوی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جس گھڑی بھی چاہنے والوں کو یاد آئے حسینؑ
دل میں درد اٹھا، لبوں پر آ گیا ہائے حسینؑ

ہر بشر، ہر قوم کے لب پر ہے اب ہائے حسینؑ
درد بن کر کائناتِ دل پہ یوں چھائے حسینؑ

اس قدر تو دل میں پیدا ہو تمنائے حسینؑ
جاگتی آنکھوں سے دیکھوں روئے زیبائے حسینؑ

تین جذبے، بس یہی بنیاد ہیں ایمان کی
عشقِ احمدؐ، حبِّ حیدرؑ اور تولائے حسینؑ

جھک نہیں سکتا ہے سر اس کا کسی دہلیز پر
جس کے دل میں عشقِ حق ہو، سر میں سودائے حسینؑ

ساغرِ کوثر بھی دیں گے ساقیٔ کوثر اسے
جس کو مل جائے یہاں جامِ تولائے حسینؑ

عقلِ انساں کی رسائی ان کی رفعت تک کہاں
ہر بلندی سے بلندی پر نظر آئے حسینؑ

یا خدا، مجھ کو بھی ایسا ایک سجدہ ہو نصیب
میری پیشانی ہو اور نقشِ کفِ پائے حسینؑ

ہم کہاں اور دعویٔ عشقِ حسینیت کہاں
ہاں، کوئی حرؑ ہو تو کہیئے اس کو شیدائے حسینؑ

حرؑ کو دیکھو عیش دنیا چھوڑ کر مرنے چلا
ایسے ہی ہوتے ہیں جو ہوتے ہیں شیدائے حسینؑ

ظلم سے دبنا نہیں اور ظلم خود کرنا نہیں
یہ ہماری زندگی سے ہے تقاضائے حسینؑ

وہ علیؑ ہوں منزلِ نصرت میں یا عباسؑ ہوں
وہ تمنائے محمدؐ، یہ تمنائے حسینؑ

گردنِ اسلام پر چلنے کو تھی تیغِ یزیدؔ
ایسے نازک وقت میں امداد کو آئے حسینؑ

ہے بہارِ گلشنِ اسلام جن سے حشر تک
ایسے ایسے پھول مقتل میں سجا آئے حسینؑ

کیوں نہ اکبرؑ سے جواں کو حق پہ کر دیں یہ فدا
جو رضائے ربِّ اکبر ہے وہ منشائے حسینؑ

کانپ اٹھی خود قضا بھی، ظلم بھی چکرا گیا
لے کے اک بے شیر کو مقتل میں جب آئے حسینؑ

بعدِ قتلِ شہؑ یہ زینبؑ کی بکا تھی دشت میں
ہو گئے تم ذبح، ہم دیکھا کیئے ہائے حسینؑ

لٹ گیا اسباب، خیمے جل گئے، اب کیا کریں
چادریں تک چھن گئیں اے میرے مانجائے حسینؑ

ہو گئے بے والی و وارث ہم اب اس دشت میں
چھوڑ کر ہم کو سدھارے تم کہاں ہائے حسینؑ

پڑھ لو ساحرؔ فاتحہ بہرِ مجاہدؔ لکھنوی
آخری دم تک بھی جن کے لب پہ تھا ہائے حسینؑ

﴿حضرت ساحرؔ لکھنوی﴾

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

حرؑ کو کیا کیا بہ طفیلِ شہِ صفدر نہ ملا
اُس کو جنت نہ ملی یا اُسے کوثر نہ ملا

زانوئے شاہ پر سر، فرق پر رومالِ بتول
حرؑ کا ایسا تو سکندر کو مقدر نہ ملا

ان کو عقبیٰ میں ہے کیوں بادۂ کوثر کی اُمید
جن کو دنیا میں درِ ساقیِ کوثر نہ ملا

خاکساری ہے غلامانِ علیؑ کا جوہر
ان میں ہم کو کوئی مغرور یا خودسر نہ ملا

بس وہی پیروے شبیرؑ ہے اس دنیا میں
جو کسی ظالم و سفاک سے دب کر نہ ملا

ذوالفقارِ اسد اللہ نے چھوڑا نہ انہیں
جن کی نسلوں میں بھی ایمان کا جوہر نہ ملا

امتحاں لینے سخاوت کا ملک جب آئے
ان کو بہتر درِ حیدرؑ سے کوئی در نہ ملا

قصرِ فردوس کی قیمت ہے بس ایک اشکِ عزا
اس قدر بیش بہا اور تو گوہر نہ ملا

لاکھ ڈھونڈا ہے مہ و مہر کی مشعل لے کر
مثلِ اکبرؑ کوئی ہمشکلِ پیمبرؐ نہ ملا

کہتے تھے جھولے میں بے شیر کے تیور ماں سے
حیف ان انگلیوں کو کلۂ اژدر نہ ملا

دیکھنے کو گئی بانوؑ کی نظر جنت تک
باغِ فردوس میں بھی ایسا گلِ تر نہ ملا

آج تک جنگ میں رستم سا بہادر بھی کوئی
ظلم کے آتے ہوئے تیر سے بچ کر نہ ملا

دیکھ لو حضرتِ عباسؑ میں شانِ حیدرؑ
کون کہتا ہے ہمیں ثانیِ حیدرؑ نہ ملا

زورِ بازوِ علیؑ کیسے دکھاتے عباسؑ
امتحاں کے لیے اُن کو درِ خیبر نہ ملا

اس میں ہے نورِ علیؑ نورِ حسنؑ جلوہ فگن
روئے قاسمؑ سے نظر اے مہِ انور نہ ملا

تیغِ قاسمؑ نے کہا کاٹ کے سر ارزق کا
ہائے افسوس کہ جبریلؑ کا شہپر نہ ملا

شمع گل کر کے جو انصار کو پرکھا شہؑ نے
ایک مجاہد بھی تو اُس رات کو مضطر نہ ملا

فخر کرتے نہ کیوں اصحاب پر اپنے شبیرؑ
ان بہتر سے صحابی کوئی بہتر نہ ملا

جھک گئی ابنِ مظاہر کی کمر پیری سے
وہ مگر دشمنِ شبیرؑ سے جھک کر نہ ملا

نیزہ قاتل نے اٹھایا تو ملک چلائے
اے شقی خاک میں تصویرِ پیمبرؐ نہ ملا

شہؑ نے ایک دن میں اٹھائے بہتر لاشے
ہائے مظلومؑ کو آرام تو دم بھر نہ ملا

قبر میں کس طرح نیند آ گئی تم کو اصغرؑ
ماں کی گودی نہ ملی، تکیہ و بستر نہ ملا

اُس نے ہے ہے شہِ مظلوم کو پتھر مارے
جس نے تلوار نہ پائی جسے خنجر نہ ملا

آہ وہ چہرے جو محروم نقابوں سے رہے
ہائے وہ سر کہ جنہیں سایۂ چادر نہ ملا

میں تو ہوں شاعرِ سرکارِ حسینؑ اے ساحر
کون کہتا ہے مجھے حرؑ کا مقدر نہ ملا

حضرت ساحر لکھنوی

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

میرے دل نے یہ مجھ سے کہا تھا
پانی پیتے ہی آؤ گے بیٹا
تم تو میداں سے پلٹے نہ جا کر
ماں کی گودی میں آ جاؤ اصغرؑ

ہر طرف ڈھونڈھتی ہے سکینہؑ
تم بن اس کو ہے دشوار جینا
گود میں اس کی دے دوں میں دلبر
ماں کی گودی میں آ جاؤ اصغرؑ

اب نہ دم ہے، نہ تاب و تواں ہے
کوئی منزل نہ کوئی نشاں ہے
تم کو ڈھونڈھے کہاں جا کے مادر
ماں کی گودی میں آ جاؤ اصغرؑ

تم بن آتا نہیں چین دل کو
کچھ تو سامان تسکین کا ہو
اب ٹھہرتا نہیں قلبِ مضطر
ماں کی گودی میں آ جاؤ اصغرؑ

ہائے، تیرِ ستم تم کو مارا
اور کوئی نہ لرزا، نہ تڑپا
ظالموں کے یہ دل ہیں کہ پتھر
ماں کی گودی میں آ جاؤ اصغرؑ

نوحہ و غم ہے ساری فضا میں
ایک ماتم ہے ارض و سما میں
ہر طرف ہے بپا ایک محشر
ماں کی گودی میں آ جاؤ اصغرؑ

دردِ فرقت مرے لال کیا ہے
یہ اُسی ماں کا دل جانتا ہے
یہ قیامت گزرتی ہے جس پر
ماں کی گودی میں آ جاؤ اصغرؑ

ہائے ساحرؔ، یہ ماں کی صدائیں
آؤ اے لال، لے لوں بلائیں
منتظر ہوں میں خیمہ کے در پر
ماں کی گودی میں آ جاؤ اصغرؑ

﴿حضرت ساحرؔ لکھنوی﴾

کس قلم سے اس کو لکھوں، کس زباں سے وہ کہوں
جو دلِ مادر کی حالت فرقتِ اصغرؑ میں ہے

﴿حضرت ساحرؔ لکھنوی﴾

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نوحہ

کہتی تھی رو کر بانوئے مضطر ، اور نہ اب تڑپاؤ سکینہؑ
خاک پہ کب تک سوتی رہو گی ، گود میں اب آ جاؤ سکینہؑ
پھٹ گیا دل غم سہتے سہتے ، اور نہ غم اٹھواؤ سکینہؑ
تھک گئیں آنکھیں روتے روتے ، اور نہ اب رُلواؤ سکینہؑ
اب تو تمہارا غم سہنے کی دل میں نہیں طاقت ہے ذرا بھی
یا تو ہمارے پاس تم آؤ ، یا ہم کو بلواؤ سکینہؑ
اٹ گئی ہو گی خاک میں سب تم ، آؤ دُھلا دوں چاند سا مکھڑا
بال سنواروں ، کپڑے بدل دوں ، پاس مرے آ جاؤ سکینہؑ
کب سے ترستی ہیں یہ نگاہیں ، کب سے تمہیں دیکھا ہی نہیں ہے
اب تو دکھا دو چاند سی صورت ، اب نہ ہمیں ترساؤ سکینہؑ
اب نہ چھپو ڈر ڈر کے مری جاں ، اب تو یہاں پر شمر نہیں ہے
اب نہ کوئی مارے گا طمانچے ، اب نہ ذرا گھبراؤ سکینہؑ
گود میں لے کر باپ کے سر کو آ کے یہاں منھ ڈھانپ کے بیٹھو
آئے ہیں سب پُرسے کے لیے اب ، تم ہو کہاں ، آ جاؤ سکینہؑ
مِنّتیں کر کے ہار گئی میں ، پھر بھی تمہیں کچھ دھیان نہ آیا
اب تو مری آغوش میں آؤ ، اب نہ مجھے تڑپاؤ سکینہؑ
شام کا زنداں ، رات اندھیری ، قبر میں تم ہو ہائے اکیلی
ماں کے دھڑکتے دل کو یہ ڈر ہے ، تم نہ کہیں ڈر جاؤ سکینہؑ
گود کو ماں کی چھوڑ کے آخر قبر میں کیوں سوئی ہو مری جاں
آؤ ، مری آغوش میں آ کر چین سے اب سو جاؤ سکینہؑ
کرب و بلا کی جلتی زمیں پر بھائی کو تم نے چھوڑ دیا تھا
چھوٹ کے تم سے روتا ہے اصغرؑ ، آ کے اسے بہلاؤ سکینہؑ
شام سے لے کر تا بہ مدینہ گونجتی ہے فریاد یہ ساحر
رحم کرو اب حال پہ ماں کے ، تم ہو کہاں ، آ جاؤ سکینہؑ

حضرت ساحر لکھنوی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نوحہ

تھی سکینہؑ کی صدا ، مجھ کو بلا لو باباؑ — نیند کا وقت ہے ، سینہ پہ سلا لو باباؑ
مجھ کو اس آگ سے ، اس خون سے ڈر لگتا ہے — اپنے دامن میں کہیں مجھ کو چھپا لو باباؑ
گر پڑی ہوں میں یہاں راہ میں ٹھوکر کھا کر — گود میں اپنی مجھے آ کے اٹھا لو باباؑ
مجھ کو مارے نہ طمانچے وہ ستم گار کہیں — شمر آتا ہے ، مجھے اس سے بچا لو باباؑ
قبرِ اصغرؑ پہ بہت روئے تھے ، میں جانتی ہوں — میری حالت پہ بھی دو اشک بہا لو باباؑ
میرا دل گردنِ اصغرؑ سے سوا زخمی ہے — دل کے یہ زخم کسی کو بھی دکھا لو باباؑ
اپنے چہرے پہ لگایا ہے جو خوں اصغرؑ کا — میرے کانوں کا لہو بھی تو لگا لو باباؑ
اب نہیں دل میں ذرا بھی جو محبت میری — میں بھی ہوتی ہوں بس اب تم سے خفا ، لو باباؑ
آج کیا ہے کہ مرے ناز اٹھاتے ہی نہیں — اپنی روٹھی ہوئی بیٹی کو منا لو باباؑ
اب نہ عموؑ ہیں ، نہ بھائی ہیں جو بہلائیں مجھے — جتنا جی چاہے مجھے آج رُلا لو باباؑ
مجھ سے ناراض ہو ، بھیا سے تو ناراض نہیں — ان کو اب خیمہ میں جلنے سے بچا لو باباؑ
لٹ گیا جو بھی تھا سامان ہمارے گھر میں — میری اماں کی ردا کو تو بچا لو باباؑ
بے ردا میں بھی ہوں، اماں بھی ہیں، پھوپھیاں بھی سبھی — کیسے دیکھو گے ، نگاہوں کو جھکا لو باباؑ
میری فریاد سے تڑپے تو تڑپ جاؤں گی میں — ٹیس اٹھتی ہوئی سینہ میں دبا لو باباؑ
تم کو مقتل کے اندھیرے سے جو ڈر لگتا ہو — میرے اشکوں کے چراغوں کو جلا لو باباؑ
اب تو بننے کو ہے زنداں میں لحد بھی میری — اور کچھ روز مرے ناز اٹھا لو باباؑ

دل کو تڑپاتی تھی ساحرؔ یہ سکینہؑ کی صدا
اپنی بیٹی کو طمانچوں سے بچا لو باباؑ

حضرت ساحرؔ لکھنوی

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

روایت شہزادہ علی اصغرؑ روزِ عاشور

جب کربلا میں عصر کا ہنگام آ گیا
اور ہو چکے شہید سب انصار و اقربا

خود آئے اب حسینؑ شہادت کے واسطے
اور فوج کیں میں گھر گئے کرتے ہوئے وغا

چاروں طرف نگاہ کی مقتل میں آپؑ نے
لیکن کوئی بھی حامی و ناصر وہاں نہ تھا

حرؑ تھے نہ وہبؑ و جونؑ و حبیبؑ و زہیرؑ تھے
اکبرؑ تھے اور نہ قاسمؑ و عباسؑ باوفا

عون و محمدؑ اب تھے نہ بھائی نہ کوئی اور
لاشے پڑے تھے سب کے سرِ مقتلِ جفا

حسرت بھری نظر سے یہ دیکھا حسینؑ نے
پھر گونجی استغاثۂ شبیرؑ کی صدا

سنتے ہی استغاثہ یہ انس و جن و ملک
''لبیک یاحسینؑ'' کی دینے لگے صدا

مظلوم کی صدا میں تھا اللہ کیا اثر
لاشے تڑپ تڑپ کے یہ دینے لگے صدا

ہوں قدرتِ خدا سے جو زندہ ہزار بار
ہر بار ہم ہوں آپؑ پہ یا شاہِ دیں فدا

مولاؑ یہ سن رہے تھے صدائیں کہ یک بیک
خیموں میں شورِ گریہ و ماتم بپا ہوا

یہ شور جو سنا تو پریشاں ہوئے حسینؑ
یہ کیا ہوا حرم میں جو ماتم بپا ہوا

دشتِ وغا سے آ گئے پھر خیمہ گاہ میں
پوچھا یہ سب سے آپؑ نے، کیا سانحہ ہوا؟

فرطِ الم سے زینبؑ و کلثومؑ چپ رہیں
بانو نے بڑھ کے عرض یہ کی، اے شہِ ہدا

آواز استغاثے کی خیمہ میں آئی جب
دیکھا عجیب اہلِ حرمؑ نے یہ ماجرا

بے چین ہو کے تڑپا کچھ اس طرح صغیر
اصغرؑ نے خود کو جھولے سے نیچے گرا دیا

رُخ سے جلالِ شیرِ خدا ہو گیا عیاں
کچھ بے بسی کا رنگ بھی چہرے پہ چھا گیا

پہلے ہی سے تھے پیاس کی شدت سے جاں بلب
اب اور بھی تڑپتا ہے ہمرا یہ مہ لقا

آئے حسینؑ سن کے یہ، گہوارے کے قریں
بچے کو بڑھ کے آپؑ نے آغوش میں لیا

دیکھی عجیب آپؑ نے حالت صغیر کی
اک پھول جیسے شاخ پہ مرجھا کے رہ گیا

اصغرؑ کا حال دیکھ کے تھرّا گئے حسینؑ
بانو سے پھر یہ کہنے لگے شاہِ کربلا

جاتا ہوں لے کے میں اسے اعداء کے سامنے
شاید کہ پانی اس کے لیے دیدیں اشقیا

یہ کہہ کے شہؑ نے بانو کے چہرے پہ کی نظر
ماں کا کلیجہ سنتے ہی یہ، منہ کو آ گیا

بچے پہ ماں نے ڈالی جو حسرت بھری نظر
پھیلا کے ہاتھ گود میں وہ ماں کی آ گیا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بے اختیار پیار کیا اپنے لعل کو
پھر گود میں حسینؑ کی بچے کو دے دیا

چلنے لگے حسینؑ جو اصغرؑ کو لے کے اب
اہلِ حرم میں حشر کا کہرام مچ گیا

دوڑی سکینہؑ بھائی سے ملنے کے واسطے
پھیلا کے ہاتھ باپ سے کی اس نے التجا

بھائی کو اپنے پیار تو کر لوں میں ایک بار
دے دیجے میری گود میں بابا اسے ذرا

دیکھا جو پھر سکینہؑ نے اصغرؑ کو پیار سے
آغوش میں بہن کی ہمک کر وہ آ گیا

چمٹا کے جب بہن نے کیا پیار بھائی کو
آنکھوں سے پھر تو اشکوں کا دریا اُبل پڑا

بچہ بھی بیقرار تھا یہ حال دیکھ کر
روئی بہن تو ننھا سا بھائی بھی رو دیا

بچی نے پھر یہ رو کے کہا اپنے باپؑ سے
بابا خدا کرے کہ ہوں میں آپ پر فدا

بھائی کو میرے لے کے نہ مقتل میں جایئے
مر جائے گی وگرنہ ابھی غم کی مبتلا

کیا بخش دیں گے جان مرے بھائی کی شہؑ
کیا یہ پلٹ کے دشت سے خیمہ میں آئے گا

للہ نہ لے کے جایئے رن میں صغیرؑ کو
کر دیں کہیں نہ قتل اسے بھی یہ اشقیا

فریاد سے سکینہؑ کی تھرّا گئے حسینؑ
پھر پیار کر کے اس کو یہ مظلوم نے کہا

دے دو خوشی سے بھائی کو اب میری گود میں
شاید کہ اس کی پیاس بجھا دیں یہ اشقیا

بے اختیار روئی یہ سن کر وہ بدنصیب
اصغرؑ کو آخر آپ کی گودی میں دے دیا

پھر یہ کہا تڑپ کے، مرے بھائی، الوداع
جاؤ سدھارو، حفظِ خدا میں تمہیں دیا

نکلے حسینؑ خیمہ سے بچے کو لے کے اب
حسرت سے سب کو دیکھ کے مقتل کا رخ کیا

یہ پھول لے کے آئے جو مقتل میں اب حسینؑ
حیرت سے دیکھنے لگے سب بانیِ جفا

اتنے میں شاہِ دیں نے کیا اُن سے یوں خطاب
اے دشمنانِ دینِ خدا، فوجِ اشقیا

ہاتھوں پہ میرے ہے جو یہ چھ ماہ کا صغیرؑ
پیاسا ہے تین دن سے یہ معصوم بے خطا

تم میں سے کتنے صاحبِ اولاد ہیں یہاں
کیا تم نے اپنے بچوں پہ بھی ظلم یہ کیا

کیوں مارتے ہو پیاس سے اس بے زبان کو
اس کا کوئی قصور نہ اس کی کوئی خطا

اصغرؑ سے پھر کہا کہ مرے لعل، تم خود اب
پیاسے ہو کس قدر، یہ بتا دو انہیں ذرا

سوکھی ہوئی زباں جو دکھائی صغیرؑ نے
اور اس کو خشک ہونٹوں پہ جو پھیرنے لگا

پتھر سے دل پگھلنے لگے اب یہ دیکھ کر
منہ اپنے پھیر پھیر کے روئے وہ اشقیا

افواجِ شام و کوفہ میں اِک کھلبلی مچی
یہ حال دیکھ کر عمرِ سعدؑ ڈر گیا

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

بس حرملہؑ کو حکم دیا اس لعین نے
تو قطع کر دے جلد کلام اب حسینؑ کا

گھٹنوں کے بل وہ بیٹھ گیا ایک آڑ میں
یوں وہ لعین ہو گیا آمادۂ جفا

اک تین پھل کے تیر کو جوڑا کمان میں
اور پھر نشانہ گردنِ بے شیر کا لیا

کھینچا جو اس نے تیر کو رکھ کر کمان میں
لرزی زمین اور فلک تھرتھرا گیا

ظالم نے تیر کھینچ کے چھوڑا کمان سے
وہ سنسنا کے تیر سوئے بےزباں چلا

ماں دیکھتی تھی خیمہ کے در پر کھڑی ہوئی
دل ماں کا ، تیر چلنے سے پہلے ہی چھد گیا

بچہ جو پھول سے بھی تھا نازک ، ارے غضب
لگتے ہی تیر دستِ پدر پر الٹ گیا

شاید کہ تیر لگتے ہی گھبرا کے یک بیک
سینہ سے اپنے باپ کے بچہ لپٹ گیا

اصغرؑ کے حلق سے جو اُبلنے لگا لہو
چُلّو میں لے کے شہؑ نے وہ خود منھ پہ مل لیا

تھی فکر ماں کو لاش دکھائیں یہ کس طرح
مر جائے گی تڑپ کے ابھی غم کی مبتلا

چھوٹی سی قبر کھود کے آخر حسینؑ نے
اس بےزباں شہیدؑ کو خود دفن کر دیا

اب کیسے جائیں سامنے بانوؑ کے شاہِ دیں
ان سے کہا تھا ، بچے کو پانی پلاؤں گا

پوچھے گی وہ اگر کہ مرا لعل ہے کہاں
کیسے کہوں گا ، ظالموں نے قتل کر دیا

اب ماں کی گود خالی ہے ، جھولا اُداس ہے
جلتی زمیں میں دفن ہے بچہ وہ پھول سا

کس کو تھپک تھپک کے سلائے گی گود میں
اصغرؑ تو آہ قبر کی گودی میں سو گیا

ساحرؔ بس اب نہ اور بیاں کر یہ واقعہ
اب تو تڑپ کے روتا ہے ہر صاحبِ عزا

﴿حضرت ساحرؔ لکھنوی﴾

اصغرؑ کی قبر صبر کی حد کا ہے امتحاں
ایک اور کربلا یہ حدِ کربلا ہے

﴿حضرت ساحرؔ لکھنوی﴾

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com
http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

روایتِ روزِ محشر

کیا مرتبہ زہراؑ کو اللہ نے بخشا ہے
خاتونِ قیامت ہیں اعزاز یہ پایا ہے

امت کی شفاعت ہے زہراؑ کی سفارش پر
یہ بنتِ پیمبرؐ سے اللہ کا وعدہ ہے

آئیں گی جو محشر میں بی بی وہ شفاعت کو
راوی نے وہ نقشہ کچھ اس طرح سے کھینچا ہے

ہے عرصۂ محشر میں سب خلقِ خدا حاضر
میدانِ قیامت میں اِک حشر سا برپا ہے

سورج ہے سرِ میداں یوں ، آگ برستی ہے
ہیں آبلے جسموں پر اور پیاس کا غلبا ہے

پھرتے ہیں گناہوں کے منظر جو نگاہوں میں
مایوس ہیں بخشش سے ، انجام کا دھڑکا ہے

دوزخ کے تصور سے سوکھے ہوئے ہونٹوں پر
آہیں ہیں ، فغائیں ہیں ، فریاد ہے ، نالا ہے

اس سخت مصیبت میں کون آئے مدد کرنے
اس یاس کے عالم میں اب کس کا سہارا ہے

اتنے میں سرِ محشر آواز یہ ایک آئی
نظروں کو جھکا لیں سب یہ حکم خدا کا ہے

آتی ہے سواری اب خاتونِ قیامت کی
اس نور کی محمل پر انوار کا یہ مژدا ہے

اِک نور کی محمل میں خاتونِ قیامت ہیں
اس نور کی محمل پر انوار کا پردا ہے

وہ شانِ جلالت ہے اس نور کی محمل میں
تھراتے ہیں قدسی بھی ، سورج بھی لرزتا ہے

ہر سمت ہے میداں میں اِک موت کا سناٹا
جو آنکھ ہے اندھی ہے ، جو نطق ہے گونگا ہے

ناگاہ صدا آئی اس نور کی محمل سے
جو بھی ہے ثنا ممکن یا رب تجھے زیبا ہے

میں آئی ہوں مقتل سے امت کی شفاعت کو
تو داورِ محشر ہے ، تو حاکمِ اعلا ہے

دربار میں تیرے میں فریاد کو آئی ہوں
تو عادل و منصف ہے ، مظلوم کی سنتا ہے

اے رحمتِ حق ، تیرے محبوبؐ کی امت پر
کیا سخت قیامت ہے ، کیا وقت یہ آیا ہے

گو ان کے تو دامن ہیں آلودہ گناہوں سے
تو بخش دے شیعوں کو میری یہ تمنا ہے

غم میں میرے بچے کے آنسو یہ بہاتے ہیں
ہر اشکِ عزا ان کا بخشش کا بہانا ہے

آنکھیں غمِ سرورؑ میں اشکوں سے چھلکتی ہیں
ماتم کا نشاں ان کے سینوں پہ چمکتا ہے

خوں اپنا بہاتے تھے یہ حسرتِ نصرت میں
زنجیروں کے ماتم کا ہر زخم یہ کہتا ہے

دوزخ سے رہائی کی ضامن ہوں مرے مالک
محشر میں شفاعت کا ان سے مرا وعدہ ہے

اب تیرے ہی ہاتھوں ہے عزت مرے وعدے کی
تو نے ہی شفاعت کا منصب مجھے بخشا ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

دکھ جھیلے ہیں جو میں نے امت کی شفاعت کو
معلوم ہیں سب تجھ کو ، تو عالم و دانا ہے

رخصت میرے باباؑ کے ہوتے ہی زمانے سے
دنیا نے مجھے کیسا جی بھر کے ستایا ہے

شرکت بھی نہ کی یارب لوگوں نے میرے غم میں
پُرسہ تو وہ کیا دیتے ، رونے سے بھی روکا ہے

محروم کیا مجھ کو باباؑ کی وراثت سے
شوہر کو رسن بستہ گلیوں میں پھرایا ہے

کیا کیا میرے شبّرؑ پر امت نے ستم ڈھائے
حد ہے کہ جنازے پر مینھ تیروں کا برسا ہے

شبیرؑ نے غربت میں ہر ظلم و ستم سہہ کر
امت ہی کی خاطر تو گھربار لٹایا ہے

چھ ماہ کا بچہ بھی قربان کیا اپنا
پھر سجدۂ آخر میں سر نذر گزارا ہے

دنیا نے ستم ڈھائے اور صبر کیا میں نے
کب کلمۂ بد کوئی لب پر مرے آیا ہے

میں در پہ ترے خالی ہاتھ آئی نہیں یا رب
ہے نذر کو حاضر جو شایاں ترے ہدیا ہے

یہ خون میں تر میرے مظلوم کا پیراہن
یہ گرد بھرا میرے بچے کا عماما ہے

ہر پیچ عمامہ کا تلواروں سے ہے ٹکڑے
جو لختِ دلِ زہراؑ کے خون سے بھیگا ہے

شبیرؑ کے سر پر تھا اس وقت یہ عمامہ
لاکھوں نے اکیلے کو جب گھیر کے مارا ہے

اِک یہ بھی شہادت ہے قربانیٔ زہراؑ کی
ڈوبا ہوا خوں میں جو اِک ننھا سا گُرتا ہے

آئے تھے علی اصغرؑ جب باپ کے ہاتھوں پر
منظر وہ قیامت کا ان آنکھوں نے دیکھا ہے

وہ تیرِ سہ شعبہ اور بے شیر کی وہ گردن
وہ باپ کے ہاتھوں پر معصومؑ تڑپتا ہے

خاتونِ قیامت نے پھر عرض یہ کی رو کر
یارب ، میرے دامن میں اِک اور بھی ہدیا ہے

یہ میرے پسر ، میرے عباسؑ کے بازو ہیں
امت کے لیے جس نے ان ہاتھوں کو وارا ہے

پانی کے لیے جس نے جاں اپنی فدا کر دی
اِک مشک بچانے کو خوں اپنا بہایا ہے

وہ جس کی وفاؤں سے تا حشر زمانہ میں
اونچا تھا نشاں حق کا اور آج بھی اونچا ہے

خوش ہو کے کہا اس کو خود اپنا پسر میں نے
بیٹوں کی طرح مجھ کو عباسؑ بھی پیارا ہے

وہ دشتِ مصیبت میں زینبؑ کا سہارا تھا
منزل میں شفاعت کی اب میرا سہارا ہے

زہراؑ کا بیاں سن کے اِک حشر ہے محشر میں
جو آنکھ ہے گریاں ہے ، جو دل ہے وہ روتا ہے

آتی ہے صدا حق کی ، مغموم نہ ہو زہراؑ
مقبول شفاعت میں اِک اِک ترا ہدیا ہے

جا ، بخش دیا تیرے صدقے تری امت کو
منظور ہے وہ ہم کو جو تیری تمنا ہے

یہ آلِ محمدؐ کی قربانیاں اے ساحر
کیا چاہتی ہیں ہم سے ہم نے کبھی سوچا ہے

﴿حضرت ساحر لکھنوی﴾

jabir.abbas@yahoo.com
Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

اکبرؑ کی اذاں کانوں میں رس گھول رہی ہے
جو آنکھ ہے ، اشکوں کے گہر رول رہی ہے
حیرت سے یہ آپس میں عدو کہتے ہیں ، دیکھو
تصویرِ رسولِؐ عربی بول رہی ہے

دم الفتِ شبیرؑ کا بھرتے بھرتے
ماتم شہِؑ مظلوم کا کرتے کرتے
موت آئے تو لب پر ہو مرے ذکرِ حسینؑ
ہو وردِ زباں نام یہ مرتے مرتے

رو رو کے غمِ شہؑ میں رلاتے رہیئے
یوں خلد میں گھر اپنے بناتے رہیئے
ہر اشک ہے اِک قصرِ جناں کی قیمت
یہ بے بہا آنسو ہیں ، بہاتے رہیئے

خود شہِؑ دیں نے کیا مجھکو طلب اے ساحرؔ
یہ کرم اُن کا ، یہ خوبی مری قسمت کی ہے
کربلا جا نہ سکا بہرِ زیارت ، تو کیا
میں نے تو بیٹھ کے قدموں میں زیارت کی ہے

وسعتِ کارِ نبیؐ کی حد میں شامل کربلا
دین کی سینہ سپر ، باطل کی قاتل کربلا
کشتیِ اسلام کے مالک نبیؐ ، لنگر حسینؑ
ایک ساحل ہے مدینہ ، ایک ساحل کربلا

مثالِ ضربِ خندق کربلا کا کام زندہ ہے
نبیؐ کا نام روشن ہے ، خدا کا نام زندہ ہے
وہاں حیدرؑ کی ضربت اور یہاں شبیرؑ کا سجدہ
انہی دو قوتوں سے آج تک اسلام زندہ ہے

دہر کے بحر میں جب ڈوب کر انساں نکلا
کچھ نہ تھا زادِ سفر ، بے سر و ساماں نکلا
لے گئے خلعتِ مذہب جو بہا کر طوفاں
آدمی جامۂ تہذیب میں عریاں نکلے

اے مرے پردۂ غیبت میں سنورنے والے
ہم پر اللہ کی رحمت ہے تمہارا پردہ
پردہ اٹھ جائے تو کُھل جائیں گے اعمال اپنے
اسی پردہ نے تو رکھا ہے ہمارا پردہ

مولاؑ کی مسیحائی یہ اللہ اللہ
مُردوں کو جلا دیتے ہیں ماشاء اللہ
ساحرؔ تجھے یہ فکرِ علالت کیسی
تجھکو بھی شفا دیں گے وہ انشاء اللہ

کیوں ہم کو نہ خود موت کی چاہت ہو گی
غم ہوں گے جہاں کے دور ، راحت ہو گی
دو بار زیارت ہوئی خوابوں میں نصیب
اب قبر میں مولاؑ کی زیارت ہو گی

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

”مرثیہ پر اعتراضات کا تنقیدی جائزہ“

— حضرت ساحرؔ لکھنوی کی تالیفِ نو پر ایک نظر

پروفیسر حاجی سید محمد رضا زیدی

حضرت ساحرؔ لکھنوی ایک فرد کا نام نہیں، ایک دبستان ایک تحریک کا نام ہے۔ آئینۂ علومِ سلف اور بابِ کتابِ عزوشرف ہیں۔ سیّد الشعراء حضرتِ ساحرؔ لکھنوی نے مدح وثنا اور بیانِ مصائب (رثاء) کی آغوش میں آنکھ کھولی، اسی آغوش میں پل کر جوان ہوئے اور اپنے فکروفن کو اسی سے مختص کردیا۔ بقولِ خود ؎

برسرِ قرطاسِ ساحرؔ ، بہرِ نذرِ شاہِ دیں
ہم نے فکر و فن کے گل بوٹے سجا کر رکھ دیے

درِ هل اتٰی سے انہیں کیا نہیں ملا؟

شوقِ مدحت ، ذوقِ غم ، فکرِ رسا ، رزقِ سخن
ہم کو ساحرؔ هل اتٰی کے در سے کیا ملتا نہیں؟

جب آفتابِ تخیّل طلوع ہوا تو سفرِ خیال وہنر شروع ہوا۔ صریرِ کلک دعا بن کر جو اُبھری تو شہرِ فکر میں ایک روشنی اُتری۔ روشنی ایک تھی لیکن شعاعیں اُفقِ ادب پر پھیلیں تو تحقیقی مقالہ ”خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو“ ایک ایسا مقالہ جو رثائی ادب میں ایک اچھوتا اور منفرد موضوع کہ اس سے قبل رثائی ادب کے کسی محقق نے اس موضوع پر کبھی کوئی کتاب نہ دیکھی اور نہ لکھی۔ کسی یونیورسٹی کو تحقیق کی توفیق نہ ہوئی۔ لیکن ؎

فکرِ ساحرؔ کو ملی منزل نئی ، جادہ نیا
رَفرفِ مضمون کا اب گویا سفر پانی میں ہے

بقولِ جناب ڈاکٹر اکبر حیدری کشمیری: ”میں اس وسالہ ۲۰۰۲ء کا عظیم ادبی شاہکار سمجھتا ہوں۔“ ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے فرمایا: ”محض کتاب نہیں اپنے موضوع پر دستاویزی صحیفہ ہے۔ مرثیہ نگاری کی تاریخ میں یہ ایک نشانِ ابدی ہے جو ساحرؔ لکھنوی کے نام اور کام کو ہمیشہ زندہ رکھے گا۔“

مفکر ومقرر جناب علاّمہ عقیل الغروی فرماتے ہیں: ”خانوادۂ اجتہاد کے مرثیہ گو شعراء“ (ساحرؔ لکھنوی) کی تنقیدی بصیرت، زبان اور فن کے تہہ در تہہ مسائل پر استادانہ مہارت، تحقیقی وثاقت وثقاہت اور بحیثیتِ مجموعی بجائے خود ایک ”مکمل ثقافتی شخصیت“ اور اپنی ذات میں ایک ”دبستانِ فن“ ہونے پر دستاویزی ثبوت ہے۔“

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

علاوہ اس کے لکھی ہیں کتب عظیم کئی

''فنِ تاریخ گوئی کا تنقیدی جائزہ'' o صحیفۂ مدحت o آیاتِ درد o احساسِ غم o مرثیہ، قطب شاہ سے ساحر تک o فقہ و شمشیر o علم اور علماء o یقینِ کامل o ایمانی شہ پارے o لہو رنگ صحرا o آئینۂ شمس نما o باتیں ہماری رہ گئیں۔

ابھی ایک تحقیق و تذکرہ کی صورت میں ''برصغیر میں اجتہاد کا آغاز'' زیرِ قلم ہے۔

جنابِ ساحر لکھنوی نے ایک دعائیہ شعر ایسا کہا۔

ہو دل میں علم کی دولت کی وہ ہوس یا رب
کبھی نہ ''بس'' کی صدا آئے لب پہ بس یا رب

ضیائے علم کا حُسن ظہور ہوا تو حضرتِ ساحر لکھنوی کی ادبی بصیرت، شعورِ تاریخ، صنفِ رثاء پر گہری نظر، شعر و سخن پر قابلِ رشک دسترس جیسی صلاحیتوں کا ارتکاز ہوا اور کھوج اور تحقیق اور قوت تجزیہ سے درست نتائج کا استخراج ایک کتاب کی صورت میں رثائی ادب کے شائقین اور اہلِ نقد و نظر کے سامنے پیش کر دیا۔

''نہیں ہے علم کی دنیا میں جس کا کوئی جواب''

یہ کتابِ مستطاب ہے — ''مرثیہ پر اعتراضات کا تنقیدی جائزہ''

معروف نقاد گوپی چند نارنگ پروفیسر اردو، دہلی یونیورسٹی اور نیشنل فیلو، یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے اپنی منفرد موضوعاتی کتاب ''سانحۂ کربلا بطور شعری استعارہ'' مطبوعہ ۱۹۹۱ء سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور میں مرثیہ کے متعلق کیا خوب تحریر فرمایا:

''مرثیہ اردو شاعری کی ایسی جہت کو پیش کرتا ہے جس کی نظیر غالباً اتنے بڑے پیمانے پر دوسری زبانوں میں نہیں ملے گی۔ اردو ادب کی اصناف کا کوئی مطالعہ، صنفِ مرثیہ کے فروغ اور ارتقا کے مطالعے کے بغیر مکمل ہی نہیں ہو سکتا۔ اردو شاعری کی شاید ہی کوئی تاریخ ہو جس میں مرثیے کا ذکر نہ ہو۔'' (صفحہ ۲۲)

''مرثیہ اگرچہ ایک مذہبی صنفِ سخن ہے، اس کو فروغ دینے والوں میں بہت سے غیر مسلم شعراء کے نام بھی ملتے ہیں مثلاً: مہاراجہ بلوان سنگھ راجہ، چھنو لال دلگیر، دلو رام کوثری، رائے سدھ ناتھ فراقی، نتھونی لال دھون وحشی، کنور سین مضطر، بشیشور پرشاد منور لکھنوی، نانک چند کھتری نانک، روپ کماری کنور، لبھو رام جوش ملسیانی، گوپی ناتھ امن، باوا کرشن گوپال مغموم، نرائن داس طالب دہلوی، دگمبر پرشاد جین گوہر دہلوی، کنور مہندر سنگھ بیدی سحر، وشو ناتھ پرشاد ماتھر لکھنوی، چند بہاری لال ماتھر صباجے پوری، گوروسرن لال ادیب، پنڈت رگھوناتھ سہائے امید، امر چند قیس، راجندر پرکاش ساحر، مہر لال سونی ضیا فتح آبادی، جاوید وششٹ اور درشن سنگھ دُگل کا کلام

Presented by: Rana Jabir Abbas

اکثر کتابوں میں ملتا ہے۔'' (صفحہ ۲۳)

یہ حوالہ اس لیے اہمیت کا حامل ہے کہ جتنا ادبی ورثہ مرثیہ ہے اُسی قدر:

''اردو مرثیہ خصوصاً کلاسیکی مرثیہ بلا خوفِ تردید اردو شاعری کی آبرو ہے۔ اس سے زیادہ موقر، وقیع اور لائقِ تحسین کوئی دوسری صنفِ سخن نہیں ہے۔ مگر اس کا المیہ یہ ہے کہ یہ آغاز ہی سے بعض حلقوں کی طرف سے تنقید اور اعتراضات کا ہدف رہا ہے۔ جتنا جتنا مرثیہ ترقی کرتا گیا اس پر تنقید کے ساتھ تحقیر و مذمت بھی شامل ہوتی گئی اور بات بات پر اعتراضات ہونے لگے۔ کبھی رثائی ادب کی عظیم شخصیات، انیسؔ و دبیرؔ کے حوالے سے، کبھی خود صنفِ مرثیہ کے حوالے سے۔''

مولوی عبدالغفور نساخؔ بنگالی، مولوی شبلی نعمانی، کلیم الدین احمد، ڈاکٹر احسن فاروقی، نیاز فتح پوری اور ان کے بعد کے نقادانِ مرثیہ اب تک انہی کے اعتراضات کو دوہرا رہے ہیں جو صحیح صورتِ حال سے ناواقف حضرات کے ذہنوں کو متاثر کر سکتے ہیں۔

''اس لیے ضروری سمجھا کہ آج کے رثائی ادب سے دلچسپی رکھنے والے قارئین کو صحیح صورتِ حال سے آگاہ کیا جائے۔ اسی وجہ سے میں نے اپنی کم علمی اور بے صلاحیتی کے باوجود اس مشکل کام کا بیڑہ اٹھانے کے لیے کمرِ ہمت کس لی اور ''**السَّعی مِنّی و اتمام من اللہ**'' پر بھروسہ کر کے کام کا آغاز کر دیا اور ''**بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا**'' کہہ کر کاغذ کی اس ناؤ کو قلم کے پتوار سے کھیتے ہوئے طوفانِ مشکلات کے حوالے کر دیا۔''

[''یہ کتاب: تعارف موضوع'' مشمولہ ''مرثیہ پر اعتراضات کا تنقیدی جائزہ''، از ساحرؔ لکھنوی]

احساسِ صحیح اور مذاقِ سلیم موجود ہو اور تعصب حقیقت پر پردہ نہ ڈالے تو حقائق و معارف کی روشنی سے ضمیر جگمگا اٹھتے ہیں۔ تحریر ایک طوفان خیز سمندر ہے جس کی موجوں پر مدّ و جزر طاری ہو۔ اعلیٰ نقادان کیفیتوں کو اپنے پر طاری کرتا ہے اور پھر اسی سمندر میں کود کر گراں بہا موتی تلاش کرتا ہے۔

جناب ساحرؔ لکھنوی نے تحقیق کے ہفت خواں طے کرنے کے لیے مرکزِ تحقیق کے گرد پھیلے ہوئے مواد کا وسیع مطالعہ، تنقیدی سفر میں حوصلے، صبر اور برداشت ـــــ مواد کے تجزیے کے لیے اور اس تجزیے سے نتائج اخذ کرنے کے لیے علمی و ادبی دیانت کے ساتھ ساتھ پوری دل جمعی اور عرق ریزی سے ایک طویل عرصہ تک حاصل کردہ مواد کو تحقیق، تنقید اور تجزیے کا حسین شاہکار بنا کر پیش کر دیا۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

جائزہ ـــــ ثمراتِ عمل کا آئینہ ہے۔ جائزہ ایک ایسا منظم عمل ہے جس کی بدولت اس بات کا تعین کیا جا سکتا ہے کہ متعلقہ مقصد میں کس حد تک کامیاب ہوئے؟ جائزے کے نتائج کی مثال اُن محاسن کی ہے جو بہتری کے عمل میں مدد دیتے ہیں اور مستقبل کے لیے لائحۂ عمل ترتیب دینے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ جائزے کے نتائج کسی چیز کی وسعت اور گہرائی کا پتہ دیتے ہیں۔ یہ ایک چوکسی کا نظام ہے جس کا تسلسل ہی اس کی خوبی ہے۔ خامیوں، غلط فہمیوں اور لاعلمی کو دور کرنے اور خوبیوں کو اُجاگر کرنے کے سلسلے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جائزے کی بدولت حقیقی صورتِ حال سامنے آتی ہے۔

تنقید ـــــ ایک محتاط اور منظم جستجو کا عمل ہے۔ تنقید ایک مدلل کوشش کا نام ہے، جو پریشان کن مسائل کا حل ڈھونڈنے، علم میں اضافہ کرنے، حقائق معلوم کرنے، اصول وضع کرنے اور مستقبل کے متعلق پیش گوئی کرنے میں انسان کی مدد کرتی ہے۔

''مرثیہ پر اعتراضات کا تنقیدی جائزہ'' ـــــ آثار و افکار اکادمی (پاکستان) نے جنوری ۲۰۱۱ء میں جناب ساحرؔ لکھنوی مدظلہ العالی کی ایک اور نہایت اہم محققانہ و ناقدانہ تصنیف کے طور پر پیش کیا ہے۔

اردو زبان و ادب کی وقیع ترین صنفِ سخن رزمیہ مرثیہ پر کچھ قدیم اور کچھ جدید و مزید اعتراضات سے اس کو سبک کرنے کی کوششیں جو عام قاری کو متاثر اور مرثیہ مخالف حلقوں میں پذیرائی حاصل کر سکتی تھیں یا کر رہی تھیں انہیں ناقدانہ مباحث کے ساتھ مصنف موصوف نے باطل کر دیا اور وہ بزبانِ خدائے سخن میر انیسؔ اب بجا طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ:

سبک ہو چلی تھی ترازوئے شعر
مگر ہم نے پلّہ گراں کر دیا

اردو شعر و ادب خصوصاً رثائی ادب کے شائقین میں یہ کتاب خاطر خواہ مقبولیت حاصل کرے گی اور اس موضوع پر گزشتہ صاحبانِ علم و قلم کی کتابیں جو عموماً آج کے قارئین کی دسترس میں نہیں ہیں ان کی کمی کو پورا کر دے گی۔

جناب ساحرؔ لکھنوی نے عالمانہ آن بان اور استدلال کے منفرد طرز و انداز سے مرثیے کے ہر رخ پر نہایت جامع اور وقیع کام کیا ہے۔ علم و ادب کی بیش قیمت کتابوں کا بڑی متانت سے مطالعہ، چھان بین، کھوج، تفصیلی بحث اور وضاحت کے ساتھ تا کہ کوئی شک یا ابہام باقی نہ رہے۔ ان تمام اعتراضات کو ذوقِ آگہی رکھنے والوں اور علم و دانش کے متوالوں کے لیے ایک خالص علمی اور تحقیقی کتاب جس میں تاریخی شواہد کے ذریعے تحقیقی اور تنقیدی جائزے کے حوالوں سے صداقتوں اور حقیقتوں کی بازیافت، تعین اور اثبات کا کٹھن کام کیا، اس تناظر میں حقائق کی تہوں تک رسائی کے لیے کبھی استقرائی اور کبھی استخراجی منطق کا سہارا لیا، اور نئے علمی اور فکری منظر نامے میں دھنک رنگ سماں پیدا کر دیا ہے۔ اس میں تاریخ اور تنقید کا خوبصورت امتزاج ملتا ہے۔ مآخذ کی تلاش اور چھان پھٹک میں بھی خاصی محنت سے کام لیا ہے۔

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

نئے تحقیقی زاویۂ نگاہ سے لکھی جانے والی یہ کتاب ایک ایسا تحقیقی مقالہ ہے جو رواں زبان میں لکھا گیا، ایسی زبان میں کہ تحقیق پر تخلیق کا گمان ہوتا ہے۔ جہاں تک نتائج اخذ کرنے کا مرحلہ تھا جناب ساحر لکھنوی نے اسے اپنی عقیدت، جذباتیت اور تعصب سے آلودہ نہیں ہونے دیا۔ یہ ایک بزرگ صاحبِ علم و دانش کی بے نظیر محنتوں کا نتیجہ ہے۔

حضرت ساحر لکھنوی مدظلہ العالیٰ عصرِ حاضر کی ایک غیر معمولی شخصیت جو بیک وقت شاعر بھی، محقق بھی، ماہرِ لسانیات بھی، تصنیف و تالیف میں پیرانہ سالی میں بھی رشکِ جوانانِ ادب، ایک تہذیب کا ترجمان بھی اور آئینہ دار بھی، جن کی یہ تصنیف ''مرثیے پر اعتراضات کا تنقیدی جائزہ'' پورے علمی اعتماد اور تحقیقی تیقن کے ساتھ قلم بند کی گئی ہے کہ ؎

کرے گی یاد میرے بعد کہہ کے دنیا
خدا کی دین تھی ساحر، ترا کلام نہ تھا

''مرثیے پر اعتراضات کا تنقیدی جائزہ'' کے موضوعات تہذیبی، ثقافتی، سماجی اور فکری لحاظ سے بصیرت افروز اور مفاہیم و مطالب کے حامل ہیں۔ جناب ساحر لکھنوی نے ایک متوازن رویہ اختیار کیا۔ اپنے کام میں حُسنِ انتخاب کا رستہ اپنایا اور اس حُسنِ انتخاب نے ان کے ہاں حُسنِ نظر پیدا کر دیا ہے۔ یہ حُسنِ نظر ہی ہے جس نے اس ادبی تنقیدی جائزے جیسی خشک نثر کو قابلِ مطالعہ بنا دیا۔ ان کی بصیرت نے جگمگاہٹ پیدا کر دی۔ اس ادبی دستاویز کے موضوعات ہی ادبی منظر نامہ کو متحرک کر کے سامنے لے آتے ہیں:

o مرثیہ: منظر و پسِ منظر o مرثیہ کی ضرورت o مرثیہ کی آفاقیت o مرثیہ: واقعۂ کربلا کے بعد o اردو مرثیہ o اردو مرثیے کے مختلف ادوار o اردو کلاسیکی (رزمیہ) مرثیے کے مقاصد o مرثیے کی سماجی حیثیت اور اس کے فوائد o مرثیہ گوئی کے بنیادی تقاضے o اردو مرثیہ اور بعض نقادوں کا ہتک آمیز رویہ o بعض نقادان مرثیہ کی لاعلمی o مرثیے پر اعتراضات کا جائزہ o مرثیہ کو ایک فرقے کی شاعری قرار دینے کی وجہ o ایک فرقے کی مذہبی شاعری کے حوالے سے مرثیہ پر مزید اعتراضات o امام حسینؑ اور واقعۂ کربلا کی ہمہ گیری اور آفاقیت o غیر فرقوں اور مذاہب کے شعراء کی مرثیہ نگاری o غیر فرقوں اور مذاہب کے شعراء پر واقعۂ کربلا کا اثر اور اُن کی مرثیہ نگاری کا جائزہ o اہلِ ہنود کی عزاداری o مرثیہ اور زوال پذیر معاشرہ o مرثیہ کی ادبی حیثیت o مرثیوں میں لکھنؤ کے شیعوں کے آداب و رسم و رواج o اردو مرثیہ کی رزمیہ نوعیت o اجنبی زبانیں اور ان کا شعر و ادب o اردو رزمیہ کو مغربی رزمیوں کے اصول پر جانچنے کا جواز؟ o مرثیوں میں درسِ اخلاق o مرثیوں میں کردار کی مدح o مرثیوں پر صبر اور گریہ و بکا کے متضاد بیانات (صبر کا مفہوم اور حقیقتِ گریہ) o بین و بکا پر اعتراضات کا سبب o دورِ حاضر میں مرثیہ پر جدید اعتراضات o مرثیہ کا مجالسِ عزا میں پناہ لینا o مرثیے کی صنف کا تعین o

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas

Presented by: Rana Jabir Abbas

کلاسیکی رزمیہ مرثیہ اور کربلا کی حقیقت o مرثیے سے رزمیہ جزو کا اخراج o مظلوم مفتوح یا مظلوم فاتح o حرفِ آخر o ماخذ

۲۲۴ صفحات کی کتاب اس میں ۶۱ کتب و مخطوطات و جرائد سے براہِ راست یا بالواسطہ استفادہ کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ ۱۳ انگریزی کتب، جن کے نام یا حوالے آئے ہیں، اس کتاب کی تخلیقی و تنقیدی و تجزیاتی رنگارنگی اور تنوع کا ثبوت ہیں۔

ادب کے سنجیدہ قارئین ان کے اخذ کردہ نتائج سے تو اختلاف کر سکتے ہیں لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ حضرت ساحر لکھنوی ایک وسیع المطالعہ عالمِ رثائی ادب ہیں، جو مرثیہ کی ساخت، اس کے اجزائے ترکیبی، مجلسی تہذیب، وہ مجلسی تہذیب جو لکھنؤ کی مجلسی تہذیب ہے جس سے الگ کر کے مرثیہ کی ساخت اور نہ ہی اُس کے تہذیبی اسلوب سے واقفیت حاصل کر سکتے ہیں، سے بخوبی واقف ہیں۔

حضرت ساحر لکھنوی کا یہ تجزیہ یک رخہ اور سطحی نہیں، بلکہ کئی جہتوں اور متعدد سطحوں کا آئینہ دار ہے۔ مزید یہ کہ ان کا وژن (Vision) بہت کشادہ اور فراخ ہے اور وہ اپنے نقطۂ نظر کے لیے قدیم اور جدید تنقیدی معیارات یکساں طور پر کام میں لاتے ہیں۔

الغرض حضرت ساحر لکھنوی کی یہ تصنیف اُن نام نہاد نقادوں کے منہ پر زناٹے دار طمانچہ ہے، جو مرثیے کی ہیئت تک سے نابلد ہیں، اور کہتے پھرتے ہیں کہ بگڑا شاعر مرثیہ نگار۔ حضرت ساحر نے ثابت کیا ہے کہ بگڑا شاعر مرثیہ نگار نہیں ہوسکتا، بلکہ ایک قادر الکلام شاعر ہی مرثیہ نگار ہوسکتا ہے۔

مرثیہ جمیع اصنافِ سُخن کا ایک حسین گلدستہ

وہ حمد ہو کہ نعت، وہ مدحت ہو یا ثنا — ہر ایک کا ہے اپنی جگہ اپنا مرتبا
لیکن یہ کہہ رہے ہیں تنوع، اثر، ادا — ہر ایک صنفِ شعر پہ حاوی ہے مرثیا

میدان اس کا اتنا وسیع و بسیط ہے
اصنافِ گُل سخن پہ یہ تنہا محیط ہے

اس میں غزل کا حُسن، قصیدہ کی دلکشی — مدحت کی آن بان، عقیدت کی چاشنی
حمدِ خدا کا لطف بھی، نعتِ رسولؐ بھی — پھیلاؤ میں ہے نظم، تسلسل میں مثنوی

غم بھی ہے، بزم و رزم بھی ہے، ہمہمہ بھی ہے
یہ داستانِ درد بھی ہے، زمزمہ بھی ہے

jabir.abbas@yahoo.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com http://fb.com/ranajabirabbas